قیمت تین روپے پچھتر پیسے

حیاتِ شیخ الاسلام رحمہ اللہ

یعنی

سوانح حیات شیخ الحرم استاذ العرب والعجم

حضرت مولانا و سیدنا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

مرتبہ

مقصود احمد جالندھری

مکتبہ شیخ الاسلام عزیز آباد۔ رحیم یار خاں

قیمت تین روپیہ بارہ آنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مقدمہ

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی　　　روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

بعض حضرات کی طرف سے شد و مد کے ساتھ یہ نظریہ پھیلایا گیا۔ کہ علماء نے اسلام و ملت کی کوئی خدمت نہیں کی۔ مذہبی اجارہ داری اور دین فروشی سے زیادہ ان کے کاموں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تاریخ کے انقلابات و تغیرات سے ان کو کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ بلکہ مسلمانوں میں جو جمود و تنزل آیا اس کی تہہ میں علماء کی دقیانوسیت وقدامت پسندی اور تنگ نظری کام کر رہی ہے۔ اس نظریئے کی اشاعت عام جہلاء سے لے کر پڑھے لکھے جاہل یعنی انگریزی تہذیب کے دلدادہ انگریز کی روحانی دلاد نے بڑے زور شور کے ساتھ کی۔ بالخصوص اس صدی میں اس خیال کا پروپیگنڈہ نہ صرف سیاسی بازی گروں نے بلکہ دین کے نام پہ قائم شدہ تحریکوں کے داعیان اور ان کے قائدین نے بھی مسٹر ڈبلیو ہنٹر کی قائم کردہ مہم میں تعاون کیا۔ جس کی ابتداء اس نے "ہمارے ہندوستانی مسلمان" نامی کتاب لکھ کر سب سے پہلے علمائے حق کے خلاف تنقیدی مہم کا آغاز کیا۔ لہٰذا مسٹر ڈبلیو ہنٹر کی روح کے لئے اس سے زیادہ خوشی کا اور کیا سامان ہوگا۔ کہ جو کام اس کی کتاب عرصہ دراز تک نہ کر سکی۔ اسے مسلمانوں کے نام نہاد مفکرین نے تھوڑے عرصہ میں انجام دیا۔ جس سے مسلمانوں کی نئی نسل نہ صرف علماء سے کٹ گئی۔ بلکہ بہت بڑی حد تک علماء سے بدظن بھی ہوگئی۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم　　　کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی　　　کہ ایں راہ کہ تو میروی بہ انگلستان است

انگریزی تعلیم سے فارغ ہونے والے مسلمان اسی اور نوے فیصدی دین سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ نہ ان کی صورتیں اسلامی۔ نہ سیرتیں۔ نہ عقاید اسلامی نہ اعمال و اخلاق۔ ان کی صورت ولباس و اطوار اور انگریز کی صورت ولباس و اطوار میں فرق معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ کیوں نہ ہو خود لارڈ میکالے

کا مقالہ ہے" ہمارا مقصد ہندوستان میں تعلیم سے یہ ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہوں۔ جو رنگت و نسل کی حیثیت سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کی حیثیت سے انگریز۔ دراصل پاک و ہند کے نوجوان و تعلیمیافتہ مسلمانوں میں لادینی اور الحاد و دہریت کی زہریلی گیس انگریزوں کے اختلاط اور ان کی حکومت و تعلیمات وغیرہ سے روز افزوں ہے۔

لہٰذا علماء کے خلاف مذکورہ بالا پروپیگنڈہ و بہتان کی مہم ملعون انگریز نے چلائی تھی۔ مگر افسوس صد افسوس۔ کہ بعض نام نہاد مسلمان بھی اس میں شریک ہوگئے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اور علماء حق کو جب بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی سلطنت عطا فرمائی۔ تو مسلمانوں کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ کہ عوام خوشحال رہے۔ ملک و قوم نے خوب ترقی کی۔ دور نہ جائیے۔ قریب کے ایک عالم دین کی حکومت کا حال دیکھ لیجئے اورنگ زیب عالمگیرؒ نے پچاس سال حکومت کی۔ وہ ایک عالم دین تھے۔ آپ نے دیکھا۔ کہ عوام کو جس قدر خوشحالی ان کے زمانہ میں نصیب ہوئی۔ آج تک کسی مسٹر کی حکومت میں نصیب نہیں ہوئی۔ میں دعوٰی سے کہتا ہوں۔ کہ ساری تاریخ میں کسی ایک مسٹر کی حکومت کے عوام خوشحال نہیں رہے۔ آج مسٹروں کی حکومت میں جو حال معاشرہ و تہذیب و تمدن کا ہو چکا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ الحاصل علماء کے خلاف اس مکروہ نظریے کو ختم کرنے کے لئے یہ عالم اسلام کی مایۂ ناز ہستی جنہیں عالم اسلام میں شیخ الاسلام۔ شیخ الحرم۔ استاذ العرب والعجم۔ مجاہد اعظم بطل حریت جنگ آزادی کے ہیرو۔ شیخ طریقت اسیر مالٹا۔ معلم سیاست۔ شیخ طریقت۔ جانشین شیخ الہند حضرت مولانا و سیدنا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہ العزیز۔ شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کہتے ہیں۔ ان کی حیات طیبہ کے اجمالی حالات جو انہیں مسجد نبوی کے تیرہ سالہ درس حدیث۔ دارالعلوم دیوبند کے تینتیس سالہ تدریس۔ مالٹا و مصر و دیگر۔ سابرمتی جیلخانوں کے واقعات۔ تحریک ریشمی رومال۔ تحریک ترک موالات۔ تحریک خلافت۔ مقدمہ کراچی خلافت کانفرنس کراچی۔ اور جدوجہد آزادی وغیرہ میں ان کی عظیم قربانیوں پر مشتمل پیش خدمت کر رہا ہوں

واضح ہو کہ میں نہ ان کا شاگرد ہوں نہ مرید۔ لیکن جو ربط دوام ان کی ذات گرامی سے وابستہ ہو چکا ہے۔ وہ عالم نزع تک ساتھ دے گا۔ اور امید ہے کہ قیامت میں بھی موجب نجات ہوگا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے شیخ الہند تک جو سفر حریت طے ہوا۔ مولانا مدنی اس کے آخری امیر کارواں تھے۔ ان کی زندگی ان کے اخلاق اور ان کے اوصاف مجاہدانہ۔ تاریخ علم و فضل کے صفحات پر زندہ جاوید ہوں گے۔ دیوبند کے گہوارہ علوم نے ان کی علمی تربیت کی۔ حرم نبوی کے دامن میں ارتقائے روح کی منازل بلند نے ان کا استقبال کیا۔ مالٹا کے در و دیوار زنداں کا ساز ایثار انہیں نغمہ صبر و رضا سناتا رہا۔ جب اپنے ان پر دشنام طرازی کرتے تو وہ نانا کی نیک سنت پر عمل فرماتے تھے۔ اور جب بیگانے نشانہ ظلم و ستم بناتے تھے تو قرون اولین کے دور ابتلا و آزمائش کا سوالیہ نشان اپنے جواب خلوص سے مثبت کرتے جاتے تھے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا۔ تہجد و سحور کے وقت مولانا مدنی کو ان ناشنا سوں کے حق میں گریہ و زاری کے ساتھ دعا کرتے سنا گیا۔ شب میں مصلے پر سجدہ گزاری اور دن میں استعمار فرنگ کے خلاف جہاد کی تیاری۔ ان کے مشاغل کا اعلیٰ عنوان تھے۔ نانوتوی کی ذکاوت گنگوہی کی ہدایت اور محمودی شجاعت کے اجزاء سے ان کا خمیر آراستہ تھا۔ انہیں دیکھ کر صحابہ کی حکایات مجسم شکل میں نظر آجاتی تھیں صفت سخاوت اور مہمان نوازی اور انعام طعام ان کی روحانی غذا اور اخلاص انکی طبعہ ثانیہ بن گئی تھی۔ جس طرح بعض اشخاص کے لئے کسی حالت اور کسی کام میں بھی مخلص بننا مشکل ہے۔ عدم اخلاص اور غرض پرستی ان کی طبعہ ثانیہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح شیخ مدنی ان پاکیزہ ہستیوں میں سے ایک تھے۔ جن کی سرشت میں اللہ تعالیٰ نے اخلاص رکھا ہے۔ ان کے لئے غیر مخلص بننا ناممکن ہے۔ ان کی فطرت غیر اختیاری طور پر اخلاص کی طرف چلتی ہے۔ وہ عمل جس کے اغراض کے تحت کرنے کا رواج عام ہوتا ہے۔ وہ بھی یہ ہستیاں اغراض سے بالاتر ہو کر پوری ذہنی یکسوئی کے ساتھ انجام دیتی ہیں۔

الحاصل شیخ مدنی درس گاہ رسالت کے ایک باہوش انسان تھے۔ جن کا قلب نور توحید

سے جلاء لازوال حاصل کر چکا تھا۔ جس کے ظاہر و باطن میں ربط و اتحاد اور تلازم لاینفک۔ قول و عمل میں اتفاق و الصاق۔ صبر میں صبر ایوبی سے مقتبس۔ جلال میں جلال موسوی کا محصل، جمال میں جمال یوسفی کا پرتو۔ ایمان میں ایمان ابراہیمی کا مظہر۔ سخاوت میں حاتم زماں۔ شجاعت میں تلمیذ علیؓ۔ حکمت و حذاقت میں لقمانِ دوران۔ سیاست میں فاروق وقت۔ رحمت و رافت میں رحمۃ العالمینؐ کا خوشہ چین۔ ان اوصاف حمیدہ کے ہوتے ہوئے کسی گوشہ و زاویۂ زندگی میں کوتاہی و قصور کا تصور ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس نے بحرِ امدادی سے فیوض حاصل کئے لیکن ڈکار نہ لی۔ اس نے قاسمی نہریں پی لیں مگر ہضم کر گیا۔ اس نے رشیدی گھٹاؤں اور دھواں دھار بادلوں کو چوس لیا مگر بے اختیار نہ ہوا۔ دعویٰ نہ کیا۔ شطحیات نہ سنائیں۔ استقامت سے نہ ہٹا۔ اخلاص کا یہ عالم کہ ۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے افلاس کی حالت ہے۔ بنگال کونسل کے سفیر نے چالیس ہزار روپے نقد اور پانچ صد روپے ماہانہ کی ڈھاکہ یونیورسٹی میں پروفیسری کے لئے پیش کش کی۔ کہ یہ آپ کے لئے ہے۔ اس کو منظور فرمائیں۔ شیخ الاسلامؒ نے پوچھا۔ کام کیا ہوگا؟ جواب ملا کہ کام کچھ نہیں صرف تحریکات میں خاموش رہیں۔ سبحان اللہ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا جس راستہ پر شیخ الہند لگا گئے ہیں میں اس سے نہیں ہٹ سکتا۔ الحاصل ہزاروں روپوں کو ٹھکرایا۔ اگرچہ اس وقت ملازمت کا کوئی سلسلہ نہ تھا۔ البتہ بعد ازیں سلہٹ میں صرف ڈیڑھ سو روپے پر بخوشی تشریف لے گئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی (بانی تبلیغی جماعت) نے حضرت مدنیؒ سے عرض کیا کہ حضرت مسلمانوں کے لئے دعا فرمائیے۔ تو تیز لہجہ میں حضرت مدنیؒ نے فرمایا کیوں! غیر مسلم مخلوقِ خدا نہیں۔ اللہ اللہ۔ یہی وہ سیادت عامہ تھی۔ جو انبیاء و رسل کو اور ان کے صحیح جانشینوں و نائبین کو عطا ہوتی ہے۔ یہ تھا دردِ انسانیت۔ مولانا الیاس کا ایک مقولہ بہت مشہور ہے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس دریا کا ایک پیالہ ضبط کرنا مشکل ہے۔ حضرت مدنیؒ سات سمندر چڑھائے ہوئے ہیں۔ پھر بھی ضبط موجود ہے۔ مجال ہے کہ ساغر چھلک جائے۔ آج تبلیغی جماعت والے علماء سے اور خصوصًا سیاسی علماء سے متنفر ہیں۔ اگر ایسا نہیں اور خدا کرے ایسا نہ ہو۔ تو بہر حال علماء سے دُور

تو ہیں۔ کاش یہ لوگ مولانا الیاس کے طریقہ پر ہی عمل کر لیتے۔ ایک مرتبہ "کھتولی" میں تبلیغی جماعت کا جلسہ تھا۔ مولانا الیاس رح اور مولانا احتشام الحسن صاحب تشریف لائے۔ مولانا الیاس رح تقریر فرما رہے تھے۔ دورانِ تقریر میں کسی نے بتایا۔ کہ حضرت مدنی بھی اسی علاقہ میں فلاں جگہ تقریر فرما رہے ہیں۔ سبحان اللہ! جلسہ بھی کانگرس کا تھا۔ خالص سیاسی سٹیج تھا۔ مگر مولانا الیاس رح نے فوراً اپنی تقریر ختم فرمائی اور مجمع عظیم میں اعلان فرمایا۔ کہ حضرت مدنی فلاں جگہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ سب چلیں اور جاکر حضرت کی تقریر سنیں۔ اپنا اجتماع ختم کیا اور خود مولانا الیاس بہ نفس نفیس حضرت مدنی کے جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ مگر وہاں حضرت مدنی کو بھی پتہ چلا۔ کہ اس علاقہ میں تبلیغی اجتماع ہے تو حضرت مدنی رح بھی جلدی تقریر ختم فرما کر دیوبند روانہ ہو گئے۔ اور لوگوں کو تبلیغی جماعت میں جانے کی ہدایت فرما گئے۔ سبحان اللہ۔ جلسہ نہ وہاں مکمل ہوا۔ نہ یہاں۔ یہ دونوں بزرگ تو اپنے اللہ سے جا ملے۔ مگر آنے والی نسلوں کے لئے اپنے خلوص وللہیت کی مثال قائم کر گئے۔ نیز مولانا الیاس فرمایا کرتے تھے اللہ پاک کے نزدیک آپ کا جو درجہ (مقام) ہے میں جانتا ہوں حضرت مدنی سے سیاست میں اختلاف کر کے میں دوزخ کی آگ خریدنا نہیں چاہتا۔ فافہم

شیخ الاسلام نے اپنے کو تاحیات خادم بنائے رکھا۔ ایک واقعہ عرض کئے دیتا ہوں سیوہارہ کا واقعہ ہے شیخ مدنی رح تھکے ماندے تھے۔ خدام تلامذہ نے پیروں کے دبانے پر اصرار کیا۔ مگر یہ اللہ کا بندہ متبع سنت مسلسل انکار ہی فرماتا رہا۔ مگر جب انکا اصرار بہت بڑھ گیا۔ تو آپ نے فرمایا کیا سنت سے اس کا ثبوت ملتا ہے؟ اللہ اللہ! شیخ الاسلام عبادت و معاشرت حتیٰ کہ اذواق و مواجید ہر نوع زندگی میں اتباع سنت کے مظہر کامل تھے۔ اگرچہ شیخ الاسلام کو پاکستان کے خلاف ہونے کے بے جا الزام میں بد باطنوں اور ملحدوں نے مطعون کیا۔ مگر ذرا شیخ الاسلام کا فرمان بھی سنئے پاکستان بننے کے بعد آپ سے کسی نے پوچھا حضرت پاکستان کے متعلق اب آپ کا کیا خیال ہے۔ تو حسب معمول سنجیدگی اور متانت سے فرمایا۔ مسجد جب تک نہ بنے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن جب وہ بن گئی تو مسجد ہے الخ۔ یہ بھی حضرت کے یہاں دین کی روشنی پڑنے سے بڑے معاملہ میں چھوٹے سے چھوٹے

قسنیہ ہیں۔میں تفصیلی طور پر تو ایک مستقل رسالہ "شیخ الاسلام اور پاکستان" میں ان تمام غلط فہمیوں اور الزامات کا ازالہ کروں گا۔لیکن یہاں صرف اتنا کہتا ہوں۔کہ شیخ الاسلام نظریۂ پاکستان کے قطعاً مخالف نہ تھے۔البتہ طریقِ تقسیم پر آپ کو اشکال تھا جو برحق ثابت ہوا۔ کانگرس نے بھی تقسیم ہند کی قرارداد منظور کرلی۔مگر شیخ مدنی نے اس پر اظہار رضامندی نہ کیا۔جس پر مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو آپ کی حب الوطنی پر اظہار تعجب کرتے رہے۔الحاصل شیخ الاسلام تمام ہندوستان کو پاکستان بنانا چاہتے تھے۔اور اپنے نظریئے میں مخلص تھے۔

شیخ مدنی رح کے متعلق معاصرین کی آراء

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کی مجلس میں کسی نے حضرت مدنی کے مجاہدات کا حوالہ دیتے ہوئے عرض کیا۔کہ حضرت آپ نے اس پر عمل نہیں فرمایا۔فرماتے ہیں۔بھائی میں مولانا مدنی جیسی ہمت مردانہ کہاں سے لاؤں۔میں مولانا حسین احمد صاحب کو ان کے سیاسی کاموں میں مخلص اور متدین جانتا ہوں البتہ مجھے ان سے حجت کے ساتھ اختلاف ہے اگر وہ حجت رفع ہو جائے۔تو میں ان کے ماتحت ایک ادنیٰ سپاہی بن کر کام کرنے کو تیار ہوں۔

ہمارے اکابرِ دیوبند کے بفضلہٖ تعالیٰ کچھ کچھ خصوصیات ہوتے ہیں۔چنانچہ شیخ مدنی رح کے دو خداداد خصوصی کمال ہیں۔جو ان میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ایک تو مجاہدہ جو کسی دوسرے میں اتنا نہیں ہے۔دوسرے تواضع۔چنانچہ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہیں جانتے۔مجھ کو اپنی موت پر فکر تھا۔کہ بعد باطنی دنیا کی خدمت کرنے والا کون ہوگا۔مگر مولانا حسین احمد مدنی کو دیکھ کر تسلی ہوئی۔کہ دنیا ان سے زندہ رہے گی۔نیز فرمایا۔کہ مولانا حسین احمد کی مخالفت کرنے والوں کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

رائے گرامی شیخ الحدیث مولانا زکریا مدظلہٗ۔میرے نزدیک ابوحنیفۂ زمانہ۔بخاری آوانہ جنید وشبلی عصر حضرت اقدس شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی

کی مدح میں کچھ کہنے والا "مادح خورشید مداح خود است" کا مصداق ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ حضرت کے فضل وکمال تبحر فی العلم والسلوک سے شاید کسی کو اختلاف ہو۔ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ مولانا کی اسارت کی خبر سن کر حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ نے کس قدر رنج وحزن کے ساتھ فرمایا تھا۔ کہ مجھے علم تھا کہ مولانا مدنی سے مجھے اتنی محبت ہے اس پر حاضرین مجلس میں سے کسی نے عرض کیا۔ کہ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ تو اپنی خوشی سے گرفتار ہوئے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا۔ کہ آپ مجھے اس جملہ سے تسلی دینا چاہتے ہیں۔ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کے مقابلہ میں اپنی خوشی سے نہیں گئے تھے۔ مگر آج تک کون ایسا شخص ہے جس کو اس حادثہ سے رنج نہ ہوا ہو۔

بروایت حضرت قاری محمد طیب صاحب ارشاد حضرت تھانوی رح
میں اپنی جماعت میں مولانا مفتی محمد کفایت صاحب کے حسن تدبیر کا اور مولانا حسین احمد صاحب کے جوشِ عمل کا معتقد ہوں۔

حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی کا ارشاد۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب فیض آبادی ثم المدنی۔ آسمانِ علم وہدایت کے آفتاب۔ زہد و ورع میں یگانۂ زمانہ اور جہاد تخلیص وطن کے ایک ممتاز شہسوار ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان ان کی ذات گرامی پر جس قدر بھی فخر کریں بجا ہے۔ وہ علم ہدایت اور مستحق منصب قیادت ہیں۔ ان کی مذہبی و وطنی خدمات سے تمام مسلمانانِ ہند واقف ہیں۔ اور ان کے اخلاص و دیانت کے مخالف بھی معترف ہیں۔ اور ان کی بے غرضانہ محبت کا لطف وہی حاصل کر سکتا ہے۔ جو ان کی صحبت و معیت سے بہرہ ور رہا ہو۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاری فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ کی ذات ستودہ صفات نہ صرف ہندوستان کے لئے۔ بلکہ پورے عالمِ اسلام کے لئے ایک بے بدل سعادت تھی۔ قدرتِ الٰہی کا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ فساد وفتن سے معمور اس دنیا میں انسانی سوسائٹی کی اصلاح وارشاد تنبیہ و رہنمائی ہر صدی وقرن میں مصلحین ریفارمر پیدا ہوتے ہیں جن کی پوری زندگی اصلاح وخدمت کے لئے وقف ہوتی ہے اور جو اپنے عمل کردا

کے لحاظ سے عام انسانوں کی سطح سے بہت بلند و برتر ہوتے ہیں۔ آپ کی شخصیت ان مصلحین و مرشدین کی صف میں بہت بلند موقف و امتیاز کی حامل تھی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو علم و عمل۔ اعلیٰ کردار اخلاق عزم و استقلال اور ہمدردیٔ خلائق کے وہ تابناک جوہر عطا فرمائے تھے۔ جو صدیوں کے بعد کسی انسان کو عطا فرماتے ہیں۔

مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب ناظم و بانی ندوۃ المصنفین کا ارشاد گرامی حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی شخصیت نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے ایشیا کے لئے موجب افتخار تھی۔ ان کا شمار دنیائے اسلام کے چند گنے چنے رہنماؤں میں ہوتا تھا۔ آپ کی ہستی میں خلوص، شفقت، عظمت، وقار، علم و عفو، عزم و ہمت۔ عجز و فروتنی۔ صبر و استقلال غرضیکہ شریعت و طریقت کے تمام جوہر کچھ اس طرح یکجا ہو گئے تھے۔ کہ ایک فرد میں ان خصوصیتوں اور کمالات کا اجتماع مشکل ہوتا ہے آپ کو دیکھ کر صحابہ کرام کی زندگی کی خصوصیات کا نقشہ سامنے آجاتا تھا۔

سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی کے تاثرات۔ حضرت شیخ الاسلام آزادیٔ وطن کے جانباز جرنیل اور بین الاقوامی شخصیت اور علم و عمل۔ زہد و تقویٰ اور ایثار و قربانی کے مجسم پیکر اور اخلاق و انسانیت کے سب سے بلند و بالا تر مظہر اور سلف صالحین کی ایک زندہ یادگار تھی۔

حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ العزیز کا تاثر۔ بھائی حضرت شیخ مدنیؒ کا ذکر کیا پوچھتے ہو۔ پہلے تو ہم یوں ہی سمجھتے رہے۔ مگر وقت کی نزاکتوں اور ہنگاموں میں جب ہم نے اس مرد مجاہد کو آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ تو جہاں شیخ مدنی کے قدم تھے وہاں اپنا سر پڑا دیکھا آج حضرت اس وقت ملک و ملت کی خاطر باطل کے مقابلہ میں حق کا دامن تھام کر جس مردانہ وار صورت میں استقامت و استقلال کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ یہ شان حسینیت کا مظاہرہ ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی بانی تبلیغی جماعت ۔ حضرت مدنی کی سیاست میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر آجاتی۔ تو میں آپ کے پیچھے پیچھے دوڑا دوڑا پھرتا۔ تاہم اللہ پاک کے نزدیک آپ کا جو درجہ و مقام ہے میں جانتا ہوں۔ آپ سے سیاست میں اختلاف کرکے میں دوزخ کی آگ نہیں خریدنا

چاہتا۔ حضرت پیر غلام مجددؒ سے ایک شخص بیعت کے لئے عرض کرتا ہے۔ آپ یعنی
حضرت پیر غلام مجدد صاحب سندھی (اسیرِ کراچی) جن کے تقریباً سوا لاکھ مریدین گورنمنٹ کی فہرست میں درج تھے۔ شیخ الاسلام کے متعلق فرماتے ہیں۔ "میں بجا طور پر کہتا ہوں۔ کہ جیل میں میں نے جو حالات مولانا مدنیؒ کے بچشمِ خود دیکھے ہیں۔ ان کی بنا پر میری رائے ہے۔ کہ اس وقت روئے زمین پر مولانا مدنی کا ثانی بزرگی اور اتباعِ شریعت کے لحاظ سے نہیں ہے۔ اگر مولانا نہ ہوتے تو میں آپ کو مرید کر لیتا۔
مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی شیخ الاسلام کے متعلق یوں فرماتے ہیں کہ "بھائیو اس سے زیادہ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ میرے علم میں بسیط ارض پر شریعت و طریقت و حقیقت کا حضرت مولانا مدنی سے بڑا عالم کوئی موجود نہیں"۔ گذشتہ سے پیوستہ سال کا واقعہ ہے۔ حضرت مدنیؒ کے صاحبزادہ پاکستان تشریف لائے تھے۔ جب ملتان آئے۔ تو قلعہ کہنہ قاسم باغ پر جلسہ پڑھایا۔ مرشدی و مولائی حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہٗ خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ بھی قلعہ پر تشریف لیگئے۔ اور پھر مولانا اسعد مدنی زید مجدہٗ کو مدرسہ خیر المدارس میں ساتھ لائے مدرسہ دکھایا۔ جب دار الحدیث میں داخل ہوئے۔ جوتے اتارے۔ جب دار الحدیث کو دیکھنے کے بعد دوسرے دروازہ سے نکلنے کا وقت آیا۔ تو خود مرشدی حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہٗ نے مولانا اسعد مدنی کا جوتا اٹھایا۔ اگرچہ دیگر حضرات نے پکڑنا چاہا۔ مگر کسی کو نہ دیا۔ اور دروازہ پر جا کر رکھا سبحان اللہ میرے شیخ کے ہاں حضرت مدنی کے صاحبزادہ کا یہ اکرام اور یہ خدمت۔ کہ ان کی جوتیاں اٹھانا فخر سمجھا اب حضرت مدنی کا اکرام و احترام کس درجہ ہوگا۔ خود اندازہ لگائیے۔ حضرت مدنی کے متعلق حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہٗ کے ملفوظات جو بندہ نے خود سنے۔ مجھے یاد ہیں۔ طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں کرتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ انہیں خیر السوانح میں مفصل لکھوں گا۔
امیر امان اللہ خاں (بادشاہ افغانستان) شیخ الاسلام کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ آپ اس بے دینی و الحاد کے دور میں روشنی کا ایک مینار تھے۔ فرمایا کہ شیخ الہندؒ ایک نور تھے۔ تو شیخ الاسلام اس نور کی ضیا و چمک تھے۔ مقدمہ طویل ہوتا جا رہا ہے۔ مگر افسوس کہ وہ مواد جو مقدمہ سوانح کیلئے

کشکول مقصود میں مخزون تھا۔ ابھی بہت زیادہ باقی ہے۔ اور بندہ دورۂ حدیث شریف میں داخلہ لے چکا ہے۔ صبح دار الحدیث میں صحاح ستہ کا افتتاح ہوگا۔ ابھی کچھ تصحیح کا کام بھی باقی ہے۔ لہٰذا اب مقدمۂ سوانح کو ختم کئے دیتا ہوں۔ آپ اس سوانح کو خاکپائے شیخ الاسلام کی عقیدت پر ہی محمول نہ فرمائیں۔ دیانتہً جو حقیقت تھی۔ یا جو مجھے اور میرے اکابر واساتذہ کو سمجھ میں آئی۔ عرض کردی ہے۔ اے کاش کہ وقت ہوتا۔ تو میں حسین ترتیب سے اس کو مزین کرتا۔ آخر میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کا ایک ارشاد نقل کرکے ختم کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ ڈاڑھی کے وہ بال جو کنگھی کرنے کے بعد کنگھی میں جمع ہوجاتے تھے۔ میں نے ان کو ایک جگہ جمع کر رکھا تھا اور میرے دل کی خواہش تھی۔ کہ حضرت مولانا اسعد مدنی زیدمجدہ کو بھجوادوں تاکہ وہ ان کو حضرت شیخ مدنی کے جوتے کے تلووں میں سلادیں۔ مگر افسوس کہ حضرت شیخ الاسلام ہمیں داغ مفارقت دے کر اللہ سے جاملے الخ۔ یہ تھی ہمارے اکابر کو شیخ مدنی سے عقیدت۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے جانشینوں کی پیروی کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ تاکہ ارشاد خداوندی كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ پر ہمارا عمل ہوجائے۔

خاکپائے شیخ الاسلام مقصود احمد جالندھری کَانَ اللہُ لَہٗ

۱۳ر شوال المکرم ۱۳۹۱ھ

مکتوب گرامی حضرت مولانا عبدالمجید صاحب زید مجدہٗ

مدرس مدرسہ عربیہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والہ ضلع ملتان

عزیز القدر مولانا مقصود احمد صاحب وفقنی وایاکم لما یحب ویرضی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ملفوف مل کر کاشف احوال ہوا۔ آپنے "حیات شیخ الاسلام" کے متعلق کچھ لکھنے کی فرمائش کی ہے۔

محترما۔ خاتم المحدثین۔ امام المجاہدین۔ جامع طریقت و شریعت شیخ الاسلام مولانا و محبوبنا السید حسین احمد المدنی قدس سرہٗ کی ذات منبع الفیوض والبرکات ہماری توصیف سے بالاتر ہے۔ ان کے مقام کی بلندی تک ہمارے تصور کی بھی رسائی نہیں۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہٗ سے میں نے بارہا سنا کہ علی وجہ البصیرت کہتا ہوں۔ کہ مولانا مدنی رحمہ اللہ کے دور میں مولانا مدنی سے بلند مرتبہ کوئی ولی نہیں تھا۔ مولانا کا مقام سب سے اونچا ہے جس کی عظمت کا اعتراف وقت کا امام الاولیاء اتنے کھلے الفاظ میں کرے مجھ جیسے کور دل تاریک دماغ گم کردہ راہ کا کچھ لکھنا ان کی شخصیت کو عیب لگانا ہے کون نہیں جانتا۔ کہ مولانا مدنی۔ علم و عمل۔ دین و تقویٰ۔ سلوک و تصوف۔ ارشاد و ہدایت۔ جہاد و جانبازی۔ خلق عظیم۔ لطف عمیم کے حامل سلف و صالحین کا صحیح نمونہ۔ اسلام کی مجسم تصویر تھے۔ ان کی ایک ایک ادا سے اسوۂ صحابہ آشکارا تھا۔ سراپا عمل۔ سراپا جہاد اور ہمارے پرانے کاروان ملت کے آخری مسافر تھے۔ ان اوصاف جمیلہ کے موصوف کے ساتھ اپنوں اور پرایوں کے برتاؤ نے ان کو واقعی چودہویں صدی کا حسین بنادیا۔ سب سے زیادہ اور مسلسل ظلم ان پر ان کے سیاسی نظریات کی بنا پر کیا گیا۔ لیکن ہر یوم سورج طلوع کرتے ہوئے حسینی نظریات کی صداقت واضح سے واضح کرتا چلا جاتا ہے وہ وقت بہت قریب ہے۔ ان کے دشمن بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید بہت افسوس ہے کہ اس مستقبل کے ترجمان کے حالات و واقعات زندگی اور مذہبی سیاسی طرز عمل

ے دیوبند کی طرف نسبت رکھنے والے بھی بے خبر ہیں۔ اور نہ ہی ان کی اشاعت کی طرف کما حقہٗ توجہ دی گئی۔ حالانکہ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مجھے بحمداللہ مسلسل حضرت اقدس سرہٗ کے متعلق تحریرات کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ میرا اندازہ ہے آج جو شخص ماضی کے حالات کا صحیح صحیح تجزیہ اور مستقبل کے متعلق صحیح نظریہ قائم کرنا چاہتا ہے اس کے لیے حضرت مدنی کی سوانح کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ میں اپنے احباب کو اکثر مطالعہ کی ترغیب دیتا ہوں تو اکثر و بیشتر کتب کی نایابی کی شکایت سنتا ہوں۔ میرے علم میں "بیس بڑے مسلمان" میں ایک مقالہ یا ہفت وار خدام الدین و ترجمان الاسلام میں چند مضامین کے علاوہ حضرت اقدس قدس سرہٗ کی ذات منبع الفیوض والبرکات سے نئی نسل کو متعارف کرانے کے لئے کوئی خاص نشر و اشاعت نہیں کی گئی۔ جو کتب بھارت میں طبع ہوئیں ان کا پاکستان میں حصول مشکل ہے پھر قیمت کی زیادتی عربی مدارس کے مساکین طلباء کے لئے مستقل محرومی کا باعث ہے۔ آپ کے اس اقدام نے یہ سب مشکلات حل ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو مشکور فرمائے دنیا و آخرت میں عزت سے نوازے۔ میرے دل کی گہرائیوں سے آپ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلاف کے نقوش صالحہ کی اشاعت کی مزید توفیق بخشے۔ میں اپنے تمام احباب متعلقین کو اس کتاب کے خریدنے کا زور دار مشورہ دوں گا۔ شائع ہو جانے کے بعد ایک صد نسخہ میرے پاس بھیج دیں

متحدہ قومیت کے متعلق مقالہ کا آپ نے ذکر تو فرمایا تھا۔ لیکن موجودہ حالات میں کسی علمی کام کی طرف ذہن متوجہ نہیں ہوتا۔ آپ کے رقعہ نے یاددہانی کرائی ورنہ مجھے یاد بھی نہیں رہا تھا۔ اور نہ ہی یہ پیچیدہ مسئلہ مجھ جیسے ناتجربہ کار کی تحریر میں آسکتا ہے۔ آپ کا حسن ظن ہے کہ آپ ایسا خیال کرتے ہیں ورنہ حقیقت ہے کہ مجھے تو آپ جیسا بھی سلیقہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اہلیت قابلیت خلوص و للہیت کی دولت سے مالا مال کر دے۔ ہر لمحہ ہر لحظہ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

دعاگو۔ عبدالمجید ۱۱ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ

تقریظ سعید المحدث العلامۃ تلمیذ شیخ الاسلام

استاذی حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب دامت مجدہٗ مدرس و مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

مکرمی مولوی مقصود احمد سلمہٗ نے مورخہ ۲۴ رشوال ۱۳۹۱ھ کو اپنی مرتبہ کتاب سوانح حیات شیخ الاسلام بندہ کو دکھائی۔ اس کے مختلف اور چیدہ مقامات کا بندہ نے مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ ہمارے عزیز سلمہٗ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے شیخ الاسلام کے سوانح حیات کو اختصار اور حسن اسلوب سے جمع فرمایا ہے۔ شجرۂ نسب۔ سنہ ولادت پرورش۔ تعلیم و تربیت۔ سفر مدینہ۔ قیام مدینہ میں امتحانات خداوندی۔ حرم نبوی میں تعلیم و تدریس۔ عالمی جنگ میں شریف حسین کی ترکوں سے بغاوت۔ حضرت شیخ الہند کی گرفتاری حضرت مولانا حسین احمد کی اپنے استاذ کی رفاقت۔ مالٹا جیل سے رہائی۔ اور اس کے بعد جمعیۃ علماء کا قیام اور شیخ الاسلام کی جمعیۃ سے وابستگی اور تحریکات آزادی میں حصہ لینا وغیرہ عنوانات پر اچھی بحث کی گئی ہے۔

علماء اور طلباء کرام کے لئے کتاب ہذا کا مطالعہ بہت مفید اور کارآمد اور عمل کے لئے اسوۂ حسنہ ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس سوانح حیات کو قبول فرمادیں۔ اور مصنف کو اجر جزیل عطا فرمادیں۔ آمین

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۶ رشوال ۱۳۹۱ھ

تقریظ سعید

فقیہ الاسلام المحدث العلام مفتی اعظم قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب زید مجدہ شیخ الحدیث و صدر المدرسین قاسم العلوم ملتان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہِ الَّذِیْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ۔

امابعد۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ صدیوں کے بعد ایک جامع شخصیت کی حیثیت سے دنیا کو عطا ہوئے تھے۔ آپ عالم باعمل۔ عارف کامل۔ فقیہ ومحدث ہی نہیں تھے۔ بلکہ جامع کمالات تھے۔ آپ مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ آپ جفاکش تھے آپ انسانیت کے ہمدرد تھے۔ آپ مہمان نواز تھے۔ آپ جبل استقامت تھے۔ آپ تختہ دار پر بھی حق گوئی کے عادی تھے۔ ظالم فرنگی سے عداوت ونفرت اور ان سے آزادی حاصل کرنے کو اہم فریضہ قرار دیا ہوا تھا۔ غرض یہ کہ کوئی خوبی اور کوئی کمال ایسا نہیں جس میں سے قدرت نے آپ کو وافر حصہ عطا نہ فرمایا ہو۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ فَرَحِمَہُ اللّٰہُ وَاَرْضَاہُ وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ ۔

عزیز مولوی مقصود احمد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے محنت کرکے حضرت اقدس شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے سوانح حیات مرتب کئے۔ اور ان سے انتساب پیدا کرکے دنیا پر فلاح اور آخرت میں نجات کا سامان بنالیا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ سَعْیًا مَّشْکُوْرًا

دانا العبد الحقیر محمود عفا اللہ عنہ

خادم الحدیث بقاسم العلوم ملتان ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام

وممبر قومی اسمبلی پاکستان

مکتوب گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا استاذی علی محمد صاحب زید مجدہ مفتی بدار العلوم عیدگاہ کبیر والہ ضلع ملتان

العزیز الاسعد المولوی مقصود احمد زاد اللہ علمہ وعملہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ما احسن ما صنعت یا اخی - رسالتک جامعۃ لسوانح شیخنا المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ - ومطالعتھا توجب محبتہ۔

جزاک اللہ احسن الجزاء وزاد فی قلبک حب الصالحین جعلک اللہ مغلاقا للشر ومفتاحا للخیر۔

العبد علی محمد تلمیذ الشیخ الاسلام قدس سرہ المدرس بدار العلوم کبیر والہ

۲۹ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرۂ نسب حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ

سیدنا و مولانا سید الاولین والآخرین محبوب رب العالمین محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

★ سیدنا الامام حسین رضی اللہ عنہ ★ — سیدنا الامام علی زین العابدین رح ★ سید حسین اصغر رح ★ سید علی رح ★ سید موسیٰ حمصہ رح ★ سید حسین رحمۃ اللہ علیہ ★ سید محمد مدنی المعروف بہ سید ناصر ترمذی رح ★ سید حسین رحمۃ اللہ علیہ ★ سید علی رح ★ حضرت مخدوم سید شاہ احمد توختہ تمثال رسول (علیہ السلام) ★ سید شاہ محمد رح ★ سید شاہ عمر رح ★ سید شاہ ابوبکر رح ★ سید شاہ حمزہ ★ سید شاہ احمد ناہد رح ★ سید شاہ زید رح ★ شاہ نور الحق رحمہم اللہ تعالیٰ ★ شاہ محمد ناہدی رح ★ شاہ عبد الواحد ★ شاہ راجو رحمۃ اللہ علیہ ★ شاہ منور رحمۃ اللہ علیہ ★ شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ ★ شاہ لدھن رح ★ شاہ محمود رح ★ شاہ محب اللہ شاہ صفت اللہ رح ★ شاہ خیر اللہ رح ★ شاہ محمد ماہ شاہی رح ★ شاہ مدن رح سید شاہ نور اشرف رح ★ سید جہانگیر بخش ★ سید پیر علی ★ سید حبیب اللہ ...... ★ سیدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

مولانا سید اسعد سجادہ — حافظ ارشد سلمہ — سید اسجد سلمہ — ریحانہ ... احمد سلمہ — عمرانہ — صفوانہ — فریحہ

مجاہد اعظم حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ

آپ کا رنگ گندمی تھا۔ قد درمیانہ گٹھا ہوا۔ مضبوط جسم۔ آنکھیں بڑی بڑی سیاہ، کشادہ پیشانی۔ گھنی داڑھی، ناک نہ زیادہ اٹھی ہوئی اور نہ زیادہ لمبی، متوسط اور درمیانی، سینہ نہایت چوڑا، دوہرا بدن۔ انگلیاں پُرگوشت

سنہ ولادت، پرورش، تعلیم و تربیت

حضرت مجاہد اعظم کی ولادت ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۸۷۹ء پیر اور منگل کی درمیانی شب میں گیارہ بجے قصبہ بانگرمئو ضلع اناؤ میں ہوئی۔ آنجناب کے والد محترم کا نام مولانا سید حبیب اللہ صاحب تھا۔ حضرت مولانا کے والد رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص تھے آپ کا شمار اہل اللہ میں کیا جاتا تھا۔ آپ بڑے متوکل تھے۔ آپ نے کمال فراست سے کام کیا۔ اور نام حسین احمد رکھا۔ یہ بات منجانب اللہ تھی۔ کہ تاریخی نام چراغ محمد نکلا۔ حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی وطن ٹانڈہ اللہ داد پور ضلع فیض آباد یوپی تھا۔ آپ حسینی سید تھے۔

آپ نے اپنے اس ہونہار بچے کو انتہائی لاڈ اور پیار سے پرورش فرمایا جب یہ ولی کا بچہ پڑھنے کی عمر تک پہنچا۔ تو اس کو مڈل اسکول میں داخل کر دیا گیا۔ اس ولی کے بچے ولی نے تھوڑی ہی عمر میں اردو حساب، لکھنا، پڑھنا سب کچھ سیکھ لیا۔ آپ کے والد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہونہار بچے کی صلاحیتوں کو دیکھا۔ اور

ارادہ کرلیا۔ کہ اب اسکول، کالج کی تعلیم کے بجائے کسی شیخ کامل متبحر عالم کی خدمت میں اپنے بچے کو رکھا جائے چنانچہ اپنے لاڈلے فرزند کو انتہائی کم عمری میں اپنے سے جدا کرکے صرف ۱۲ سال کی عمر میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دیوبند بھیج دیا۔

چنانچہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب اگرچہ بہت کم عمر تھے۔ مگر حضرت شیخ الہند بھانپ گئے۔ کہ یہ بچہ بڑی صلاحیتوں کا مالک ہے اس لئے حضرت شیخ الہندؒ اس بچے کی خصوصی تربیت میں مصروف ہوگئے۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے۔ کہ حضرت شیخ الہند ایک مجتہدانہ دل دماغ رکھنے والے جید عالم تھے۔ آپ کی تربیت تو کھوٹوں کو کھرا بنا دیتی تھی۔ اور حسین احمد تو صلاحیتوں سے بھرپور لڑکا تھا۔ استاد محترم کی توجہ خاص کا مرکز بنا۔ لہٰذا صرف ساڑھے چھ سال میں یہ لڑکا حسین احمد سے مولانا حسین احمد بن کر دارالعلوم سے نکلا۔ صفر ۱۳۰۹ھ سے شعبان ۱۳۱۶ھ تک دیوبند قیام رہا۔ اور مختلف علوم و فنون کی ستر سٹھ کتابیں جو سترہ فنون سے متعلق ہیں ساڑھے چھ برس کی مدت میں پڑھیں ان ۶۷ کتب میں سے جو بائیس ۲۲ کتب اپنے مشفق استاد شیخ الہند سے پڑھیں۔

جو کتابیں جن اساتذہ سے پڑھیں ان کی فہرست

(۱) حضرت شیخ الہندؒ سے دستور المبتدی۔ زرادی زنجانی۔ مراح الارواح۔ قال اقول مرقات۔ شرح تہذیب۔ تہذیب قطبی تصدیقات وتصورات۔ مجسطی۔ مفید الطالبین۔ نفحۃ الیمن۔ مطول۔ ہدایہ اخیرین۔ ترمذی شریف بخاری شریف۔ ابوداؤد شریف۔ تفسیر بیضاوی۔ نخبۃ الفکر۔ شرح عقائد نسفی۔ حاشیہ خیالی۔ مؤطا امام مالک۔ مؤطا امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ (۲) مولانا ذوالفقار علی صاحب (والد ماجد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہما) فصول اکبری (۳) مولانا عبدالعلی صاحب مدرس دوم دارالعلوم مسلم شریف۔ نسائی شریف۔ ابن ماجہ سبعہ معلقہ۔ حمداللہ

صدرا۔ شمس بازغہ۔ توضیح تلویح۔ تصریح۔ (۴) مولانا خلیل احمد صاحب رح تلخیص المفتاح (۵) مولانا الحکیم محمد حسن رح۔ پنج گنج۔ صرف میر۔ نحو میر۔ مختصر المعانی۔ سلم العلوم۔ ملاحسن جلالین شریف۔ ہدایہ اولین (۶) مولانا المفتی عزیز الحق صاحب رح۔ شرح جامی بحث فعل کافیہ۔ ہدایۃ النحو۔ نیتہ المصلی۔ کنز الدقائق۔ شرح وقایہ۔ شرح مائۃ عامل۔ اصول الشاشی (۷) مولانا غلام رسول صاحب رح۔ نور الانوار۔ حسامی۔ قاضی مبارک۔ شمائل ترمذی ۔۔۔ (۸) مولانا منفعت علی صاحب رح۔ میر زاہد رسالہ۔ میر زاہد۔ ملا جلال۔ میبذی۔ خلاصۃ الحساب۔ رشیدیہ۔ سراجی۔ (۹) مولانا الحافظ احمد صاحب رح شرح ملا جامی بحث اسم (۱۰) مولانا حبیب الرحمان صاحب رح مقامات حریری۔ دیوان المتنبی۔
(۱۱) بڑے بھائی صاحب۔ میزان الصرف۔ منشعب۔ ایساغوجی غرضیکہ ان مختلف علوم وفنون کی سڑسٹھ کتابیں جو سترہ فنون سے متعلق ہیں۔ ساڑھے چھ برس کی مدت میں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

دار العلوم دیوبند کا امتحان اور مولینا سید حسین احمد صاحب مدنی

دار العلوم دیوبند کا امتحان ابتداءً نہایت سخت رکھا گیا ہے۔ خواہ تقریری ہو یا تحریری۔ امتحان میں بھی طالب العلم کو موقع امتحان پر غور وفکر کا موقع اور وقت نہیں دیا جاتا۔ جہاں سے ممتحن چاہے فوری طور پر پوچھتا ہے۔ تحریری امتحان میں بھی تمام کتاب میں سے جس مقدار کو طلباء نے پڑھا ہے صرف تین سوال دیئے جاتے ہیں۔ مفروضہ نمبر کچھ نہیں ہوتے نہ زائد سوالات دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ طالب علم اس دس بارہ سوالات میں سے انتخاب کرکے جو سوالات پسند آئے اس کو لکھے۔ اور مفروضہ نمبروں سے ایک تہائی حاصل کر لینے پر کامیاب شمار کیا جا سکے کاش اگر ایسا کیا جا سکتا (جب کہ سرکاری کالجوں اور یونیورسٹیوں وغیرہ میں رائج ہے) تو شاید ناکام طلباء کا وہاں وجود ہی باقی نہ رہتا۔ یہی وجہ ہے جب دار العلوم کا طالب علم کسی ادارہ (مولوی فاضل۔ مولوی عالم

وغیرہ میں داخل ہو جاتا ہے یا انگریزی زبان کے درجات میں تعلیم حاصل کرکے امتحان دیتا ہے تو اپنی جماعتوں میں غیر معمولی امتیاز حاصل کر لیتا ہے جس کی نظیریں بکثرت موجود ہیں۔ دارالعلوم میں ابتداء کے نمبر ہائے امتحانیہ اٹھارہ۔ انیس۔ بیس مقرر تھے۔ اول درجہ بیس کا تھا اور اوسط انیس۔ اور ادنیٰ اٹھارہ کا۔ اس سے کم نمبروں پر طالب علم انعامی سے گیرا ہوا شمار ہوتا تھا۔ اور اس کو فیل ہونے والا کہا جاتا تھا۔ اگر کوئی طالب علم غیر معمولی استعداد والا ہوتا تھا۔ اس کو ممتحن بیس سے زائد نمبر بھی دیتا تھا۔ زوکہ درجہ اعلیٰ کے نمبروں میں سے سمجھا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت مولٰنا سید حسین احمد صاحب مدنی نے اکیس اکیس اور بائیس بائیس اور تئیس تئیس تک کتابوں میں نمبر حاصل کئے۔ اس کے بعد اراکین مدرسہ نے امتحانی اور تعلیمی ضرورتوں کی بنا پر اس قاعدہ میں تبدیلی کی اور ادنیٰ درجہ کامیابی کا چالیس اور متوسط درجہ پینتالیس اور اول درجہ پچاس مقرر کیا۔ اس تغیر کے بعد بھی آپ نے اکیاون۔ باون۔ ترپن اور صدرا جیسی ادق اور مشکل کتاب میں پچھتر نمبر تک حاصل کئے۔ سبحان اللہ فلیر غبوا فیہ۔

اب حضرت مولٰنا سید حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو روحانی تربیت کی فکر ہوئی استاد محترم سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے خود بیعت سے انکار فرمایا اور انتہائی شفقت سے حکم فرمایا۔ کہ قطب عالم حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ حسب الحکم استاد محترم گنگوہ تشریف لے گئے۔ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرما لیا۔

اب حضرت مولٰنا سید حسین احمد دو کامل انسانوں کے درمیان روحانی تربیت پاتے ہیں۔ حضرت کی محنت صلاحیت خلوص للّٰہیت کا یہ اثر تھا۔ کہ شیخ الہند اور حضرت گنگوہیؒ دونوں فریفتہ تھے۔ اور چاہتے تھے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب کچھ حسین احمد کو دے دیں چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں روحانیت کا درس حاصل کرکے ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے۔

مدینہ منورہ کا پہلا سفر ۱۳۱۶ھ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مع اہل وعیال کے بیت اللہ شریف کو ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ ان کے ساتھ حجاز تشریف لے گئے۔ روانگی سے قبل حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے محبوب مرید کو ہدایت فرمائی۔ کہ مکہ معظمہ میں ہمارے پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ موجود ہیں۔ ان کی امکانی خدمت کرنا۔ چنانچہ حضرت شیخ نے مکہ معظمہ پہونچ کر حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت شروع کی اور کمال درجہ کی محنت فرمائی۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں سلوک کے مراحل طے کرنے لگے۔ چند دن میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اتنے خوش ہوگئے۔ کہ حضرت حاجی صاحب نے بھی اپنے روحانی خزانہ کی چابیاں حسین احمد کو دے کر فرمایا۔ کہ اس میں جو کچھ ہے تیرے لئے ہے۔ اب اس مادر زاد ولی کے تین مربی۔ تین شیخ تینوں کا منظور نظر۔ تین ولیوں کی توجہ کا مرکز حسین احمدؒ چند ماہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں رہ کر مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ اور مدینہ منورہ میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے۔ جو خود ولی تھے۔

مدینہ منورہ میں درس وتدریس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان مدینہ منورہ میں بے کس مسافر کی طرح داخل ہوا۔ وہاں ایک صاحب نے اپنا مکان ان حضرات کو رہنے کے لئے دے دیا۔ اس میں ان حضرات نے سکونت اختیار کی۔ جن صاحب نے اپنا مکان رہنے کو دیا تھا۔ ان کا ایک مدرسہ تھا۔ اس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ تعلیم دینے لگے۔ مگر یہ صاحب مزاج کے کچھ اچھے نہ تھے۔ اس لئے تھوڑے ہی دن بعد کچھ ناگواری پیش آئی۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مدرسہ سے سلسلہ تدریس ترک فرما دیا۔ اور ان صاحب نے

اپنا مکان خالی کرنے پر زور دیا چنانچہ یہ حضرات مکان خالی کرنے پر مجبور ہو گئے۔
حضرت رحمۃ اللہ کے والد ماجد نے زمین خرید لی اس پر مکان تعمیر کرنے کے لئے
رقم نہ تھی۔ حضرت کے والد رحمۃ اللہ علیہ معماری کا کام کرنے لگے۔ اور حضرت رحمۃ اللہ
علیہ اور خاندان کے دوسرے افراد مزدور کا کام کرتے تھے۔ یعنی اینٹ پتھر گارا دیتے
تھے۔ یہ مکان ہمارے بزرگوں کو مولانا عبدالحق مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۸ء میں دکھایا
اور ان اسد والوں کی محنت شاقہ کا حال بیان فرمایا تھا۔
عرب کے چند ممتاز شاگرد۔ مولانا عبدالحفیظ کردی جو مدینہ منورہ میں محکمہ کبریٰ
الٰہی کمانڈر تھے۔ مولانا احمد بساطی جو مدینہ طیبہ میں نائب مفتی محمود عبدالجواد مدینہ
میونسپلٹی کے چیئرمین۔ مشہور الجزائری عالم۔ و مجاہد شیخ بشیر ابراہیمی و حضرت مولانا۔
عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

تعارف حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے۔ اور ان کا حضرت شیخ الاسلام سے کیا تعلق تھا۔ حضرت مولانا عبدالحق
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی وطن۔ دیوبند اور آپ عثمانی شیخ زادہ تھے۔ آپ کے والد
ڈاکٹر رفاقت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ برطانوی فوج میں ڈاکٹر ہو کر افریقہ تشریف
لے گئے تھے۔ انگریزوں کی ظالمانہ سیاست ان کو پسند نہ تھی۔ وہاں سے جوش اسلامی
کی وجہ سے مجبور ہو کر فرار ہوئے۔ بشوق زیارت حرمین الشریفین حجاز مقدس پہونچ
گئے۔ اور مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ ترکی فوج میں ملازم ہوئے۔ اور اپنے فن ڈاکٹری
میں اچھی شہرت حاصل کی۔ تمام زندگی خوش حالی سے بسر کی۔ مولانا عبدالحق صاحب
مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے وہیں آپ نے تعلیم پائی۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ
کے مخصوص شاگرد رہے۔ بعد فراغت تعلیمی خدمات میں مصروف رہے۔ مدینہ منورہ شام

مکہ معظمہ میں باقاعدہ درس دیا۔ شعر و شاعری کا خاص ذوق تھا۔ حجاز مقدس کے بلند پایہ شعراء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ جرمنی کے زمانہ میں جب عربوں نے ٹرکی حکومت کے خاتمہ پر بے پناہ مصائب برداشت کئے۔ جن کے تذکرہ سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ طویل مصائب کے بعد آپ ہندوستان تشریف لائے۔ ابتدائی وقت میں چند سال آپ کا قیام کراچی میں رہا۔ وہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ محلہ کھڈہ میں درس حدیث و تفسیر کی خدمت انجام دیتے رہے۔ بعدہ مراد آباد مدرسہ امدادیہ میں جناب حاجی محمد اکبر صاحب مہتمم مدرسہ کے اصرار پر تشریف لائے ۱۹۳۲ء میں آپ جامع قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کے اعزازی صدر مہتمم بنائے گئے۔ آپ کی توجہات سے مدرسہ نے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کی۔ آپ روزانہ صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک کا ترجمہ مسجد شاہی میں بیان فرماتے تھے۔ جس میں سینکڑوں مسلمان تمام محلوں سے آ آ کر شریک ہوتے تھے۔ رمضان شریف میں آپ شاہی مسجد میں قرآن کریم تراویح میں سناتے تھے۔ دور دور سے لوگ سننے کے لئے آتے تھے۔ زہد اور تقویٰ اور شب بیداری میں آپ کی شان نرالی تھی۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام کی مدنی زندگی سے پورے پورے واقف تھے۔ کبھی کبھی حضرت شیخ الاسلام کے حالات پر گھنٹوں تبصرہ فرماتے تھے۔

ان اللہ کے پیاروں کا سخت امتحان حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے خاندان کے اپنے بے تکیے اور ناہموار مکان میں سر چھپانے کے قابل ہو گئے۔ مگر ابھی تھوڑا سا وقت گذرا تھا کہ جو اثاثہ ان حضرات کے پاس تھا وہ ختم ہونے لگا۔ آہ اب ان اللہ والوں پر فاقہ کرنے کا وقت قریب آ گیا۔ حضرت شیخ الاسلام کے والد بزرگوار نے اپنے نیک دل صاحبزادوں کو بٹھا کر فرمایا۔ کہ میں تو یہاں ہجرت کر کے آیا ہوں اور تم لوگ زیارت حرمین کی غرض سے

آئے تھے۔ بحمداللہ تمہاری مرادیں پوری ہوگئیں۔ تم زیارت حرمین سے فارغ ہوگئے۔ اب یہاں رہ کر مصیبت اٹھانے سے کیا فائدہ۔ میرے پاس ابھی تک کچھ زیور۔ برتن۔ نقدی اتنے ہیں۔ کہ ان کو فروخت کرکے تم کسی نہ کسی طرح وطن پہونچ سکتے ہو اس لئے میری رائے ہے کہ تم سب وطن کو واپس جاؤ۔ مگر اس مرد مجاہد سراپا ایثار۔ صبر و استقامت کے پہاڑ حسین احمد نے انتہائی ادب سے والد بزرگوار کو جواب دیا۔ کہ حضرت ہم حرم محترم سے کسی طرح جدا ہونے پر تیار نہیں۔ ہم فاقہ کریں گے۔ ہمیں اناج نہیں ملے گا۔ جنگل کے پتے کھا کر گذر کریں گے۔ پروردگار نے ہماری قسمت میں جو کچھ لکھا ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ خدا ہمارا رازق ہے۔ والد بزرگوار اپنے نیک اور سعادت مند فرزند کے جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور سب نے اپنا وطن مدینہ منورہ کو بنالیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ اللہ والے سخت قسم کے امتحان میں مبتلا ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ کئی کئی وقت کے فاقوں کی نوبت آئی۔ مگر یہ اللہ کے خاص بندے اپنی حالت کو چھپاتے رہے۔ کسی سے اپنی حالت بیان نہ کی۔ اس اصول پر سختی سے کاربند رہے۔ اللہ دے گا۔ تو کھائیں گے۔ مگر اللہ کے بندوں سے ہرگز سوال نہ کریں گے۔ اللہ رے استقامت!۔ ان اللہ کے خاص بندوں کا یہ حال تھا۔ کہ کئی کئی روز فاقہ کر کے تھوڑی سی مونگ میسر آئی۔ اس کو ابال کر صرف نمک ڈال کر پانی جیسی پتلی کر کے تھوڑی تھوڑی سب پی لیتے۔ اور خدا کا شکر ادا کرتے۔ مدینہ منورہ کے خاص خاص تعلق والے حضرات بھی ان اللہ والوں کے حالات سے بالکل بے خبر تھے۔ اس فاقہ مستی کے زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام نے حرم شریف میں درس دینا شروع کیا۔ اور کمال یہ تھا۔ کہ دس دس بارہ بارہ سبق پڑھاتے تھے۔ اللہ اکبر اس صابر اعظم کے شاگرد محسوس تک نہ کرسکے کہ شیخ پر فاقہ ہے۔ آہ یہ مصیبت اور ابتلاء۔ آزمائش کا زمانہ شاگردوں نے شیخ الحرم کا خطاب دیا۔ جو یقیناً درست تھا۔ اے اللہ! تیری شان

سے بے نیازی کے قربان کہ تو اپنے فدائیوں کی تکلیفیں دیکھے اور لبس۔

حضرت شیخ الاسلام کی خودداری

حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میرے والد ڈاکٹر رفاقت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خواہش تھی۔ کہ مجھے پڑھانے کے لئے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مکان پر تشریف لائیں اور جو رقم حضرت فرمائیں گے وہ ماہوار پیش کروں گا۔ مگر حضرت راضی نہ ہوئے۔ اصرار کیا اور حد درجہ مجبور کرنے کی کوشش کی۔ مگر حضرت کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ اللہ رے استقامت! یہ وہ وقت تھا۔ کہ جب فاقہ کی یہ حالت تھی۔ کہ گھر کے تیرہ آدمی تین پاؤ مسور کے پانی پر قناعت کیا کرتے تھے۔ مگر حضرت سید حسین احمد صاحب نے ٹیوشن پر پڑھانا کسی طرح گوارہ نہیں فرمایا۔ یہ اصرار تھا۔ کہ عبدالحق کو حرم شریف میں بھیجو۔ بلا معاوضہ حسبۃ للہ پڑھاؤں گا۔ طرفین سے یہ اصرار عجیب تھا۔ اور اسی میں تقریباً چھ ماہ گذر گئے۔ آخر کار ڈاکٹر رفاقت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خودداری۔ استغنا اور استقامت پابندیٔ اصول کے سامنے سپر ڈال دی الحاصل حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حسبۃ للہ (بلا کسی معاوضہ کے) حرم شریف میں پڑھانا شروع کردیا۔ انتہائی شفقت سے تعلیم دی۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ استاد محترم نے میرے ساتھ جتنی محنت فرمائی۔ اگر میں اس سے آدھی محنت کرلیتا۔ تو میں خدا جانے کیا ہوتا۔ کمال یہ ہے۔ کہ ڈاکٹر رفاقت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے حضرت کے والد بزرگ حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت تعلقات تھے۔ اکثر وقت ساتھ رہتے تھے۔ مگر ان اللہ والوں کے اندرونی فاقہ مستی اور خانگی پریشانی کی خبر ڈاکٹر صاحب کو بھی نہ ہوئی۔ آج کے علماء کے لئے یہ حقیقت انتہائی سبق آموز ہے۔ اس وقت حضرت

شیخ الاسلام کی عمر تقریباً چوبیس۲۴ سال تھی ۔
یعنی خاص دورِ شباب و نشاط تھا جس میں یہ استغناء یہ استقامت یہ خود داری یہ صبر و شکر یہ زہد و تقویٰ اور مجاہدات پابندی اصول و ریاضات کی یہ شان ہے سچ تو یہ ہے کہ یہ صرف شیخ الاسلام ہی کر سکتے تھے اوروں سے مشکل ہے۔

شیخ الاسلام کا روزہ

حضرت مولینا عبد الحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا گیا ۔ کہ مدینہ منورہ والے حضرت شیخ الاسلام کی اتنی عزت کرتے تھے ۔ کہ کسی دوسرے عالم کی اتنی عزت نہ کرتے تھے ۔ مگر حضرت رمضان شریف میں روزہ پر روزہ رکھتے اور کسی کو خبر تک نہ ہوتی ۔ مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ۔ کہ مجھے شوق ہوا ۔ کہ آج استاد محترم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب کی ساتھ افطار سحر کی جائے ۔ چنانچہ کھانا پکوا کر حرم شریف لایا ۔ اور انتظار کرتا رہا کہ اب حضرت کے گھر سے بھی کھانا آئے گا ۔ مغرب قریب ہوگئی ۔ اور کھانا نہ آیا ۔ میں نے دسترخوان بچھایا ۔ اور حضرت والا سے عرض کیا ۔ کہ تشریف لائیں ۔ جواب میں حضور والا نے فرمایا ۔ کہ آپ کھانا کھائیں ۔ میں روزہ کھجور سے افطار کروں گا ۔ میں نے عرض کیا ۔ کہ حضرت میں تو اس شوق میں حاضر ہوا ہوں ۔ کہ کھانا حضور کے ساتھ کھاؤں ۔ آپ روزہ کھجور سے افطار فرمائیں ۔ میں بھی کھجور سے افطار کروں گا ۔ مگر میرے ساتھ کھانے میں شرکت فرمائیں ۔ چنانچہ حضرت والا نے میری ضد پوری فرمائی ۔ اور کچھ تھوڑا سا کھانا کھا کر نماز میں شریک ہو گئے ۔ اس نماز کے سلسلہ کو حضرت نے عشاء تک جاری رکھا ۔ تراویح شروع ہوگئی ۔ بعد ختم تراویح میں نے پھر درخواست کی ۔ تو انتہائی لاپرواہی سے فرمایا ۔ کہ سحر میں دیکھا جائے گا ۔ حضرت والا سحر تک عبادت الٰہی میں مشغول رہے ۔ اور میں سو گیا ۔ حضرت نے مجھے وقت پر جگایا ۔ اور انتہائی استغناء سے ساتھ فرمایا ۔ کہ تم کھانا کھالو ۔ اس وقت میں نے سوال کیا ۔ کہ حضرت یہ کیا بات ہے ،

کہ آنجناب کے گھر سے افطار پر کھانا نہیں آیا۔ اور اب سحری میں بھی کھانا نہیں آیا۔
آہ اس وقت بھی شیخ الاسلام اپنی حالت کو اور اپنی سفلوک الحالی کو چھپانا چاہتے تھے
بہت کوشش کی۔ اِدھر اُدھر کی باتوں میں مجھے لگایا۔ مگر میں نے اصرار شروع کر دیا۔
حضرت والا ہنستے تھے اور مختلف طریق سے میرے اصرار کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ مگر میرا
اصرار ضد کی حد میں تھا۔ غرض میں نے حضرت والا کو مجبور کر دیا۔ تب اتنا فرمایا۔ کہ آج
گھر میں شاید کچھ نہیں تھا۔ غرض میں نے زبردستی حضرت کو کھانا کھلانے کے لئے بٹھایا
حضرت والا نے کھانا کھاتے ہوئے فرمایا۔ کہ عبدالحق! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم کی سنت کبھی کبھی تو پوری ہونی ہی چاہئے۔ اس وقت انتہائی بزرگانہ انداز تھا۔
اور انتہائی لجاجت کے لہجہ میں فرمایا۔ کہ میرے گھر کی بات کسی سے نہ کہنا حضرت مولانا
عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کم عمر تھے۔ مگر استاذ محترم کے فرمان کی پوری پوری
پابندی کی۔ اور کسی سے حضرت کے گھر کے حالات بیان نہیں کئے۔
اللہ اللہ۔ یہ اللہ والوں کی جماعت کیسے کیسے امتحانات میں مبتلا ہوئی۔ اس اللہ
والوں کے قافلہ میں سب عالم ہی نہیں تھے۔ ان میں عورتیں تھیں۔ ان میں بچے تھے۔
ان میں کچھ قوی تھے۔ تو کچھ ضعیف بھی تھے۔ مگر صبر و استقامت کا یہ عالم تھا۔ کسی کی
زبان سے کسی وقت بے صبری اور ناشکری کا فقرہ کسی نے نہ سنا۔

امدادِ غیبی جب اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے اس برگزیدہ قافلہ کا سخت سے
سخت امتحان فرمایا۔ تب رحمت باری جوش میں آئی۔ مولانا عبدالحق
صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ اس ابتلاء اور آزمائش کے بعد مصیبت کے بادل چھٹے
اور سبب اس طرح بنا۔ کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند مہاجر مدینہ
طیبہ میں مقیم تھے۔ ان کا انتقال ہونے لگا۔ انہوں نے وفات سے پہلے حضرت شیخ الاسلام
کو بلا کر اپنا تمام سرمایہ انتہائی اصرار سے عقیدت مندانہ انداز میں حضرت کے سامنے پیش

کیا۔ مگر اللہ اللہ۔ شیخ الاسلام کی بے نیازی اور استغناء کہ صاف انکار فرمادیا۔ اس فاقہ مستی میں انکار صرف حسین احمد ہی کا کام تھا۔ مگر اس جنتی مہاجر نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن پکڑ کر فرمایا۔ کہ اے شیخ الحرم۔ تجھے خدا کی قسم تجھے محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ میری آرزو کو پامال نہ کر۔ اے سید زادہ یقین کر۔ کہ یہ زکوٰۃ۔ صدقہ خیرات نہیں ہے۔ یہ ہدیہ ہے اس کو قبول فرمالو۔ اس وقت شیخ رحمۃ اللہ علیہ مجبور ہو گئے۔ اور یہ ہدیہ قبول فرمالیا۔ مگر اللہ اللہ حسین احمد واقعی سید زادہ تھا۔

۔ اس سید زادہ نے ہدیہ قبول تو فرمالیا۔ مگر مارے شرم کے اس مہاجر کے پاس بیٹھ کر گھنٹوں اٹھ نہ سکے۔ ہائے آج ایسا غیرت مند انسان اس دنیا میں کون ہے اس سرمایہ کی حیثیت بھی صرف چھ سو روپیہ تھی۔ یہ چھ سو روپیہ لے کر اپنے قبیلہ میں تشریف لے گئے۔ والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کر کے پورا قصہ سنایا۔ وہ اللہ کا حبیب چونک کر بولا۔ حسین احمد! یہ مال تو اس مہاجر کے وارثان کا حق ہے تم کیوں لائے۔ تحقیق سے معلوم ہوا۔ کہ مہاجر لاوارث تھے۔ آج کی دنیا والے اپنے اپنے دلوں پر ہاتھ رکھیں۔ اور سوچیں کہ یہ اللہ والوں کی جماعت کتنا استقلال رکھتی تھی۔

حضرت اور ان کے بھائیوں کی تجارت اور نقل کتب

اب اس اللہ والوں کی جماعت کے سرتاج حضرت

مولانا سید حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صرف چھ سو روپیہ کا سرمایہ تھا اپنے سب گھر کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ یہ سرمایہ اگر ویسے ہی بیٹھے بیٹھے کھاتے رہے تو جلد ختم ہو جائے گا۔ مناسب ہے کہ اس رقم سے کوئی کاروبار کیا جائے۔ اس اللہ کے پیارے کے ارشاد پر سب نے لبیک کہا اور تجارت کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ باب الرحمت اور باب السلام کے درمیان ایک دکان کرایہ پر لے کر۔ پرچون کا سامان۔ بساط خانہ کا سامان اور کھجوروں کی تجارت کی گئی۔ آہ! ۔ شیخ الحرم۔ محدث اعظم۔ مجاہد جلیل۔ ایک وقت

حرم شریف میں تشریف لا کر اگر حدیث کا درس دیتے تھے۔ تو دوسرے وقت دکان دار تھے بازار سے مال خرید کر لاتے اور دکان پہ بیٹھ کر فروخت فرماتے تھے گاہکوں سے معاملہ فرماتے تھے۔ لیکن یہ قلیل رقم کی تجارت تمام اخراجات کی کفیل نہ ہوسکی۔ تو شیخ الحرم نے نقل کتب یعنی اجرت پر کتابیں نقل کرنے کا کام شروع کر دیا۔ آپ عربی خط میں کتابیں نقل فرماتے تھے۔ اور اجرت حاصل کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں اس وقت دو کتب خانہ تھے ایک کا نام شیخ الاسلام۔ اور دوسرے کا نام محمودیہ تھا۔ ان دونوں کتب خانوں میں قلمی کتابیں بکثرت تھیں۔ مدینہ منورہ اور باہر کے آنے والے حضرات اہل علم قلمی کتابیں نقل کراتے تھے۔ ان دونوں کتب خانوں میں سے باہر کتاب لیجانے کی اجازت نہ تھی۔ تین بجے حجازی مطابق ۹ بجے ہندوستانی سے دس بجے حجازی مطابق چار بجے شام ہندوستانی تک کتب خانے کھلے رہتے تھے۔ اس لیے مجبوراً اوقات کی پابندی کرنی پڑتی تھی۔ اور وقت بہت کم ملتا تھا۔ اپنے مشاغل درس تدریس کے سوا مدینہ طیبہ کے مشہور معمر عالم مولانا شیخ آفندی عبدالجلیل براده رحمۃ اللہ علیہ سے شام کو ادب عربی کی کتابیں خود پڑھتے تھے۔ یہاں یہ بات بھی نقل کر دوں کہ اس وقت کا پڑھنا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل تھی۔

جب مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی آخر شعبان ۱۳۱۶ھ میں مع برادران کے دیوبند سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے تھے تو بہت لوگ اسٹیشن تک پہنچانے کے لئے ساتھ گئے تھے۔ ان میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے حضرت کے استاد محترم تھے۔ وہ بھی پاپیادہ اسٹیشن تک پہونچانے کے لئے ساتھ گئے تھے۔ راستہ میں عزیز شاگرد کو خاص طریق پر ہدایت فرمائی تھی۔ کہ پڑھنا پڑھانا نہ چھوڑنا۔ چاہے ایک ہی طالب علم ہو۔ اپنے استاد محترم کے حکم کی تعمیل میں ایک دو سبق ضرور پڑھتے تھے۔ اور حضرت حرم شریف میں بارہ بارہ۔ تیرہ تیرہ سبق پڑھاتے تھے۔

ظاہر ہے کہ اتنے مشاغل کی موجودگی میں نقول کا کام کتنا ہوتا ہوگا۔ مگر واہ رے مرد مجاہد۔ دوکان داری۔ پڑھنا۔ پڑھانا۔ نقول کتب کا کام سب کچھ کیا اور کبھی آرام کا تصور تک نہ آیا۔ اس پر بس نہیں۔ بلکہ مستعد طلباء اور اہل علم حضرات زانوئے شاگردی طے کرنے کے لئے بیقرار رہتے اور گاہے گاہے حضرت کو پریشان کرتے تھے۔ مگر حضرت شیخ الحرم کے چہرہ مبارک سے کبھی تکدر پریشانی کا اظہار نہ ہوتا تھا

اصلاح باطن کا خیال

مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ دن بھر مذکورہ بالا مشاغل میں معروف رہتے تھے۔ اور رات کو حرم شریف میں ذکر اللہ فرماتے تھے۔ کبھی کبھی مراقب دیکھا۔ صرف اتنے ہی پر بس نہیں اخیر میں یہ بھی دیکھا گیا۔ کہ حضرت شیخ الاسلام مدینہ منورہ سے باہر جھاڑیوں میں چھپ چھپ کر ذکر اللہ فرماتے تھے۔ صبح کو حضرت پر نیند کا انتہائی غلبہ ہوتا تھا۔ مگر چہرہ مبارک کا انتہائی نور معلوم ہوتا تھا۔ مگر رفقاء اتنا فرماتے تھے۔ کہ ایک دن کسی نے سوال کیا۔ کہ حضرت آپ کو فلاں باغ والے نے فلاں جگہ ذکر اللہ میں مشغول دیکھا۔ آپ حرم شریف کو چھوڑ کر جنگل کو کیوں پسند فرماتے ہیں۔ بس حضرت بگڑ گئے۔ اور غصہ سے فرمایا۔ کہ سبق پڑھو۔ بے کار باتیں نہ کرو۔ حضرت اصلاح باطن میں پوری طرح لگے ہوئے تھے اور کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ اس وقت کے احوال کا علم کسی کو نہ تھا۔ لیکن اس وقت بزرگان ہند کا تعلق قلبی حضرت کو پریشان کئے ہوئے تھا۔ ہر وقت ہر سبق میں کبھی استاد محترم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے اصل سبق کی بحثوں سے ہٹ جاتے۔ اور خبر تک نہ ہوتی تھی۔ پھر فرماتے کہ میں مقصد سے ہٹکر دوسری باتیں کرنے لگا۔ کبھی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ انہی ایام میں بعض خطوط لکھے اپنے احوال اور واردات کی اطلاع قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دی۔ اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ حضرت گنگوہی نے لکھا۔ کہ چند روز کے لئے میرے پاس آجاؤ۔ کیونکہ مکہ معظمہ میں حضرت حاجی

امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۳۱۷ھ میں ہو چکا تھا۔ اس گرامی نامہ کو پڑھ کر حضرت شیخ الاسلام بے حد خوش۔ مگر بے قرار کہ کسی طرح ہندوستان پونہچ جاؤں اللہ اللہ! اتنی بڑی مسند درس پر بیٹھنے کے بعد بھی اصلاح باطنی کو اس قدر اہم اور ضروری سمجھا۔ یہ صرف شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ہی کا کمال تھا۔ ان کے بجائے کسی اور کو یہ مقام حاصل ہو جاتا۔ تو خدا جانے اپنے آپ کو کیا سمجھتا۔ مگر اس اللہ کے پیارے حسین احمد مدنی پر ان ایام میں اپنے شیخ کی محبت کا وہ غلبہ ہوا۔ کہ سب چھوڑ چھاڑ ہندوستان کے سفر کا ارادہ فرمایا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے مدینہ منورہ سے ہندوستان کا پہلا سفر

والد ماجد غریب آدمی تھے جو کچھ تھوڑی سی رقم والد بزرگوار کے پاس تھی۔ وہ بڑے بھائی مولانا محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دے چکے تھے۔ مولانا محمد صدیق صاحب بھی بزرگان دیوبند و گنگوہ کی زیارت کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ارادہ ہی بعد میں فرمایا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور معتقدوں کی کچھ کمی نہ تھی۔ مگر یہ کون جانتا تھا۔ کہ شیخ کے گھر میں سوائے سرمایہ توکل علی اللہ کے کچھ نہ تھا۔ اور یہاں صرف سوال تو کیا۔ اشارہ کنایہ بھی خلاف غیرت تھا۔ جو کسی طرح برداشت نہ کیا جا سکتا تھا۔ ایسی حالت میں والد بزرگوار سے اجازت طلب فرمائی۔ اور دعا کی درخواست کی حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو واقعی حبیب اللہ تھے بخوشی اجازت دے کر اپنے محبوب حسین احمد کو جو کچھ اقل قلیل گھر میں تھا۔ دے دیا۔ حضرت کے چند مدینہ طیبہ کے عام و خاص حضرت کے اس سفر سے رنجیدہ تھے۔ شاگردوں نے بہت اصرار سے روکا۔ مگر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ متوکلاً علی اللہ ہندوستان کے سفر پر روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہونچے۔ حج سے فراغت

کے بعد جدہ تشریف لائے۔ مگر بڑے بھائی صاحب سے کہیں ملاقات نہ ہوئی سخت پریشان تھے۔ کہ کسی نے بتایا۔ کہ آپ کے بھائی جہاز کے انتظام کی کلفت اور قلت زادراہ سے پریشان ہوکر واپسی کے ارادہ سے مکہ معظمہ پہونچ گئے۔ اس خبر سے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو بہت رنج ہوا۔ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور حج وغیرہ سے فراغت کے بعد بھائی صاحب کو ہندوستان کے سفر پر آمادہ کرکے پھر جدہ تشریف لائے۔ مگر بھائی صاحب کی زادراہ کا اکثر حصہ ختم ہوچکا تھا۔ رقم اتنی قلیل باقی تھی۔ کہ دخانی جہاز کا ٹکٹ بھی ہندوستان تک کا نہیں لے سکتے تھے مگر یہ اللہ کا خاص بندہ حسین احمد مدنی ارادہ کا پختہ۔ استقامت کا پہاڑ ارادہ فرماچکا تھا۔ شوق سب کچھ کرادیتا ہے اور اللہ والوں کے ارادوں کے سامنے تمام مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں۔ تدبیر یہ فرمائی کہ بادبانی جہاز کا ٹکٹ مسقط تک کا دس دس روپیہ میں لے کر سوار ہوگئے اس سفر میں کتنی کتنی دشواریاں پیش آئیں۔ اس کو خدا اور خدا کے پیارے بندے ہی جانتے ہیں۔ مگر یہ بات معلوم کرکے ہر شخص اندازہ کرے گا۔ کہ یہ بادبانی جہاز ڈیڑھ ماہ میں مسقط تک پہونچا راستہ میں کہاں کہاں بھٹکتا پھرا۔ اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے ہی خوب جانتے ہیں۔ ہمارے شیخ الاسلام کا یہ کمال تھا۔ کہ اپنی پریشانی اپنی مصیبت کا اظہار تک نہیں فرماتے تھے۔ لیکن اتنی بات حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے سنی گئی۔ کہ جہاز والے۔ سامان رسد جس اندازسے لے کر چلے تھے۔ چونکہ اندازہ سے بہت دنوں بعد مسقط پہنچا۔ سامان رسد ختم ہوگیا۔ جہاز پر جتنے حضرات سوار تھے۔ سب کو فاقوں کی نوبت آئی۔ اور سخت پریشانی اٹھانی پڑی۔ حضرت شیخ الاسلام اور شیخ کے برادر بزرگ بھی فاقہ پر فاقہ کرتے ہوئے مسقط پہنچے۔ مسقط پہونچ کر ان بزرگوں نے کھانا کھایا۔ اور اپنے بزرگوں کے ۔۔ مسقط کا مشہور حلوہ خرید۔ا مسقط

میں چند دن قیام فرمایا۔ ایک آگ بوٹ مسقط سے کراچی کو آرہا تھا۔ اس میں دو دو روپیہ دیکر کراچی پہونچے۔ کراچی پہنچے کے بعد رقم کا اندازہ کیا گیا ۔۔۔ وہ صرف ٹکٹ کی قیمت کے برابر تھی۔ اگر کچھ کھانا کھائیں تو رقم کم ہو جائے۔ لہذا ان اللہ کے پیاروں نے طے کر لیا۔ کہ ٹکٹ خریدو۔ خلاصہ یہ کہ ان فاقہ مستوں نے ٹکٹ خرید لیا۔ اب ان اللہ کے برگزیدہ بندوں کے پاس ایک پیسہ بھی نہ رہا۔ آہ افسوس۔ کہ فاقہ پر فاقہ تھا۔ پیسہ پاس نہیں تھا۔ کیا کریں۔ جب بھوک کی شدت سے پریشان ہو گئے۔ تو مجبوراً وہ محبوب تحائف جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور قطب عالم حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے لیئے لے کر چلے تھے جان سے زیادہ عزیز بنا کر رکھے تھے۔ ان کو بیچنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ چنانچہ مسقط کا مشہور حلوہ بیچا گیا۔ تب کچھ کھانا کھایا۔ مدینہ طیبہ کا تحفہ کھجوریں نہ خود کھاتے تھے۔ اور نہ بیچنا گوارا کیا۔ بڑی مشکل سے خدا خدا کرکے یہ فاقہ مست اللہ کے شیدائی۔ محمود و رشید کے پروانے سہارنپور تک پہونچے۔ بڑے بھائی حضرت مولانا صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیدھے گنگوہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کو۔ دیوبند پہونچکر استاد محترم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کے بعد گنگوہ شریف کا سفر پاپیادہ فرما کر گنگوہ پہنچے۔ قطب عالم حضرت مولینا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخلص پروانوں کے منتظر تھے۔ دونوں بھائیوں کے لیئے نئے کپڑوں کے جوڑے تیار کرا کر رکھے تھے۔ بڑے شوق سے اپنے پروانوں کو پہنائے۔ قطب عالم حضرت گنگوہی نے انتہائی محبت اور شوق سے ارشاد و تلقین کرکے باقاعدہ معمولات اور ذکر اللہ میں لگا دیا۔ ایک دن بعد نماز عصر مجمع عام میں بلا کر انتہائی مہربانی اور شفقت سے دونوں بھائیوں کے سر پر اپنے دست مبارک سے دستار خلافت باندھ دی۔ یہ وہ درجہ تھا۔ کہ اس دربار میں شاید کسی کو نصیب ہوا ہو۔ یہ دونوں بزرگ زادے آج خود بزرگ ہونے کی

دستار حاصل کر رہے تھے۔ اور تمام مجمع محو حیرت تھا اور قطب عالم حضرت گنگوہی بہت خوش تھے۔

والپسی ہندوستان سے مدینہ منورہ کو

تقریباً سات ماہ کے بعد ہندوستان سے حجاز مقدس کی والپسی کا ارادہ فرمایا۔ ان سات مہینوں میں انتہائی فیوض و برکات حاصل کر کے گنگوہ سے رخصت ہو کر دیوبند تشریف لائے۔ دیوبند میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند دن رہ کر استاد محترم کی شفقت سے مالا مال ہو کر مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوئے۔ استاد محترم نے کیا دیا۔ یہ سفر کیسے کٹا۔ اس کو صرف شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا پروانہ جانشین شیخ الہند ہی جانتے تھے۔ اب دونوں بزرگ بھائی اپنی اصلی جگہ مدینہ منورہ بخیریت تمام پہنچ گئے۔ وہاں ضعیف والد انتظار کر رہے تھے۔ اپنے لاڈلے بیٹوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ والد بزرگوار اپنے بیٹوں کی نیکی۔ بزرگی۔ زہد۔ تقویٰ۔ صبر و استقامت۔ تحمل اور مجاہدات دیکھ دیکھ کر پھولے نہ سماتے تھے۔

مسجد نبوی میں پھر تدریس کا کام

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحرم کے مدینہ منورہ پہونچنے کی اطلاع منٹوں میں تمام مدینہ منورہ میں پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق ملاقات کے لئے آتے تھے۔ اور زیارت سے مشرف ہو کر واپس جاتے تھے۔ مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا۔ کہ میرا اور دوسرے شاگردوں کا تمبرنی گھنٹوں بعد آیا۔ مختصر یہ کہ چند دن بعد علماء اور معتقدین کے اصرار پر حسب سابق حرم نبوی میں درس دینا شروع فرمادیا۔ حلقہ درس اتنا وسیع ہو گیا۔ کہ دور دراز کے طلباء حضرت کی خدمت میں آتے اور علمی پیاس بجھاتے تھے۔ اس عرصہ میں حضرت شیخ الاسلام کی شہرت دور دور تک پہونچ گئی۔ یہ سب کچھ خدا کے فضل حضرت کی محنت۔ خلوص للہیت۔ کمال علم۔ اور بزرگوں کی دعاؤں کا اثر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے

وہ ترقی عطا فرمائی۔ کہ بڑے بڑے پرانے عالم رشک فرماتے تھے۔ مجھے کچھ ایسی باتیں بھی یاد ہیں۔ کہ فلاں حاسد پیدا ہوا۔ اور فلاں حاسد پیدا ہوا۔ اور حضرت شیخ الحرم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف فلاں پروپیگنڈہ کیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر میں اس داستان کو اس لیے نظر انداز کرتا ہوں۔ کہ شاید بعض لوگوں کو ناگوار ہو۔ میرا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ شیخ مدنی کے مختصر سے مختصر حالات لکھتے ہیں۔ اتنی بات ہر شخص جانتا ہے۔ کہ مدینہ منورہ میں ہر مسلک اور ہر عقیدہ کے لوگ آباد ہیں۔ مثلاً مالکی۔ شافعی۔ حنبلی حنفی۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ بدعتی۔ غیر بدعتی۔ الحاصل ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی بات ایسی پیش آتی رہی۔ جس نے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو پریشان کیا۔ مگر یہ استقامت کا پہاڑ۔ ہر ہر باطل طاقت کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑا رہا۔ باطل کی موجیں اس پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی گئیں۔ اس اللہ کے پیارے حسین احمد مدنی نے ہر موقع پر حق کی صدا بلند کی۔ اس زمانہ کی ایک کتاب الشہاب الثاقب میرے شیخ کی تصانیف میں سے ایک ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا قضیہ و رسالہ حسام الحرمین کی حقیقت

علمائے دیوبند اور ان کے اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جامعین شریعت وطریقت پکے حنفی اور متبع اسلاف اہل سنت والجماعت ہیں اور سلسلۂ تلمذ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی ثم المدنی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی ثم المکی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اسرارہم سے رکھتے ہیں۔ جس طرح سلسلہ ارادت حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب۔ قدس اللہ سرہ العزیز اور ان کے مشائخ طریقت چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ رحمہم اللہ تعالیٰ و رضی عنہم وارضاہم سے رکھتے ہیں۔ عقائد میں وہ سنت اشاعرہ ماتریدیہ

کے قمیع اور اعمال و فروع میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں۔ ان کا علم محض زبانی نہیں ہے۔ بلکہ ان کے قلوب وجوارح بھی حقیقت تقویٰ سے مزین اور منصبغ ہیں۔ اسی بنا پر ان کا اثر محبوبیت اور مقبولیت کا مسلمانوں میں نہایت زیادہ اور گہرا ہمیشہ سے رہا ہے۔ جیساکہ اسلاف کرام میں بھی ایسے ہی لوگوں کا رہا ہے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ایسے لوگوں کی قبولیت عامہ کے گواہ عادل ہیں۔ سورۂ مریم میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ؈ مگر چونکہ حسب ارشاد خداوندی ہمیشہ سے یہ بھی جاری ہے۔ کہ ہر پیغمبر کے لئے اہل باطل جنات و انسان میں سے کھڑے ہو کر آوازہ عداوت و تنفر اٹھائیں۔ اور سچے پیغمبر کے خلاف سازشیں کریں۔ پارہ ہشتم میں ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ؈۔ (ترجمہ) اور اسی طرح ہم نے ہر پیغمبر کے لئے انسانوں اور جنات کے شیطانوں کو دشمن بنایا۔ جو کہ ایک دوسرے پر سجائے ہوئے (جھوٹے) قول کو دھوکا دینے کے لئے القاء کرتے رہتے ہیں۔ اور تیرا رب اگر چاہتا تو یہ نہ کرتے۔ پس چھوڑ دے تو ان کو اور ان کی افترا کی ہوئی باتوں کو) انیسویں پارہ میں ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۔ (ترجمہ) اور اسی طرح ہم نے اہل جرائم میں سے ہر نبی کے دشمن بنائے اور تیرا رب ہدایت اور امداد کے لئے کافی ہے) غرض اس عالم متحولات وابتلا میں عادت خداوندی یہ بھی ہے۔ کہ ہر پیغمبر کے (خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور معجزات والا کیوں نہ ہو) دشمن انسان اور جنات میں سے کھڑے کئے جاتے ہیں اور وہ طرح طرح کی افترا پردازیاں اور سازشیں ان خدا کے سچے بندوں کے خلاف اٹھا کر مخلوق کو دھوکے دیتے اور پیغمبروں کو ستاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات اور سوانح اس پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔ جب کہ انبیاء علیہم السلام کا یہ حال ہوا۔ تو ان کے پیچھے وارثوں کو اس نعمت میں سے بھی حصہ ملنا ضروری ہے۔ چنانچہ ہر زمانہ میں اکابر علماء راسخین اور اتقیاء صالحین کو ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری شمس الائمہ سرخسی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ پیش آیا۔ تواریخ کے صفحات اس سے بھرے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اکابر صوفیاء کرام کے واقعات بھی صفحۂ عالم پر نمایاں ہیں۔ ہندوستان میں بھی انہیں اعداء اہل السنۃ کی ریشہ دوانیوں میں سے ملتانی وغیرہ علماء سوء کا فتویٰ تکفیر مرتب کرنا اور اس پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف علماء حرمین شریفین سے تصدیق کرانا۔ جہانگیر کے دربار میں شکایات کرکے قلعۂ گوالیار میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو قید کرانا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہونچے اتروا دینا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے بھائیوں اور اہل وعیال کو پیدل شہر بدر کرا دینا۔ اور مکان وغیرہ کو ضبط کرا دینا۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کرانا۔ حضرت سید احمد صاحب شہید بریلوی اور شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہما کے خلاف طوفان کھڑا کرنا وغیرہ ایسے واقعات ہیں جن سے ایک جماعت کی عاقبت برباد ہوئی۔ اور ان اسلاف کرام کے لئے درجات کی بلندی اور زلات وسیئات کے محو ہونے کی بے بہا نعمت ہاتھ آئی

بہر حال اکابر علماء دیوبند کو بھی اسی وراثت نبوی میں سے عظیم الشان حصہ ملنا ضروری تھا چنانچہ مل کر رہا۔ اور ایسا کھلا ہوا جھوٹ ان کے خلاف استعمال کیا گیا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔

۱۳۲۳ھ کے ابتداء میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بعد از فراغت حج مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ کیونکہ یہ شیخ مدنی رحمہ اللہ کے استاد تھے اس لئے طلباء وعلماء مدینہ

ان کی دست بوسی اور زیارت کے لئے حاضر ہوتے رہے اور بہت سے علماء نے اونچا
کتب احادیث سنا کر مسجد شریف کے اندر بڑے حلقہ میں اجازت کتب حدیث و
علوم لی۔ یہ امر ان متعدد حاسدوں اور ہندوستانی جاہلوں کو نہایت شاق گذرا
جو خود یا ان کے اکابر حضرات علماء دیوبند یا ان کے اسلاف سے کسی قسم کا خلاف رکھتے
تھے۔ شیخ مدنی کے تعلقات اہل مدینہ اور وہاں کے کمانڈ وغیرہ سے قوی ہوگئے تھے۔
کیونکہ وہ خود یا ان کے لڑکے اور احباب شیخ مدنی کے شاگرد تھے۔ یا دوستی وغیرہ کا
تعلق تھا۔ جس سے ان کو غلط افواہیں پھیلانے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ مگر شیخ کی یہ عظمت
و شوکت دیکھ کر ان کے کلیجوں پر سانپ لوٹنے لگا۔ کتاب براہین قاطعہ اہل بدعت
کے لئے جس قدر سیف قاطع اور دلوں کو زخمی کرنے والی ہے اس کو ان کے مخالفوں
کا کلیجہ ہی جانتا ہے۔ انہی ایام میں شیخ مدنی رح کو ایک خواب آیا۔ کہ شیخ مدنی کے ایک
طرف حضرت گنگوہی تشریف فرما ہیں۔ دوسری طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کوئی کتاب لئے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ بیداری پر شیخ مدنی کو فکر ہوئی۔
کہ کیا بات ہے کہ ہر دو آقا شیخ مدنی کی مدد فرما رہے ہیں۔ دو تین روز کے بعد مولوی
احمد رضا خاں صاحب مدینہ منورہ پہنچے۔ وہ مکہ معظمہ میں اپنے رسالہ حسام الحرمین
پر دستخط کروانے کے لئے کچھ ٹھہر گئے تھے۔ ان کی آمد پر حاسدین اور ہندوستانی جاہل
ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور شیخ مدنی و علمائے دیوبند کی بڑھتی ہوئی وجاہت و
رفعت سے جو خطرات ان کو اپنے عقائد و خیالات کے متعلق اپنی اپنی پوزیشنوں کے
بارہ میں نظر آ رہے تھے۔ پیش کئے نیز یہ کہا۔ کہ رسالہ حسام الحرمین کے خلاف اگر حسین احمد
مدنی نے کوشش کی۔ تو ہماری کامیابی نہ ہو سکے گی۔ اس لئے خفیہ طور پر بڑے حکام
سیاسی اور مذہبی سے ملاقاتنا اور بیش قیمت نذرانے ان کی نظر کرنا۔ دیگر ملحدانہ حربے
استعمال کر کے یہ کوشش بھی کی گئی۔ کہ فیض آبادی خاندان کو یعنی شیخ الاسلام شیخ الحرم

استاد العرب والعجم عاشق صادق رسول اللہ سیدنا و مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہٗ کو شہر بدر اور جلا وطن کرا دیا جائے۔ جیسا کہ پہلے آفاقی علماء میں سے اگر کسی کا شہرہ اس قدر ہوتا۔ تو اسے جلا وطن کرا دیا جاتا۔ جیسا کہ علامہ شیخ محمود شنقیطی اور مجبرسی کے ساتھ اپنی فاسد اغراض و خواہشات کے تحت کیا تھا۔ القصہ ایسی سازشوں کا جال بچھایا گیا۔ دھوکے سے دستخط کرائے گئے بعض نے نہیں کئے۔ بعض نے مشروط طور پر کئے کہ اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے وغیرہ۔ بالآخر ان کا پول شیخ مدنی نے کھولا۔ جبکہ اس خفیہ تحریک کا علم شیخ مدنی کو ہوا۔

"علماء دیوبند پر وہابیت کا افترا"

وہابیت کا افترا یعنی ابلیسی عیاری

وہابیت کی حقیقت یہ ہے کہ سلطان عبد المجید خاں مرحوم کے اوائل زمانہ حکومت میں نجدیوں کا حجاز پر غلبہ ہو چکا تھا اور انہوں نے دس برس مکہ معظمہ میں اور تین برس اخیر کے مدینہ منورہ میں حکومت کی تھی یہ لوگ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیرو تھے۔ اور اپنے عقاید و اعمال میں نہایت سخت غالی تھے۔ انہوں نے اہالی حرمین پر بہت زیادہ تشددات کئے تھے اور اپنے مخالف عقائد و اعمال والوں کو بہت زیادہ ستایا تھا۔ اس لئے اہل حرمین کو ان سے بہت زیادہ بغض اور تنفر تھا۔ بالآخر سلطان عبد المجید خاں مرحوم نے خدیوی محمد علی پاشا مرحوم والی مصر سے بوقت صلح شرط کی۔ کہ وہ اہل نجد کو حجاز سے نکالے چنانچہ خدیوی مرحوم نے اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کو جرار فوج کے ساتھ بھیجا۔ اور اس نے نجدیوں کے قبضہ سے حجاز کو واگذاشت کیا۔ اس زمانہ سے حجاز میں یہ طریقہ رائج ہو گیا تھا۔ کہ جس شخص سے تنفیر پھیلانا مقصود ہو۔ اس کو وہابیت کی طرف منسوب کر دیا۔ اہل حجاز کو مظالم مذکورہ کی وجہ سے وہابیت سے اس قدر نفرت تھی۔ کہ عیسائیت اور یہودیت وغیرہ سے بھی اتنی نفرت نہ تھی۔

یہی طریقہ انگریزی حکومت اور انگریز نواز علماء سوء نے ہندوستان میں اپنے مخالفین کے ساتھ جاری کیا (کما عرف) حالانکہ محمد بن عبدالوہاب اور اس کے فرقہ سے علماء دیوبند کا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ اور ان کے عقاید و نظریات کے خلاف علماء دیوبند کی کتابیں بھری پڑی تھیں (سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ) وہ نجدی وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی برزخی کے اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں۔ اور یہ حضرات صرف قائل ہی نہیں۔ بلکہ مثبت بھی ہیں۔ اور بڑے زور شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہیں۔ اور متعدد رسالے اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ "آب حیات" نہایت بسوط رسالہ خاص اسی کے لیے لکھا گیا ہے نیز ہدیۃ الشیعہ۔ اجوبہ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی رح اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔ محض زیارت روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر کو نجدی ممنوع قرار دیں۔ یہ جائز بلکہ افضل المستحبات اور قریب بواجب قرار دیں۔ وہابیہ توسل بالانبیاء والاولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بعد الوفات ممنوع اور حرام قرار دیں۔ یہ نہ صرف جائز بلکہ ارجی للاجابت اور مفید تر قرار دیتے ہیں۔ وہ غیر مقلد یہ مقلد۔ وہ وہاں بارگاہ نبوت میں گستاخ کلمات استعمال کریں۔ یہ حضرات یہ ثابت کریں کہ سب افاضہ بواسطہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ہوتا ہے۔ جیسے شب کو بواسطہ قمر افاضہ نورِ آفتاب ہوا کرتا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے جملہ کمالات اور علوم بلکہ نبوت ورسالت کو بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے حاصل ہونا نہایت مدلل و مفصل طریقہ پر ثابت فرماتے ہیں۔ کمالات ولایت و قربا وغیرہ تو در کنار۔ نفس وجود عالم و عالمیان کو بھی آپ ہی کے ذریعہ سے ثابت فرماتے ہیں۔ اس قصیدۂ مدحیہ کے چند اشعار جو شیخ مدنی نے نقل فرمائے تھے۔ انہی کو نقل کئے دیتا ہوں۔ ورنہ دل چاہتا تھا۔ کہ اس بحث کو مفصل و مدلل لکھتا۔

لگا نا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا | اگر وجود نہ ہوتا تمہارا آخر کار
جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود | بجا ہے تم کو اگر کہیے مبدء الآثار
بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال | بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار
جو انبیاء ہیں وہ آگے تیری نبوت کے | کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں | تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اَور نبی | تو نور دیدہ ہے اگر ہیں وہ دیدہ بیدار
بجز خدا کے بھلا تجھ کو کوئی کیا جانے | تو شمس تو نور ہے شپر نما اولوالابصار

* یہ اشعار کسی اُلٹی قل ماننے والے اطراء مادح کرنے والے فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ کے مصداق مبالغ اور مفرط غالی شاعر کے نہیں ہیں. بلکہ ایک خدارسیدہ. محقق۔ مجسمۂ معرفت و حقیقت امام اہل صدق و صفا غواص بحر حقیقت۔ امام اہل کشف و شہود۔ عارف بے بدل. فاضل بے مثال کے ہیں۔ جو کہ حقیقت و واقعیت کے سوا کسی غلط مجاز اور مبالغہ کار وادار نہیں ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

خلاصہ یہ کہ ان کی (رضا خانیوں کی) تہمت وہابیت الیسی ہی تھی اور ہے جیسے کہ زنگی کو کافور اور دن کو رات کہنا. مگر انگریزی پراپیگنڈوں اور ڈیوائیڈ اینڈ رول کی پالیسی اور اغراض فاسدہ نے سب کچھ کرایا۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد | جو چاہے ترا حسن کرشمہ ساز کرے

بہر حال اہل حرمین کے جذبات برانگیختہ کرنے کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا گیا جو کہ عوام مسلمانوں میں ہندوستان میں خاندان ولی اللّٰہی اور حضرت امام کبیر سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے متوسلین کے لئے حکومت انگریزی نے اور اس کے آلہ کاروں نے کیا تھا اور اس کے ذریعہ جذبۂ جہاد و حریت کو بڑے درجہ تک مسلمانوں سے فنا کر دینے اور ان مجاہدین فی سبیل اللہ سے بالکلیہ متنفر کر دینے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ان حضرات پر

وہابیت کا الزام لگا کر وہابیت کے نام سے عوام میں اس قدر نفرت پھیلائی گئی۔ کہ شرک وکفر عیسائیت و یہودیت ۔ ہندویت اور بت پرستی سے مسلم عوام میں اس قدر نفرت نہیں ہوتی جتنی کہ وہابیت سے ہو گئی

ہندو بنیا وہابی ہو گیا۔ (سبحان اللہ) ۱۹۲۵ء یا اس کے قریب زمانہ میں پنجاب کے اخبارون میں ایک واقعہ چھپا تھا۔ کہ کسی گاؤں کا امام وہاں کے ایک ہندو بنئے کا مقروض ہو گیا تھا قرض بڑھ گیا تھا۔ بنئے نے تقاضا کیا۔ اور آئندہ قرض دینا بند کر دیا۔ امام صاحب نے اس کو سمجھایا۔ مگر وہ نہ مانا۔ کہا کہ جب تک پہلا قرض نہ ادا کرو میں تم کو قرض نہ دونگا۔ امام صاحب دھمکی دے کر چلے گئے اور مسجد میں بعد نماز جمعہ اعلان کیا۔ کہ فلاں بنیا وہابی ہو گیا ہے اس لئے اس سے کسی قسم کا معاملہ خرید و فروخت آمد و رفت کا جائز نہیں۔ تمام باشندگان قریہ نے بنئے کا بائیکاٹ کر دیا۔ بنیا بیچارہ دن بھر ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا تھا۔ کوئی آدمی اس کی دکان پر نہیں آتا تھا۔ اس نے بعض لوگوں سے پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ امام صاحب نے یہ فرمایا ہے بالآخر بنئے نے امام صاحب سے صلح کر لی۔ تو امام صاحب نے آئندہ جمعہ کو اعلان کر دیا۔ کہ بنئے نے وہابیت سے توبہ کر لی۔ اب لین دین جاری کرو۔ چنانچہ بازار کھل گیا۔ غور کیجئے کہ بنئے کا ہندو اور بت پرست مشرک ہونا تو لین دین میں حارج نہ تھا۔ مگر وہابی ہونا حارج ہو گیا۔ اس لیئے ان جیسے اہل اغراض نے ہمیشہ اس طرح بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکا دیا۔ جیسا کہ حالیہ الیکشن میں پاکستان میں علماء حقہ پر سوشلسٹ ہونے کا فتویٰ لگایا گیا۔ لگانے والے کون! ۔ اکثر ان میں سے ایسے کہ (الف فی الماء واستٰ فی السماء ۔ پڑھیا نہ با بن بیٹھا علماء) جب کہ ان حضرات کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ سوشلزم کفر ہے اس سے بد ترین کوئی ازم روئے زمین پر نہیں۔ اسی سے اسم فاعل کا صیغہ گویا یہ علماء بد ترین کافر (اعاذنا اللہ من ہذہ الخرافات) کیا یہ وہی فرعونی فتویٰ نہیں جو اس نے اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں

سنایا تھا۔ لہٰذا اگر یہ سوشلسٹ نہیں اور یقیناً کافر نہیں تو بتاؤں۔ حدیث رسول کے حکم سے یہ فتوٰی کن پر لوٹتا ہے فافہم۔ اہل حق اس سے بری ہیں۔ خیر یہ ایک مستقل بحث تھی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق آپ آئندہ مفصل بحث ملاحظہ فرمائیں گے۔

آمدم بر سر مطلب کہ اس اغبیا کی ٹولی نے حضرت نانوتوی رح کی وہ تحقیق جو آپ نے اپنے رسالہ تحذیر الناس میں خاتمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے مرتب علیا کی ارشاد فرمائی ہے وہ نہایت اعلیٰ واحکم نہایت دقیق پر مبنی ہے جس سے بڑے بڑے مصنفین علماء کی تحریریں خالی ہیں۔ اس پر بجائے اس کے کہ شکریہ ادا کرتے اور اس سے فائدہ حاصل کرتے۔ بالکل برعکس معاملہ کیا۔ اور اس قسم کی صریح دروغگوئی وافترا پردازی وجرأت کی نظیر دنیا میں بہت کم بلکہ غالباً پائی ہی نہیں جاتی۔ یہ صرف مولوی احمد رضا خانصاحب ہی کی جدت طرازی کا نتیجہ تھی۔

قطب عالم شیخ گنگوہی پر افترا اور اس کا مختصر جواب

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے افترا باندھا کہ میرے پاس حضرت گنگوہی کے فتوے کا ایک فوٹو ہے اس فتوٰی میں موصوف فرماتے ہیں کہ معاذ اللہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ کہتا اور اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے تو اس کو کافر مت کہو۔ اس فوٹو کی وجہ سے شیخ پر تکفیر کا فتوٰی۔ سُبْحَانَ اللہِ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ط حالانکہ حضرت گنگوہی رح کے فتاوٰی اس واقعہ کے کئی برس پہلے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ جس میں تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر کوئی شخص جھوٹا اور کاذب بالفعل کہتا یا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ کافر ملحد و زندیق ہے۔ یہ فتوٰی عربی اور اردو میں بھی علماء حرمین کی تصدیقات کے ساتھ شائع ہو چکا تھا۔ دیکھو فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۸ تا ۱۱۹۔ ہاں مسئلہ امکانِ کذب ایک مشہور و معروف مسئلہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کلام لفظی میں جناب باری عزاسمہ سے کذب کا صادر ہونا ممتنع بالغیر ہے۔ یعنی داخل

تحت القدرۃ ہوکر ممتنع ہے۔ اشاعرہ کے نزدیک شرعاً فقط اور ماتریدیہ کے نزدیک شرعاً وعقلاً دونوں طرح پر۔ بہرحال اہل سنت والجماعت جناب باری کے کلام لفظی میں خلاف واقع بات ہونے ممکن بالذات ممتنع بالغیر کہتے ہیں تاہم

ہمارے اسلاف نے اگرچہ کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اور توہین کا معاملہ نہیں کیا عفو۔ احسان ہی کو مقدم سمجھا۔ مگر منتقم حقیقی تو دیکھ رہا تھا۔ لہٰذا ان حضرات کو ناکامی کے ساتھ ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ جیسا کہ ہوا۔

مدینہ منورہ سے ہندوستان کا دوسرا سفر

۱۳۲۵ھ میں مدینہ منورہ میں مسلسل پانچ سال کے قیام کے بعد حضرت شیخ الحرم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بزرگوں کی زیارت اور پھر سے تحصیل علم کے خیال سے ہندوستان کا سفر کیا۔ اللہ اللہ۔ محمود الحسنؒ۔ رشید احمدؒ امداد اللہؒ کے روحانی حوض کو منہ لگا کر پی گئے۔ مگر حضور کا پیٹ نہ بھرا۔ مختصر یہ کہ حضرت شیخ الحرم رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۵ھ میں مدینہ منورہ کا درس ملتوی فرماکر پھر ہندوستان پہنچ گئے۔ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مسلسل تین برس گذارے۔ اور ظاہری وباطنی فیوض حاصل کئے۔ اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں باقاعدہ مدرس ہوکر درس بھی دیتے رہے۔ اللہ اللہ۔ اب شیخ الحرم مدرس دارالعلوم اور متعلم دارالعلوم دونوں تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہوکر جامع ترمذی اور بخاری شریف پڑھی۔ نیز حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں سے سنا گیا۔ کہ شیخ الحرم کی شرکت کی وجہ سے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بعض وہ مضامین عالیہ بیان فرماتے تھے۔ جن کو عام طور سے ہمیشہ درس میں فرمانے کی عادت نہ تھی۔ جب کبھی شیخ الحرم اپنے استاد محترم سے کوئی سوال فرماتے تھے۔

تو حضرت شیخ الہند جواب میں اس شفقت کا معاملہ فرماتے۔ کہ ہر سننے والا محسوس کرتا تھا کہ عاشق اپنے محبوب سے مخاطب ہے۔ اور ایسی تقریر فرماتے۔ کہ ادق سے ادق مضامین ہلکے سے ہلکے معلوم ہونے لگتے تھے۔ طالب علم حضرت شیخ الحرم سے سوال کراتے تھے۔ اور جواب میں ہر طالب علم یہ محسوس کرتا۔ کہ ہم علم کے بحر ذخار میں غوطے لگا لگا کر پار ہو رہے ہیں۔ ۱۳۲۵ھ ۱۳۲۶ھ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ ہندوستان میں انقلابی تحریکیں انتہائی زوروں پر تھیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے محبوب شاگرد شیخ الحرم کو سیاسی تعلیم دی۔ اور اپنا رازدار بنایا۔ اور پورے طریقہ پر حضرت شیخ الحرم نے۔ سیاسیات میں حصہ لیا۔ اس زمانہ میں تین بڑے بڑے اجتماعات ہوئے۔ مؤتمر الانصار جمعیت الانصار۔ جلسہ دستاربندی دارالعلوم دیوبند میں۔ حضرت شیخ الحرم نے ان تینوں اجلاسوں میں نمایاں حصہ لیا۔

شیخ مدنی کی دارالعلوم کی مدرسی

آپ تیرہ سو ستائیس ہجری شعبان تک دارالعلوم میں کتب دورہ میں سے ترمذی اور بخاری شریف جد و جہد کے ساتھ پڑھتے رہے۔ تیرہ سو ستائیس ہجری شوال میں اکابر نے آپ کو تدریس کا حکم فرمایا۔ جلسہ اہل شوریٰ نے حضرات مہتممین رحمہما اللہ تعالیٰ کی خواہش اور تجویز کو پاس کر دیا۔ کہ حسین احمد کو بالفعل بمشاہرہ للعہ ماہوار مدرس کر دیا جائے اور اس کے بعد جب وہ مدینہ منورہ سے ہندوستان میں آئے اس کو بغیر تجدید اجازت از مجلس شوریٰ مدرس کیا جائے۔ چنانچہ آپ کو متعدد اسباق ادبی کی کتابوں کے دئے گئے۔ اس سے آپ کو علمی ترقی کے علاوہ مالی وسعت بھی حاصل ہو گئی۔ اور دوسری بڑی نعمت یہ حاصل ہوئی۔ کہ حضرت شیخ الہندؒ جب سفر فرماتے تو حضرت شیخ الاسلام بھی ساتھ رہتے اور شرف خدمت گذاری سے باریابی ہوتی

———— ۶ ————

شیخ مدنیؒ کی دستار بندی اور ایس کا تعدد

دستار بندی کی حقیقت اور رواج زمانہ ہائے قدیمہ میں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ طالب علم کتب درسیہ پڑھ کر اور علوم و فنون فقہ اور حدیث میں ماہر ہو کر اس درجہ میں پہنچ گیا ہے کہ اس کے فتویٰ قابل اعتماد سمجھے جائیں۔ اور اس کی تعلیم و تدریس قابل اطمینان شمار ہو۔ دو طریقہ جاری کئے گئے تھے۔ ایک سند دینا۔ جس میں اساتذہ اپنے تلامذہ کی کتب مقروءہ اور اس کی صلاحیت علمی و عملی اور اپنی اجازت ظاہر کیا کرتے تھے۔ اور دوسرا طریقہ دستار بندی یا خرقہ عطا کرنے کا ہوتا تھا۔ مجمع عظیم میں اساتذہ تلمیذ کے سر پر اپنے ہاتھ سے دستار باندھ دیتے تھے۔ یا اپنا جبہ وغیرہ خرقہائے علماء عطا کرتے تھے۔ اس طریقہ ثانیہ عام و خاص میں تلمیذ کی قابلیت کا علم اور چرچا ہو جاتا تھا۔ بخلاف سند کے کہ اس کو سمجھنا اور پڑھنا اہل علم سے ہو سکتا تھا۔ دار العلوم دیوبند میں بھی عرصہ دراز کے بعد تیرہ سو اٹھائیس ۱۳۲۸ ہجری میں تجویز ہوا۔ کہ دستار بندی کا جلسہ عرصہ دراز سے نہیں ہوا۔ اس کو عمل میں لانا چاہئے۔ لہٰذا اس جلسہ کے لئے سولہ ۱۶ ستارہ، اٹھارہ ۱۸ اپریل ۱۹۱۰ء کی تاریخوں کا اعلان کر دیا گیا۔ جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ نے عربی اور اردو میں تقریریں کیں۔ اور آپ کو دوسرے حضرات کی طرح حسب اصول مدرسہ ایک سفید عمامہ از دست حضرت شیخ الہند بندھوایا گیا۔ اور اس کے علاوہ خصوصی طور پر ایک دستار حضرت مولانا حکیم مسعود احمد صاحب صاحب زادہ حضرت گنگوہیؒ نے عطا فرمائی۔ پھر جناب حکیم مولانا احمد صاحب رامپوری رکن مجلس شوریٰ نے تیسری دستار عطا فرمائی۔ اس جلسہ میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کی دستار بندی بھی ہوئی

شیخ الاسلام اور فضلاء دار العلوم دیوبند

دار العلوم نے اپنی مدت ۹۴ سال میں جو فضلاء پیدا کئے۔ ان کی تعداد (۶۶۳۰) ہے اس میں سے (۳۸۵۶) صرف شیخ الاسلام مولانا مدنی کے شاگرد ہیں باقی دیگر مشائخ کے۔ دار العلوم کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا جناب محمد یعقوب صاحب نانوتوی۔ دوسرے حضرت شیخ الہند۔ تیسرے حضرت علامہ انورشاہ کشمیری۔ تو پھر قرعہ فال حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی پر پڑا۔ اور ۳۳ سال تک دار العلوم دیوبند کے بحر محیط سے ان کی موجیں لہراتی رہیں۔

ہندوستان سے مدینہ منورہ کو واپسی

۱۳۲۹ھ۔ آہ اب وہ وقت آگیا۔ کہ حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیارے حسین احمد کو اپنے پاس مدینہ منورہ میں بلانا چاہا۔ تقاضے کے خطوط کا تانتا بندھ گیا۔ مگر شیخ الہند کا صدیق اکبر اپنے استاد محترم سے کسی طرح جدا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ شیخ الحرم رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان میں تین سال سے زائد گزر چکے تھے۔ جب جانے کا وقت قریب آیا۔ تو فرمانے لگے۔ کہ استاد محترم کے فیوض و برکات تعلیم ظاہری و باطنی میں میں تو ابھی تک کورا ہوں۔ کیسے جاؤں۔ اللہ اللہ یہ شیخ الحرم۔ شیخ العرب و شیخ العجم بن چکے۔ مگر اپنے آپ کو کورا ہی سمجھتے رہے۔ مگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی شفقت سے فرمایا۔ کہ آپ کے والد بزرگوار بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ان کا تقاضا ہے اور تلامذہ کا اصرار ہے۔ اور وقتی مصالح کا مقتضا ہے تم فوراً سفر کی تیاری کرو۔ ہائے ہائے استاد محترم کا اشارہ پاکر خلاف طبیعت ہونے کے باوجود فوراً سفر کی تیاری شروع کر دی۔ مختصر یہ ہے کہ مع اہلیہ محترمہ کے دیوبند سے روانہ ہو کر بخیریت تمام مدینہ منورہ پہنچے۔ والد بزرگوار شدت سے انتظار فرما رہے تھے۔ اپنے پیارے حسین احمد کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ چند دن قیام کے

بعد والد بزرگوار سے اجازت لیکر مکہ معظمہ پہونچے حج کیا۔ اور پھر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور والد ماجد کی خدمت میں مصروف ہوگئے اللہ اللہ شیخ الاسلام۔ شیخ الحرم گویا کہ پیدا ہی خدمت کیلئے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ میں شور تھا۔ کہ شیخ الحرم ہندوستان سے واپس تشریف لے آئے۔ لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ مدینہ طیبہ اور اطراف کے لوگوں نے۔ معتقدین اور بزرگوں نے اصرار کیا۔ کہ پھر سلسلۂ تدریس جاری کیا جائے چنانچہ پھر حرم شریف میں درس دینے لگے اب جو حلقۂ درس جاری فرمایا۔ تو مقبولیت کی انتہا نہ رہی۔ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جب درس شروع کیا۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے علم وفضل کی وہ شہرت عطا فرمائی۔ کہ تمام دیگر اساتذہ حرم کے حلقے مختصر سے مختصر رہ گئے اب پورے عرب میں حیرت شیخ الحرم سے ترقی کر کے شیخ العرب والعجم ہوگئے اور پوری دنیا کی نظریں میرے شیخ پر پڑنے لگیں۔ مگر کچھ کم نصیب حاسد حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ اب شیخ کو حرم شریف میں درس دیتے ہوئے دو سال گذرے تھے۔ کہ پھر ہندوستان کے سفر کا ارادہ فرمایا۔

شیخ مدنی دربار رسالت میں

مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ عَلَّمَهُ اللّٰهُ مَا لَمْ يَعْلَمْ (جو پڑھے پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ خاص سے ایسے علوم لدنی عطا فرماتا ہے۔ جو کسی سے پڑھنے میں نہیں آتے) آپ کو علم لدنی عطا ہوا تھا۔ شیخ مدنی خود فرماتے ہیں۔ کہ مکہ معظمہ سے روانہ ہونے کے بعد چوتھے روز جب کہ قضیمہ سے رابغ کو قافلہ جا رہا تھا۔ راستے میں اونٹ پر سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف تشریف لائے ہیں۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پاؤں میں گر گیا آپ نے ارشاد فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت جو کتابیں پڑھ چکا ہوں۔ وہ یاد ہو جائیں۔ اور جو نہیں پڑھی ہیں۔ ان کے متعلق اتنی قوت ہو جائے۔ کہ مطالعہ

میں نکال سکوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ تجھ کو دیا ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی طرح جب اس سید نے اپنے نانا یعنی بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربارِ رسالت سے وعلیکم السلام یا ولدی کے پیارے الفاظ سے جواب ملا۔ اس طرح اس شیخ العرب والعجم نے تیرہ برس حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھ کر بقول شخصے خود صاحب کتاب وسنت کے زیرِ نظر رہ کر کتاب وسنت کا درس دیا۔ اور نبوت کی میراث علمی کو عرب سے عجم تک تقسیم کر کے (العلماء ورثۃ الانبیاء) اپنے نانا کی میراث علمی کے وارث بنے۔

آپ کا حلقہ درس جس کی ابتداء گنبد خضراء کے زیر سایہ اس مسجد اقدس سے جس کے ذروں کو بھی وہ تابانی حاصل ہے۔ کہ آفتاب کی کرنوں کو شرمائے اس طرح ہوئی۔ کہ دوسرے علماء تو اپنے اپنے علاقوں میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر درس حدیث دیتے۔ مگر شیخ مدنیؒ کو یہ شرف حاصل ہوا۔ کہ وہ قال صاحب ھذا القبر (قال صاحب الروضۃ) کہہ کر حدیث پڑھایا کرتے (سبحان اللہ)

آپ کے درس فیض نے پہلے حجاز و یمن مصر و شام۔ افریقہ۔ چین۔ افغانستان و ترکستان وغیرہ کے تشنگانِ علم کو سیراب کیا۔ آپ کے زیر درس درسیات ہند کے علاوہ مدینہ منورہ مصر و استنبول میں جو کتب ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ اجرومیہ۔ دحلان۔ کفراوی۔ الفیہ۔ ابن عقیل۔ شرح الفیہ۔ ابن ہشام۔ شرح عقود الجمان۔ استعارات رسالہ وضعیہ للقاضی عضد۔ بدیعیہ ابن حجر۔ ملتقی الابحر۔ درر۔ شرح جمع الجوامع للسبکی۔ شرح مستصفی الاصول ورقات۔ شرح منتہی الاصول۔ مسامرہ شرح مسائرہ۔ شرح طوالع الانوار۔ جوہرہ۔ الفیہ اصول حدیث بیقونیہ و دیگر کتب حدیث و تفسیر و عقائد وغیرہ ادق علمی کتابیں تھیں۔ قدرت نے آپ کو دماغ، ذکاوت کا وہ اعلیٰ درجہ عطا فرمایا تھا جس کی نظیر خود آپ ہی تھے نیز آپ کوئی سبق بغیر مطالعہ

کے نہ پڑھاتے۔ ۲۴ گھنٹے میں ۳ گھنٹے آرام فرماتے بقیہ درس و مطالعہ ذکر و اوراد میں گذارتے

علماء مدینہ اور شیخ مدنی کے درس میں فرق

آپ دوران درس میں اپنے سامنے کبھی کتاب نہ رکھتے تھے۔ بلکہ طالب علم کی قرأۃ کے بعد مسائل پر تقریر فرماتے۔ حالانکہ علمائے مدینہ نہ صرف کتاب کو دورانِ درس سامنے رکھتے بلکہ اس کی شرح بھی ہاتھ میں لے کر پڑھاتے اور شرح و حاشیہ کی عبارات دیکھ کر سناتے۔ شیخ الہند کے شاگرد سب کچھ زبانی کرتے تھے اسی طرح روزانہ چودہ پندرہ اسباق کا درس دیتے۔ جس میں کتب عالیہ۔ حدیث۔ تفسیر عقائد و اصول بھی شامل تھی۔ ان وجوہ کی بنا پر آپ کی پورے حجاز میں دھاک بیٹھ گئی۔ اس پر علماء حجاز جن میں علماء شوافع۔ حنابلہ۔ مالکیہ ہوتے تھے اور وہ دور دور سے آکر امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک پر اعتراض کرتے جس کا جواب میرے شیخ تنہا دیتے۔

علامہ انور شاہ کشمیری کا مطالبہ کہ شیخ مدنی کی دارالعلوم دیوبند کو ضرورت ہے اسکو مدینہ سے بلالیں اور شیخ الہند کا جواب

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے ایک دفعہ حضرت شیخ الہندؒ سے عرض کیا۔ کہ حضرت مولانا حسین احمد کو آپ حجاز سے یہاں بلالیں تو بہتر ہے وہ دارالعلوم کے اہل ہیں اور دارالعلوم کو ان کی ضرورت ہے وہاں ان کی جگہ کسی دوسرے کو متعین فرما دیں۔ تو حضرت شیخ الہندؒ نے تھوڑی سکوت کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ "محمد انور" تم جانتے نہیں کہ "حسین احمد" وہاں اہم امور انجام دے رہے ہیں۔ حجاز کے مشہور مشہور شافعی، مالکی، اور حنبلی علماء آتے ہیں — اور شریکِ درس ہوتے ہیں۔ جن کا مقصد صرف امام اعظم اور ان کے مسلک پر اعتراض کرنا ہوتا ہے۔ حسین احمد تنہا ان کا جواب دیتے ہیں۔ اور کسی کے بس کی بات نہیں۔ جو اتنے بڑے کام انجام دے سکے انہیں وہیں رہنے دو۔

مدینہ منورہ سے ہندوستان کو روانگی ۱۳۲۱ھ یہ سفر بظاہر اس لئے پیش آیا۔ کہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شادی کے وقت اپنی سسرال والوں سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ دو سال بعد اپنے خرچ پر آپ کی صاحب زادی کو ہندوستان لاکر آپ حضرات سے ملاؤں گا۔ اے دنیا والو! دیکھو صادق القول ایسے ہوتے ہیں۔ یہ دور حاضر کا حسین مفلوک الحال حسین اب بےچین ہے پریشان ہے۔ دو سال ہونے والے ہیں۔ اپنا وعدہ کیسے پورا فرمائیں۔ معتقد بہت۔ مرید بہت۔ شاگردوں کا شمار نہیں۔ مگر کیا مجال جو کسی سے اپنی ضرورت اپنی پریشانی کا اظہار کریں۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سچے جانشین کسی سے کچھ نہیں فرماتے۔ حضرت مولانا عبدالحق مدنی رحمۃ اللہ علیہ بے تکلف شاگرد تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ رات کی تاریکی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی جالیاں پکڑ کر دعا کی۔ کہ اے اللہ اپنے اس محبوب پاک کے صدقہ میں مجھے سچا رکھنا۔ میں اپنے وعدہ کو کسی طرح پورا نہیں کر سکتا۔ جب تک۔ تو نہ چاہے اے اللہ میرے وعدے کو پورا کرادے۔ خدا نے اپنے اس پیارے بندے کو کس طرح دیا کتنا دیا۔ یہ خدا جانے اور خدا کا پیارا بندہ حسین احمد۔ لہٰذا سفر کی تیاری شروع کردی گئی۔ اطلاع عام تھا کہ شیخ العرب والعجم ہندوستان تشریف لے جارہے ہیں۔ خاص خاص تلامذہ اور خاندان کے لوگ بار بار سوال فرماتے تھے۔ کہ زادِ راہ کا کیا ہوگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہنس کر فرماتے تھے۔ کہ اللہ دے گا۔ چنانچہ اس سفر کو بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اطمینان سے پورا فرمایا۔ حجازی ہندوستانی دوستوں، عزیزوں، بزرگوں کے لئے تحائف لائے۔ اور استاد محترم کی ذات کے لئے الگ اور گھر والوں کے لئے الگ الگ تحائف پیش کئے۔ یہ رقم کہاں سے آئی اس کو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ ہی جانتا تھا۔ مولانا راشد عثمانی فرماتے ہیں میں نے کسی سے کچھ نہیں سنا۔ میں نے مولانا عبدالحق مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے صرف اتنا سنا

کہ روضۂ اطہر کی جالیاں پکڑ کر دعا کی تھی۔ سفر میں حضرت شیخ العرب والعجم کے ساتھ اہلیہ محترمہ اور مولانا وحید احمد صاحب مرحوم برادر زادہ یعنی حضرت مولانا صدیق احمد صاحب کے صاحب زادے تھے۔ اب پھر شمع اور پروانہ یعنی حضرت شیخ الہند اور ان کا محبوب شاگرد ، حسین احمد ایک جگہ ہو گئے۔ اور تقریباً آٹھ نو ماہ ایک جگہ رہے۔ اب شیخ العرب والعجم نے ان آٹھ ماہ میں اپنے شیخ مولانا محمود الحسن صاحب عرف شیخ الہند سے کیا حاصل کیا۔ وہ میں نہیں جانتا۔

۱۳۳۲ھ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام خدام انتہائی طریق پر متحرک تھے۔ انگریز کے خلاف ان حضرات کے قلوب میں خدا جانے کیسے کیسے جذبات تھے۔ اور حکومت برطانیہ کا تختہ الٹنے کے لئے کیا کیا اسکیمیں تھیں۔ کابل متحرک تھا۔ حاجی ترنگ زئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاد کا اعلان کر چکے تھے۔ یاغستان کے سرحدی حضرات ہر وقت انگریز سے برسر پیکار تھے ایران کی سرحدات پر طوفان برپا تھا۔ ٹرکی اعلان جنگ کرنے والا تھا۔ جرمنی پوری تیاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اور ساری دنیا کو یقین تھا۔ کہ صبح شام میں ایک جنگ کا آغاز ہونے والا ہے جو پوری دنیا کو متاثر کر دے گی۔ تمام ممالک اسلامیہ میں برطانیہ نے طرح طرح کے جال پھیلا رکھے تھے۔ تعجب ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جیسا بوریا نشین، تارک الدنیا انسان اس سیاسی بساط کا حافظ۔ مولانا عثمانی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ کہ حضرت شیخ الہند کی معلومات پر سب کو تعجب ہوتا تھا۔ یہ اللہ کے خاص بندوں کی باتیں ہیں اللہ ہی جانے۔

سفر ہندوستان سے مدینہ منورہ کو ۱۳۳۲ھ ۔ غرض یہ کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے محبوب شاگرد حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو سفر حجاز کے لئے ارشاد فرمایا حضرت شیخ الاسلام نے اپنے

برادر زادہ کو بغرض تعلیم دیوبند چھوڑا۔ اور اہلیہ محترمہ کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ کے لئے رخصت ہوئے اور مکہ معظمہ ہوتے ہوئے مدینہ طیبہ پہونچ گئے۔ مدینہ طیبہ میں شور تھا۔ کہ شیخ الحرم تشریف لے آئے چند دن ہی گذرے تھے کہ حلقہ درس میں طلباء کا ہجوم ہوگیا۔ اب شیخ الحرم بڑے اطمینان سے درس و تدریس میں مشغول تھے۔ کہ حجاز مقدس میں سیاسی سازشیں شروع ہوگئیں۔ اور ملک کی فضاء کچھ اچھی نہ رہی حضرت شیخ الحرم ہر ہر سبق میں استاد محترم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اس انداز سے فرماتے۔ کہ حضرت نے یوں فرمایا۔ میرے شیخ نے اس جگہ یہ فرمایا۔ میرے شیخ کی یہاں یہ رائے ہے وغیرہ وغیرہ۔ علمائے حرم۔ طلباء حرم تعجب کرتے تھے۔ کہ شیخ العرب والعجم کا استاد اتنا قابل ہے اور ہندوستانی ہے۔ اہل عرب زمانہ قدیم سے اپنے سوا سب کو گونگا سمجھتے رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحرم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام متوسلین، شاگردوں کو شوق تھا۔ کہ ہم شیخ الحرم کے استاد شیخ الہند کی زیارت کریں۔

حضرت شیخ الہندؒ کا سفرِ حج

سنہ ۱۳۳۳ھ میں۔ اب وہ وقت آگیا۔ کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمادیا۔ کہ میرا ارادہ امسال زیارت حرمین الشریفین کا ہے۔ یہ اطلاع جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پروانہ حسین احمد مدنی شیخ العرب والعجم کو پہنچی۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور درس میں اکثر فرماتے تھے۔ کہ میرے استاد محترم آنیوالے ہیں۔ بائے شاگرد شیخ العرب والعجم اور استاد شیخ الہند یہ بات اہل مدینہ کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ بے تکلف طالب علم مختلف سوالات فرماتے۔ اور شیخ الحرم انتہائی محبت و شفقت سے فرماتے کہ انشاء اللہ تعالےٰ تم بہت جلد دیکھوگے۔ اور اندازہ کروگے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سفر حج ہندوستان والوں۔ برطانیہ والوں کو الجھن میں ڈالے ہوئے تھا۔ طرح طرح کی باتیں ملک میں پھیل رہی تھیں۔ گورنمنٹ برطانیہ اور

جرمن میں جنگ شروع ہو چکی تھی۔ حکومت ترکی نے جرمن کی حمایت کا فیصلہ کیا۔ اور برطانیہ کے خلاف میدانِ جنگ میں آگیا تھا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر لوگوں کا گمان تھا۔ کہ آپ سفر حج پر ترکی حکومت کی حمایت کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ بعضوں کا گمان تھا۔ کہ آپ تمام ممالک اسلامیہ میں سفر فرمائیں گے اور حکومت برطانیہ کے خلاف سب کو تیار کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کی بھی بعض باتیں جانتا ہوں۔ مگر اس وقت میرا مقصد صرف حضرت شیخ الاسلام کا تذکرہ ہے اس لئے میں اس بحث کو چھوڑتا ہوں۔ حضرت شیخ الحرم مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد محترم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری پر بہت خوش ہیں۔ گھر کی مرمت ہو رہی ہے مہمان داری کا سامان فراہم کیا جا رہا ہے مگر اس مبصر اعظم حسین احمد صاحب مدنی کو سیاست کے آثار اچھے نہیں معلوم ہو رہے اس لئے پریشان۔ کئی بار دوستوں سے فرمایا۔ کہ دل چاہتا ہے کہ حضرت شیخ کو لکھوں کہ یہ وقت سفر حجاز کے لئے اچھا نہیں ہے۔ مگر محض اس لئے رک گئے۔ کہ شیخ محترم مجھ سے زیادہ اچھا جانتے ہیں اور انتظار کرنے لگے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ شوال ۱۳۳۳ھ کی شام کو دیوبند سے روانہ ہوئے دہلی، بمبئی اور تمام بڑے بڑے اسٹیشنوں پر آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ جہاز کا سفر بخیریت گذرا۔ جدہ پہنچے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر طواف عمرہ اور تمام ارکان حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ کے سفر کا ارادہ فرمایا۔ تمام اطلاعات شیخ الحرم کو ملتی رہیں۔ اور شہرت عام تھی۔ کہ شیخ الحرم کے استاد شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تشریف لانے والے ہیں۔ مدینہ منورہ اور اطراف مدینہ کے بڑے بڑے عالم مفتی۔ امام۔ شیخ سب کو شوق تھا۔ سب لوگ روزانہ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لاتے اور انتظار کر کے مایوس مایوس واپس ہوتے۔ مدینہ منورہ والے اپنے اپنے ذہن کے مطابق حضرت شیخ الہند کو یہ سمجھتے تھے۔ کہ خدا جانے کتنے لحیم شحیم

زرق برق ہوں گے۔

حضرت شیخ الہند ۶ محرم ۱۳۳۳ھ کو مدینہ منورہ پہونچے

بالآخر ۶ محرم ۱۳۳۳ھ بروز دوشنبہ کو تقریباً دس بجے دن کے حضرت شیخ الہند مع اپنے تمام رفقاء کے بیئر عروہ پر پہونچے۔ حسب دستور روزانہ استقبال کرنے والوں کی جماعت موجود تھی۔ اس جماعت کے امام میرے شیخ الحرم کتنے خوش تھے۔ اس کا اندازہ محال ہے۔ اس مجمع میں بڑے بڑے علماء صلحاء، مفتی، امام۔ زرق برق لباس میں موجود تھے۔ حضرت شیخ الہند کی سادگی اور حلیہ دیکھ کر حیرت میں تھے۔ یہ خبر مدینہ منورہ میں پہونچی۔ کہ شیخ الحرم کے استاد شیخ الہند منزل پر پہونچ گئے۔ شہر سے ہزاروں کا مجمع جوق در جوق نکل پڑا۔ شیخ الحرم نے اپنے مایہ ناز استاد کا شاندار استقبال فرمایا۔ اور حضرت شیخ الہند اپنے مایۂ ناز شاگردوں۔ معتقدوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مارے خوشی کے رونے لگے۔ اور ساتھیوں سے فرمایا۔ کہ ان حضرات کو دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں تمام سفر کی کلفت اور تکان جاتا رہا۔ اور بار بار خدا کا شکر فرماتے رہے۔

اللہ اللہ آج شیخ الحرم کے گھر مہمان شیخ الہند استاد مکرم جن کی محبت میں مست ہو کر بار بار آپ ہندوستان کو جاتے تھے۔ میرے شیخ الحرم کی خوشی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے گویا عاشق کے گھر معشوق بلا بلائے۔ چلا آیا۔ اللہ اللہ کیا جوڑ تھا۔ دو قالب ایک جان، دو خدا کے پیاروں کا پیار۔ شہر کے بڑے بڑے رئیس۔ بڑے بڑے علماء نے چاہا۔ کہ حضرت شیخ الہند کا قیام ہمارے گھر پر ہو۔ مگر یہ کیسے ممکن تھا۔ آہ اپنے پیارے شیخ الحرم کا گھر تھا۔ اس کے سوا دوسری جگہ کیسے ٹھیر سکتے تھے۔ مختصر یہ کہ حضرت شیخ الہند اور تمام رفقاء نے شیخ الحرم کے گھر پر قیام فرمایا۔ اس دار المہاجرین میں اپنے محترم شیخ کو مہمان بنانے کی ایک پرانی آرزو تھی۔ جو آج پوری ہوئی۔ اہل شہر۔ ائمہ۔ خطباء روساء میں دھوم مچ گئی۔ کہ ہندوستان کے آفتاب علم نے بارگاہ نبوی ﷺ میں طلوع کیا ہے۔ تمام دن لوگ قدمبوسی کے لئے آتے رہے اور

مکان کے وسیع کمرے میں جو اسی لئے مزین کیا گیا تھا۔ زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ ہفتوں یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے لئے روضۂ اطہر سکونِ قلبی کے لئے کافی تھا۔ تو جسمانی راحت کے لئے شیخ الحرم کی ذات گرامی، شیخ الحرم اور ان کے خاندان کی خدمت گذاری پر حضرت شیخ الہند بہت خوش تھے۔ حضرت شیخ الہند کی خداداد عظمت اور شہرت کچھ کم نہ تھی۔ حضرت کے متعارف و شناسا بہت حرمین الشریفین میں موجود تھے۔ اس پر شیخ الحرم جیسے مشہور شیخ کے استاد ہونے کی حیثیت طرۂ امتیاز بن گئی۔ مدینہ منورہ اور اطراف کے بڑے بڑے علماء و صلحاء حضرت کی خدمت میں آکر فیوض و برکات سے مستفیض ہونے لگے۔ حضرت شیخ الحرم ان کے شاگردوں۔ مدینہ منورہ کے بعض خاص خاص مدرسین کے اصرار پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کا درس دینا شروع کر دیا۔ مگر حضرت شیخ بوجہ کسرِ نفسی اور انتہائی احترام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر راضی نہ ہوئے کہ حرم شریف میں بیٹھ کر پڑھائیں۔ حضرت شیخ الحرم مولانا سید حسین احمد صاحب کے مکان پر بعد نماز ظہر تا عصر حلقۂ درس قرار پایا۔ حضرت شیخ الحرم کے فیض یافتہ لوگوں کے سوا مدینہ منورہ کے معزز، معمر، معتبر شائقین، علماء انتہائی شوق شوق سے درس میں شریک ہو کر خوشہ چینی کرنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ مجمع اتنا بڑھا۔ کہ مکان میں جگہ ملنی مشکل ہو گئی۔ خدا کے محبوب خاص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب تھا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر رحمت کی بارش ہو رہی تھی۔ اور حضرت شیخ الہند اپنے شاگردوں میں اس رحمت باری کو تقسیم فرما رہے تھے۔ عجیب منظر تھا۔ عجیب کیف تھا۔ حضرت عربی زبان میں بلند آواز سے تقریر فرماتے تھے۔ اور سامعین اعلیٰ مضامین اور طرز بیان سے انتہائی محظوظ تھے۔ لوگوں کی عجیب حالت ہوتی تھی۔ جو کسی طرح قابل بیان نہیں اللہ اللہ شیخ الحرم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ والوں کے لئے استاد کل تھے۔ مگر اپنے شیخ کے سبق میں دو زانوں معمولی طالب علم کی طرح بیٹھے نظر آتے تھے۔ لوگ تعجب سے دیکھتے تھے۔ اور طلباء عرب کہتے تھے۔ کہ بیشک

(فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ) بہت سے اہل علم حضرات نے کتاب کا اول آخر پڑھ کر سندیں حاصل کیں۔ تقریباً پانچ ماہ تک ایک عجیب کیف مدینہ منورہ پر طاری رہا۔ اس کے بعد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے واپسی کا ارادہ فرمادیا۔ واپسی کا ارادہ سیاسی کش مکش کی بنا پر کیا گیا۔ اس وقت مدینہ منورہ ہی میں نہیں بلکہ پورے حجاز مقدس میں سیاسی بحران تھا

حضرت شیخ الہند کی مدینہ منورہ سے واپسی اور اس کا سبب

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے تمام رفقاء کی ترکی خفیہ پولیس نے خفیہ خفیہ نگرانی شروع کردی۔ مدینہ منورہ میں بعض لوگ ترکی پولیس کی نظر میں مشتبہ ہوئے۔ اور ان کو پکڑ کر شام کی طرف روانہ کردیا گیا تھا بعض مفسد حاسدین بدعقیدہ لوگ حضرت شیخ الحرم مولانا سید حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جلتے تھے وہ فتنہ انگیزی کرتے رہتے تھے۔ ترکی پولیس افسران کو مختلف طریق پر بدگمان کیا گیا۔ حضرت شیخ الہند کے متعلق کہا گیا۔ کہ یہ برطانیہ کے سی۔ آئی۔ ڈی ہیں۔ ورنہ اس پرآشوب زمانہ میں یہاں کیوں آتے۔ حاسد اور مفسد لوگوں نے فخری آفندی پولیس کمشنر کو بدظن کردیا۔ وہ انتہائی مخالف ہوگیا۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المقدس کے سفر کا ارادہ فرمایا اور اجازت طلب کی۔ تو فخری آفندی پولیس کمشنر سختی کے ساتھ مانع ہوا۔ اس سفر کے ارادہ کی اطلاع سے اشتباہ زیادہ ہوگیا۔ اب حالات اتنے خراب ہوئے کہ فخری آفندی پولیس کمشنر نے کئی بار ان اللہ والوں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر مدینہ منورہ اور اطراف کے تمام علماء، صلحاء، رؤسا، عوام ان حضرات کے معتقد تھے اس لئے ہمت نہ کرسکا۔ فخری آفندی پولیس کمشنر انتہائی ضدی طبیعت کا تھا۔ اور دشمنوں کی ترغیب سے ایذارسانی پر آمادہ تھا۔ لہٰذا ان اللہ والوں کی ایک غلط سلط مثل مرتب کرکے حاکم اعلیٰ کے پاس شام روانہ کردی گئی اور حکم کا منتظر رہا۔

انور پاشا اور جمال پاشا کی مدینہ منورہ میں آمد اتفاق یہ۔ انھیں ایام میں ترک کی سلطنت کے وزیر جنگ انور پاشا اور وزیر بحریہ جمال پاشا کی اطلاع پہونچی۔ کہ ہم مدینہ منورہ آرہے ہیں۔ شہر کے تمام افسران استقبال کی تیاریوں میں لگ گئے۔ اہل شہر اپنی خوشی سے شہر کو سجانے میں مشغول ہوئے چند دن بعد جمعہ کے دن۔ ان وزیروں کی اسپیشل مدینہ منورہ میں پہنچی۔ افسران اور رؤسائے شہر نے فٹن گھوڑا گاڑی پیش کی۔ مگر یہ دونوں وزیر انتہائی عاجزانہ انداز میں پا پیادہ حرم شریف تک تشریف لائے۔ اور زار و قطار روتے ہوئے روزہ اطہر پر پہونچے۔ شہر کے لوگوں نے جس محبت سے جس شان کا استقبال کیا۔ وہ طویل داستان ہے۔

انور پاشا نے حکم جاری کیا۔ کہ میرے پاس وقت بہت کم ہے اس لئے میں تمام علماء صلحاء۔ رؤسائے شہر سے الگ الگ نہیں مل سکتا۔ اس لئے فلاں وقت مجلس عام کیجائے تاکہ میں سب حضرات کی زیارت کرسکوں۔ یہ حکم نامہ حضرت علامہ مفتی مامون صاحب کے نام پہونچا۔ جو اس وقت مدینہ منورہ کے مفتی اور شیخ العلماء شمار کئے جاتے تھے۔ یہ مفتی صاحب حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب محدث دہلوی مہاجر رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے۔ مفتی مامون صاحب کو حضرت شیخ الہند۔ حضرت شیخ الحرم۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور تمام دیوبندی جماعت سے خاص تعلق تھا۔ وہ ہر طرح سے کوشش فرماتے تھے۔ کہ اس برگزیدہ جماعت کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس لئے حضرت مفتی صاحب نے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کو بلاکر یہ فرمایا۔ کہ انور پاشا کی تجویز پر جو مجلس ہو رہی ہے اگر اس میں حضرت شیخ الہند بھی تشریف لے آویں تو اچھا ہے۔ تاکہ میں ان دونوں وزیروں سے اس مقدس بزرگ کا تعارف کرا سکوں۔ اور شاید مخالفین کے پروپیگنڈہ کی تردید کا موقع مل جائے۔ اگر خدا نے چاہا تو مخالفین کی کمر ہمت ٹوٹ جائے گی۔ حضرت شیخ الحرم کو یہ تجویز بہت پسند آئی۔ اور منظور فرماکر واپس ہوئے

اگلے دن وقت مقررہ پر حضرت شیخ الحرم۔ حضرت شیخ الہند اور ان کے تمام رفقاء کو ساتھ لیکر مجلس میں پہنچ گئے۔ ان حضرات کو نہایت اہتمام سے صفِ اول میں بٹھایا گیا۔ جب مجلس باقاعدہ ہو گئی۔ تب انور پاشا اور جمال پاشا تشریف لائے۔ اور حضرت شیخ العلماء مفتی مامون صاحب نے تقریر فرمائی۔ یہ تقریر مختصر مگر جامع اور انتہائی معقول تھی اس کے بعد انور پاشا نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی۔ حضرت نے کمزوری کا عذر فرمایا۔ اس کے بعد حضرت مولینا خلیل احمد صاحبؒ سے درخواست کی گئی۔ انہوں نے اہل لسان نہ ہونے کی وجہ سے معذرت چاہی۔ اب حضرت شیخ الاسلام مجاہد اعظم کا نمبر آیا۔ انور پاشا نے اس مجاہد جلیل سے درخواست کی۔ یہ شیخ الہندؒ، رشید احمد۔ حاجی امداد اللہؒ، سید حبیب اللہ کا منظورِ نظر۔ نوعمر عالم کھڑا ہوا۔ انتہائی بے تکلفی سے فصیح بلیغ عالمانہ تقریر فرمائی۔ بڑے بڑے علماء اور انور پاشا۔ جمال پاشا منہ تکتے رہ گئے۔ انور پاشا بہت خوش ہوئے۔ مجمع بہت زیادہ تھا۔ انور پاشا کو فرصت نہ تھی۔ روانگی کا وقت بھی قریب تھا۔ اس لئے مفتی مامون صاحب نے انور پاشا سے شیخ الہند کا مختصر سا تعارف کرایا۔ اور ان وزراء سے صرف مصافحہ ہوا۔ اور ان وزیروں نے حضرت کی مزاج پرسی کی۔ اس کے بعد سب حضرات اپنے اپنے مقام پر واپس ہوئے۔ اب دونوں وزیروں سے تعارف ہو چکا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد مفتی مامون صاحب نے اور بعض دوسرے مخلصین نے ان دونوں وزیروں کو یہ بات بتائی۔ کہ ہندوستانی شیخ الہند شیخ الحرم کے استاد ہیں۔ یہ اتنے بڑے عالم ہیں۔ اور انگریزوں کے خلاف اس طرح کا مزاج رکھتے ہیں۔ ان کی اس طرح کی اسکیمیں ہیں۔ ہندوستان میں یہ پروپیگنڈا ہے۔ کہ شیخ الہند حج کے لئے نہیں۔ بلکہ ٹرکی گورنمنٹ کی امداد اور حمایت کے لئے حجاز تشریف لے گئے ہیں۔ مگر آپ کے۔ سی۔ آئی۔ ڈی ان بزرگوں کو برطانیہ کا سی۔ آئی۔ ڈی۔ بنا کر گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔

انور پاشا اور جمال پاشا کے احکام

ان دونوں وزیروں نے شام پہونچ کر ایک حکم نامہ خصوصیت کے ساتھ ان حضرات کو ایذاء رسانی سے بچانے کے لئے لکھا۔ جس کا حاصل یہ تھا۔ کہ تمام معتکفین زائرین۔ مہاجرین۔ طلباء جو حرمین الشریفین میں مقیم ہیں۔ چاہے محارب حکومتوں کے باشندہ ہوں۔ ان سب کو اپنی رعایا سمجھو۔ ان کے ساتھ اپنی رعایا جیسا معاملہ کرو۔ دوسرے حکم نامہ میں انور پاشا نے اس کی تصریح یوں کی۔ خواہ مخواہ کسی پر شبہ کر کے پریشان نہ کیا جائے البتہ اگر صریح طور پر جرم معلوم ہو جائے۔ تو باقاعدہ طریق پر گرفتار کر کے ہمارے پاس شام بھیج دو۔ ہم اس کے مقدمہ کی سماعت کریں گے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ ٹرکی حکومت حرمین الشریفین کا انتہائی احترام کرتی تھی۔ حرم شریف کے متعلق لوگوں کی خدمت اپنا فرض سمجھتی تھی ایک حکم مدینہ منورہ میں یہ پہنچا۔ کہ سرکاری خزانہ سے پانچ ہزار پونڈ کی رقم فوراً مدینہ منورہ کے بسنے والوں خادمان حرم نبوی، علماء صلحاء پر تقسیم کردو۔ چنانچہ ایک جماعت اس کی تقسیم کیلئے بنائی گئی جس کے افسر اعلیٰ حضرت مفتی مامون صاحب تھے بڑے بڑے علماء کو پانچ پانچ پونڈ دئے گئے۔ باقی رقم علیٰ قدر مراتب تقسیم کی گئی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پانچ پونڈ کی رقم دی گئی مگر آپ نے لینے سے انکار فرمایا۔ اور صاف کہا کہ یہ رقم حاجت مندوں کا حق ہے۔ اور ہم حاجت مند نہیں۔ مگر حضرت مولانا مفتی مامون صاحب نے اصرار فرمایا اور کہا کہ یہ رقم خیرات نہیں بلکہ گورنمنٹ ٹرکی کی طرف سے ہدیہ ہے تو قبول فرمالیا۔ حضرت شیخ الہند نے یہ رقم اپنے سعادت مند شاگرد حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب کو بطور شیرینی دیدی تھی۔ اس تقریر کا انعام تھا جو حرم شریف میں انور پاشا کے سامنے کی گئی تھی حضرت شیخ الحرم نے بہت انکار فرمایا مگر استاد محترم کا حکم مجبوراً سر جھکا کر قبول فرمالیا حضرت شیخ الہند پہ حضرت شیخ الحرم ایسا ناز فرماتے تھے۔ جیسا لاڈلا بچہ اپنے والد پر کیا کرتا ہے انور پاشا نے پانچ ہزار پونڈ کی رقم مکہ معظمہ والوں کو بھی دی تھی۔ مگر غدار شریف حسین سب کھا گیا۔ شریف حسین والی مکہ معظمہ جو گورنمنٹ ٹرکی کی طرف سے مکہ کا حاکم تھا۔ اس نے گورنمنٹ ٹرکی سے بغاوت کی اور حکومت برطانیہ کا وفادار اس شرط پر ہو گیا۔ کہ میں مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ جدہ۔ طائف وغیرہ کا باقاعدہ حکمران ہونگا۔ گورنمنٹ برطانیہ

وعدہ کرلیا۔ اب ٹرکی گورنمنٹ کے تمام خزانہ ٹرکی کی تمام املاک کا مالک شریف حسین ہوگیا مدینہ منورہ میں شریف حسین کے صاحب زادہ منتظم خاص تھے۔ غرض تمام ممالک انتہائی بے چینی میں مبتلا تھا۔

حضرت شیخ الہند کو انور پاشا، جمال پاشا کے احکام معلوم ہونے کے بعد کچھ اطمینان ہوگیا تھا۔ مگر پولیس کمشنر کو ایک قسم کی پرخاش سی ہوگئی تھی۔ ان حضرات کے مزید اعزاز سے پولس کمشنر کی آتش حسد بھڑک گئی تھی۔ اس لئے حضرت نے اس سے دور رہنے میں مصلحت دیکھی۔ ادھر رمضان المبارک کا زمانہ قریب تھا۔ اور مکہ معظمہ میں یہ متبرک ایام گذارنے کی رائے ہوگئی۔ یہ طے کیا۔ کہ جو قافلہ اب مدینہ منورہ سے روانہ ہوگا۔ ہم بھی اسی قافلہ کے ساتھ جائیں گے۔ اندیشہ یہ بھی تھا۔ کہ راستے شاید بند ہوجائیں۔ شریف حسین کی بغاوت کی خبریں برابر پہونچ رہی تھیں۔ یہ گمان قوی ہوگیا تھا۔ کہ اب باہمی جنگ ہونے والی ہے

حضرت شیخ الہند کی روانگی مدینہ سے مکہ کو ۱۳۳۴ھ

الحاصل یہ قافلہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوا۔ اس سفر میں حضرت شیخ الہند کے ساتھ شیخ الحرم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب بھی ساتھ اس لئے چلے۔ کہ استاد محترم کی کچھ خدمت کرسکوں۔ یہ اللہ والوں کا قافلہ جدہ ہوتا ہوا آخر جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ میں مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ اور باب العمرہ کے قریب ایک مکان کرایہ پر لے کر مقیم ہوگئے۔ مکہ معظمہ میں تقریباً ایک ماہ قیام فرمایا رات دن ذکر و شغل ہوتا تھا۔ طواف وغیرہ کرتے تھے۔ سب حضرات بہت خوش تھے۔ شیخ الحرم اپنے استاد محترم سے فیوض و برکات حاصل فرماتے رہے۔ رات دن شیخ الہند کی خدمت کرتے تھے۔

۲۰ رجب ۱۳۳۴ھ کو طائف کا سفر کیا حضرت شیخ الہند حضرت شیخ الحرم۔ حضرت مولانا عزیز گل۔ مولانا وحید احمد صاحبان ۲۴ رجب ۱۳۳۴ھ کی شام کو طائف پہنچے۔ شہر پناہ سے باہر محلہ سلامی کے سرسبز و شاداب باغیچہ میں قیام فرمایا۔ طائف پہاڑی اور ٹھنڈا مقام ہے ان اللہ والوں نے مکہ معظمہ کی شدت کی گرمی سے یہاں پر انتہائی راحت محسوس کی۔ چند دن بڑے آرام سے گذارے۔

ابھی چند دن طائف میں قیام کو ہوئے تھے کہ ملک کے حالات انتہائی خراب ہو گئے روز نئی نئی افواہیں پھیلنے لگیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سیاست کے امام تھے حالات سے اندازہ لگالیا۔ کہ وقت بہت جلد بدلے گا۔ شریف حسین ترکی حکومت سے بغاوت کرے گا۔ اور باہمی جنگ ہوگی۔ رات کی تاریکی میں اپنے لاڈلے شاگرد شیخ الحرم کو ساتھ لے کر باہر چل نکلے۔ اور فرمایا کہ حالت بگڑ چکی ہے۔ ہم ہندوستانی مشتبہ چل رہے ہیں۔ شریف حسین اور برطانیہ میں سازش ہے وہ وقت قریب ہے کہ برطانیہ شریف حسین سے ہمارا مطالبہ کرے۔ اور شریف حسین ہمیں گرفتار کر کے برطانیہ کے سپرد کر دے۔

تم فوراً مولوی وحید احمد کو لے کر مدینہ منورہ چلے جاؤ۔ اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو اللہ اللہ اس دور حاضر کے حسین نے سر جھکا کر فرمایا۔ کہ حضور آپ ہمیں اپنے سے جدا ہونے کا حکم نہ کریں۔ میری یہ مجال نہیں کہ حکم سے سرتابی کروں۔ مگر میں آپ سے کسی طرح کسی وقت جدا ہونے پر راضی نہیں شیخ الحرم یہ فرما کر خاموش ہو گئے مگر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیارے شاگرد حسین احمد کی جان نثاری کے الفاظ سن کر اتنے خوش ہوئے کہ خوشی میں رونے لگے۔ ہائے شیخ الہند کے پروانے۔ شیخ الحرم نے انتہائی لجاجت سے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ غلام ہر وقت حضور کے سایہ میں رہنا چاہتا ہے۔ جب شیخ الہند کے پروانے حسین احمد نے دیکھا۔ کہ استاد محترم پر حالات کا بہت اثر ہے تو فرمایا کہ حالات خواہ کچھ بھی ہوں۔ مگر شریف حسین اتنی جرأت نہیں کر سکتا۔ کہ ترکی حکومت سے کھلم کھلا بغاوت کرے اس

کے پاس اتنی فوجیں کہاں۔ اتنا سامان کہاں۔ ترکی بہادر قوم ہے اس کے سامنے دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ مگر حضرت شیخ الہند بالکل خاموش خاموش جائے قیام پر واپس لائے۔ پھر کبھی کچھ نہ کہا۔

شریف حسین کی غداری

چند ہی دن بعد ۹ر شعبان ۱۳۳۴ھ ہجری کی صبح کو اطلاع ملی۔ کہ شریف حسین نے حکومت ترکی کے خلاف بغاوت ہی نہیں کی۔ بلکہ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ جدہ پر فوج کشی کر کے جنگ و جدال شروع کر دیا۔ ہائے آج پانچسو برس کی بچی خادم حرمین الشریفین ترکی حکومت کے مقابلہ میں دشمنانِ اسلام برطانوی حکومت کی اعانت میں ایک سید زادہ تلوار لے کر میدان میں آگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب شیخ الحرم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یقین آیا۔ کہ میرے استاد محترم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا اندازہ صحیح تھا۔ چنانچہ شیخ الہند سے فرمایا۔ کہ آپ کا اندازہ ٹھیک تھا۔ میری رائے غلط ثابت ہوئی۔ اب حضرت شیخ الہند نے اپنے پیارے حسین احمد کو بٹھا کر انتہائی محبت اور پیار سے فرمایا۔ کہ حسین احمد دیکھو۔ اب طائف بھی خطرہ میں ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ آمد و رفت کے راستے بند ہو جائیں گے تم وحید احمد کو لے کر مدینہ منورہ کا ارادہ کرو طائف سے ایک راستہ مدینہ منورہ کا پہاڑوں سے ہو کر جاتا ہے کچھ لوگ اور بھی جا رہے ہیں تم بھی اسی قافلہ کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ آپ کے والد بعد اور گھر کے لوگ پریشان ہوں گے تم ان کی خبر گیری کرو۔ پھر راستے بند ہو جائیں گے اور جانا چاہو گے تب بھی نہ جا سکو گے۔ مگر واہ رے حسین احمد کے فدائی۔ واقعی شیخ الہند کا صدیق اکبر۔ استاد محترم سے فرمایا۔ کہ میں آپ کو اس حال میں ہرگز ہرگز نہیں چھوڑ سکتا سکون کا زمانہ ہوتا۔ آپ کو خطرہ نہ ہوتا۔ تو میں آپ سے جدا ہو سکتا تھا۔ اب تو جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ہوگا۔ اور میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ یہ باتیں میں نے مولانا عبدالحق صاحب رح

سے سنیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ان حالات اور شریف حسین کی اس بغاوت سے انتہائی رنجیدہ تھے۔ رفقاء کی فکر ہر وقت پریشان کئے ہوئے تھی۔ مگر شیخ الہند کا پروانہ حسین احمد حضرت کو خوش رکھنے کے لئے اکثر تفریح طبع کے لئے طرح طرح کی باتیں کرتے تھے۔ کسی سے مٹھائی کا مطالبہ تھا۔ تو کسی کو ویسے ہی چھیڑتے رہتے تھے۔ غرض اپنے شیخ کو ہر وقت خوش رکھنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔

طائف پر فوج کشی ۱۱ شعبان ۱۳۳۴ھ

بالآخر وہ وقت آہی گیا۔ کہ طائف محصور تھا ۱۱ شعبان ۱۳۳۴ھ کی رات میں عبداللہ بیگ کی زیر کمان جو شریف حسین کا بیٹا تھا۔ طائف کا محاصرہ ہوا۔ اور صبح سے پہلے حملہ ہو گیا۔ ترکی حکومت۔ برطانیہ کے ساتھ ہر ہر جگہ برسر پیکار تھی۔ اس کی تمام فوجیں جنگ پر لگی ہوئی تھیں۔ طائف میں صرف آٹھ سو جوان تھے۔ عبداللہ بیگ عربی فوج کی بڑی تعداد لیکر حملہ آور ہوا۔ اور طائف کا محاصرہ اتنا سخت کیا گیا۔ کہ نہ کوئی صاحب باہر جا سکتا تھا۔ اور نہ کوئی باہر سے اندر آسکتا تھا۔ ایک محاصرہ طائف کا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں کیا تھا۔ جو صرف اللہ کے لئے کیا گیا تھا جس میں بت پرست دشمنانِ دین محصور تھے مگر آج تیرہ سو چھبیس ۱۳۲۶ سال بعد اہل بیت ہی کے ایک فرزند نے صرف دشمنانِ دین کو خوش کرنے کے لئے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے اپنے بھائی اور محسن ترکی نوجوانوں کا شدید محاصرہ کیا۔ ہر طرف سے امداد کے دروازے بند کر دیئے۔ آب و دانہ بند کیا گیا۔ مگر شاباش ہے۔ ان ترکی کے صرف آٹھ سو جوانوں کو کہ انہوں نے بڑی بہادری سے ہر چہار طرف مورچے قائم کرکے مقابلہ کیا۔ اور شریف حسین کی فوج کے دانت کھٹے کر دئے۔ شریف حسین کی فوجیں ہر طرف سے سخت سے سخت حملہ کرکے یہ خیال کرتی تھیں۔ کہ ترکی فوج کی تھوڑی سی جماعت اس حملہ کی تاب نہ لا سکے گی۔ اور ہتھیار ڈال دے گی۔ مگر یہ ترکی نوجوان قلیل ہونے کے باوجود شریف حسین کی بڑی سے بڑی فوج کو مار بھگاتے تھے۔ ۱۱ شعبان سے ۹ رمضان تک

دونوں جانب سے برابر گولہ باری ہوتی رہی۔ ۲۰ رمضان کو مصری وہ فوجیں آگئیں جو جدہ فتح کرنے کے بعد فارغ ہوگئیں تھیں۔ یہ فوجیں جدہ فتح کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو گولہ باری سے فتح کرکے طائف پہونچی تھیں۔ ان کے حوصلہ بہت بلند تھے۔ ان فوجوں نے طائف کے گرداگرد آٹھ جگہ توپیں نصب کیں۔ اور گولہ باری شروع کردی۔ طائف کا قلعہ اور فوجی ٹھکانا خصوصیت سے نشانہ بنائے گئے۔ اور اعلان کیا۔ کہ اب دو چار ہی دن میں طائف کو فتح کریں گے۔ لوگوں کا بھی یہی گمان تھا۔ کہ اب بے چارے ترکی سپاہی کیا کرسکتے ہیں ہتیار ڈال دیں گے۔ مگر یہ اقل قلیل ترکی سپاہی بھی مقابلہ میں ڈٹ گئے اور اپنی ہمت سے بہت زیادہ عربی افواج کا ہر ہر طرف ہر ہر طرح مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ عید کا دن آگیا مگر عبداللہ بیگ کو شرم نہ آئی۔ عید کے دن بھی گولہ باری ہوتی رہی۔ الحاصل شہر میں گرانی شروع ہوگئی۔ ایک آنہ والی روٹی ایک روپیہ کو ملنے لگی۔ شریف حسین کی فوج نے یہ ظلم کیا۔ کہ اوپر سے نہر بند کرادی۔ اب طائف میں پانی کی قلت اس قدر ہوئی۔ کہ نمونہ کربلا بن گیا۔ مگر شاباش ان ترکی نوجوانوں کو۔ کہ چند ماہ تک مقابلہ کیا۔ اور ہر ہر موقع پر برابر کا جواب دیا۔ ان ترکی جوانوں کے پاس رسد نہ رہی فاقہ پہ فاقہ کیا۔ اور جب تک ہاتھوں میں دم رہا۔ دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ اور ہتھیار نہ ڈالے۔ میں نے مجبوراً اوپر کی سطور لکھیں اس لئے کہ آپ حضرات کو حالات کا کچھ علم ہوتا۔ کہ آپ اندازہ فرماویں۔ اور اس کے بعد غور کریں۔ کہ حضرت شیخ الہند۔ حضرت شیخ الحرم اور ان کے رفقاء کا کیا حال ہوا ہوگا۔

طائف کے کچھ حالات گولیوں کی بارش میں نماز باجماعت

ان اللہ والوں کی سنو طائف میں سب سے زیادہ

بارونق مسجد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مسجد ہے اس میں جاکر یہ اللہ کے پیارے پانچ وقت نمازیں باجماعت ادا فرماتے تھے۔ راستہ انتہائی خطرناک تھا گولیاں سروں سے گذر گذر گئیں۔ مگر ان اللہ کے خاص بندوں نے مسجد عباس میں جانا نہیں چھوڑا۔ لوگوں نے سمجھایا۔ فوجیوں نے

ٹوکا۔ مگر یہ اللہ کے شیدائی کسی طرح جماعت ترک کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ اللہ اللہ! ان مجاہدین کا جماعت کی نماز کا اہتمام آج کے مسلمانوں کے لئے سبق ہے۔ ایک دن مغرب کی نماز کے بعد یہ سب اللہ والے نوافل میں مشغول تھے۔ مسجد ابن عباس رضؓ کے سامنے ٹرکی مورچوں پر عربوں نے پوری طاقت سے حملہ کر دیا۔ اور تمام عربی فوجیں اسی مورچہ پر ہجوم کر کے آگئیں۔ ٹرکی نوجوان پسپا ہو کر اسی مسجد ابن عباس رضؓ میں آگئے۔ چھتوں اور میناروں کو مورچہ بنا کر گولی چلانی شروع کر دی طرفین میں سخت قسم کی جنگ ہوئی۔ اس مسجد پر عربی فوجیں بارش کی طرح گولیاں برسا رہی تھیں۔ مگر اللہ اکبر۔ یہ اللہ والوں کا قافلہ بڑے اطمینان سے نوافل میں مشغول رہا۔ اور ادنیٰ درجہ کی پریشانی کا اظہار تک نہ ہوا۔ نوافل سے فراغت کے بعد ٹرکی نوجوانوں کی ہمت بڑھاتے اور فرماتے تھے۔ کہ اس موت سے اچھی کوئی موت نہیں۔ گھبرانا مسلمان کا کام نہیں۔

طائف میں ان اللہ والوں پر فاقہ پر فاقہ

طائف میں گرانی انتہائی ہوگئی ان مجاہدین کا مختصر سا اثاثہ ختم ہوگیا۔ ان بزرگوں کو فاقے ہونے لگے۔ مگر یہ صابرین کی جماعت انتہائی استقامت کے ساتھ صبر سے بیٹھی رہی۔ طائف کے لوگ بلائے گئے۔ ٹرکی افسران سے کہا۔ کہ ہمیں طائف سے نکلنے کی اجازت دو۔ اب ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ بھوک سے مرے جا رہے ہیں۔ ٹرکی افسران نے اجازت دے دی۔ اور کہا کہ باہر عربی فوجوں کی گولیوں کے ہم ذمہ دار نہیں۔ ان لوگوں نے سمجھا۔ کہ طائف میں بھوک سے موت یقینی ہے۔ اور عربی فوجوں کی گولیوں سے مرنا محتمل۔ اس لئے طائف سے نکلنے لگے۔ مگر یہ اللہ کے بندے غریب الوطن طائف میں فاقہ پر فاقہ کرتے رہے۔

طائف کی دو ماہ بیس دن کی زندگی

طائف کی زندگی جو ۲۰ رجب لغایت دس شوال ۱۳۳۴ھ جو صرف دو ماہ

میں دن کی زندگی تھی۔ اس میں کتنی کتنی مصیبتیں اور پریشانیاں ان اللہ کے خاص بندوں پر آئیں۔ ان کے بیان کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ ان مجاہدین کے پاس غلہ نہ رہا کئی بھی بمشکل ملا۔ تمام شہر بلبلا اٹھا مگر یہ اللہ کے پیارے غریب الوطن مسافر مفلوک الحال مسافر بے یار و مددگار وطن سے ہزاروں میل دور فاقوں پر فاقے کرتے رہے۔ مگر کبھی کسی سے سوال تو کجا۔ اظہار پریشانی بھی نہ کیا۔ یہ اللہ کے خاص بندے ان مصائب میں اپنے پروردگار سے لو لگائے روحانی ترقی کی فکر کرتے رہے۔ جوں جوں مصائب پڑتے۔ یہ اللہ کے برگزیدہ بندے اتنی ہی زیادہ عبادت کرتے۔ اللہ اللہ ان کی روحانی ترقی کا کیا حال ہوگا۔

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط آہ فاقہ بہ ذاتہ

رات دن عبادتِ الٰہی ہے۔ اور میرے شیخ الحرم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی عباداتِ الٰہی سے فراغت کے بعد اپنے استاد محترم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جو ضعیف تھے۔ فاقوں نے اور ضعیف بنا دیا تھا۔ ان کی خدمت میں مصروف ہو جاتے اور اس کو بھی عبادت سمجھتے تھے اللہ اللہ! ان اللہ کے پیاروں کے معمولات میں ادنیٰ درجہ کا فرق کبھی نہ آیا۔ حضرت شیخ الاسلام کھانے وغیرہ کا انتظام اپنی پوری جماعت کے لئے فرماتے تھے۔ جو کچھ میسر ہوتا۔ دستر خوان پر رکھتے۔ سب حضرات کھاتے۔ مگر میرے شیخ خود آہستہ آہستہ کھاتے تاکہ اگر کھانے میں کچھ کمی رہے۔ تو میں بھوکا رہوں۔ میرے ساتھی پیٹ بھر کر کھالیں۔ اس پر بس نہیں۔ کبھی کبھی پہلے خود تھوڑا سا کھا کر دستر خوان بچھا کر فرماتے۔ کہ آپ حضرات کھائیں میں کھانا کھا چکا ہوں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اصرار فرماتے تو قسم کھا کر فرماتے کہ میں کھانا کھا چکا ہوں۔ اللہ اللہ اس صابرِ اعظم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریق اختیار کیا اپنے اوپر ہر وقت دوسروں کو ترجیح دیتے۔ آہ وہ وقت آگیا۔ کہ آہستہ آہستہ کمزوری اتنی بڑھ گئی۔ کہ آواز بھی صحیح نہ نکلتی تھی۔ مگر اس صابرِ اعظم کی اس ادا کو کوئی نہ سمجھ سکا۔ حضرت

شیخ الہند بھی مجتہدانہ دماغ رکھتے تھے۔ دوپہر کے کھانے کے وقت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے دو نوالے کھا کر فرمایا۔ کہ خدا کی قسم کھانا کھا چکا ہوں۔ ہائے یہ وقت بھی ان اللہ والوں کا عجب وقت تھا۔ حضرت شیخ الہند اپنے پیارے حسین احمد پر ناراض اور غصہ کے مارے کانپ رہے تھے۔ اب شاگرد نے دیکھا کہ شیخ ناراض ہو گئے۔ تو شاگرد کا برا حال ہو گیا۔ اللہ اللہ کھانا بیچ میں رکھا ہے شیخین ایک دوسرے کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ رفقاء پر سکتہ تھا۔ خاموش خاموش بیٹھے دیکھتے تھے۔ مگر کس کی مجال تھی۔ کہ اس وقت کوئی کچھ کہے۔ آہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور رونے لگے۔ ہائے میرے شیخ پہاڑ سے ٹکرا سکتے تھے۔ مگر استاد محترم کی ناگواری کسی طرح برداشت نہ تھی۔ اب شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا۔ کہ حسین احمد انتہائی رنجیدہ ہے یہ بات شیخ الہند کے لئے بھی ناقابل برداشت تھی۔ کہ شیخ الحرم کو رنجیدہ دیکھ سکتے۔ لہٰذا فوراً انتہائی مشفقانہ جملے فرمائے۔ اور چھاتی سے لگا لیا۔ اور انتہائی بزرگانہ انداز میں فرمایا۔ کہ حسین احمد تم اپنے اوپر ظلم کرتے ہو۔ اور ہمیں ظالم بناتے ہو۔ اب شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا حکم تھا۔ کہ سب لوگ حسین احمد کی نگرانی کریں۔ اور حسین احمد کھانا ہمارے بغیر نہیں کھائیں گے۔ اللہ اللہ یہ صبر استقامت کے پہاڑ شیخ الحرم خوراک کی قلت میں فاقوں پر فاقہ کرنے کے بعد جو خوراک کم سے کم میسر آتی تھی۔ اس کو بھی خود کھانا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ اپنے شیخ اور دوسرے رفقاء کو اپنا حصہ کھلا کر خوش ہوتے تھے۔ اللہ اللہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح یہ صرف اس مجاہد اعظم حسین احمد ہی کا کام تھا۔ اس زمانہ میں ایسی مثال کون پیش کر سکتا ہے۔

اللہ اللہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب نے حضرت مولانا عبد الحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ طائف میں جب تک رمضان شریف ہمارے فاقہ کشی کی کسی کو خبر نہ ہوئی۔ جب عید آ گئی۔ تو مجھے فکر ہوئی۔ کہ اب لوگوں کو

ہماری حالت کی خبر ہو جائے گی۔ چند ہی دن بعد میرا اندیشہ سامنے آیا۔ ایک ہندوستانی تاجر تشریف لائے اور کئی گھنٹہ حضرت شیخ الہندؒ کے پاس بیٹھے رہے۔ کھانے کا وقت آیا مگر گذر گیا۔ میں انتہائی بے قرار تھا۔ سوچتا تھا۔ کہ کہیں سے کچھ مل جائے۔ تو کم از کم اس ہندوستانی تاجر کی کچھ تواضع کردوں۔ مگر خدا کو یونہی منظور تھا۔ کہ ہم کوئی تواضع نہ کر سکے۔ تاجر بہت سمجھ دار تھے چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد کچھ چاول لے کر تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کئے حضرت نے قبول فرمالئے۔ اور ہماری فاقہ کشی کا راز کھل گیا۔

فاقوں میں روحانی لذت

حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی نے سوال کیا کہ حضرت ان فاقوں میں آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا بُرا حال ہو گیا ہو گا۔ اللہ اکبر، ہنس کر فرمایا۔ کہ فاقوں میں برا حال نہیں ہوتا۔ فاقوں میں روحانی لذت ہوتی ہے۔ نورانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ بہرحال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بوجب فاقوں کے مکمل فضائل تھے

ان اللہ والوں کی طائف سے روانگی اور مکہ کا قیام

یہ اللہ والوں کی جماعت طائف میں فاقہ پر فاقہ کرتے کرتے اس حد میں آگئی۔ کہ بھوک پیاس سے طاقت ختم ہو چکی تھی۔ طائف سے نکلنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ مگر سعی نہ کرنا بے دست پا ہو کر نا مرضی مولا کے خلاف ہے۔ اس لئے مجبوراً نکلے۔ یہ جان کر نکلے۔ کہ موت سر پر ہے۔ باب ابن عباس رضؓ سے نکلے ہی تھے۔ کہ گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد توپ کے گولوں کے ٹکڑے اِدھر اُدھر آکر گرتے تھے۔ مگر یہ اللہ کے خاص بندے بالکل نہیں گھبرائے۔ بلکہ مختلف راستوں سے گولیوں سے بچتے ہوئے۔ محافظ حقیقی کی حفاظت میں۔ جدھر سے گولیوں کی بارش ہو رہی تھی اسی طرف گولیاں برسانے والی شریف حسین کی فوج کے صدر مقام پہ پہونچ گئے۔ شریف حسین کی

فوج کے صدر مقام میں عبداللہ بیگ عرب فوج کی کمان کر رہے تھے۔ اور مصری فوج بھی یہیں خیمہ زن تھی۔ اس کی کمان عثمان آفندی کر رہے تھے۔ عثمان آفندی نے جب شیخ الحرم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ تو کھڑا ہو گیا۔ اور انتہائی عقیدت مندانہ انداز میں حالات معلوم کئے۔ عثمان آفندی نے فوراً عبداللہ بیگ کو اطلاع کی عبداللہ بیگ بھی شیخ الحرم کے فضل و کمال کے قائل تھے۔ ان اللہ والوں کو انتہائی عزت و احترام سے بٹھایا گیا۔ اور اپنا مہمان بنایا۔ فوراً دنبہ ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان حضرات کے لئے الگ ایک خیمہ نصب کر دیا گیا۔ دنبہ کا گوشت انجیر اور دوسرے پھلوں سے ان اللہ کے پیاروں کی تواضع کی گئی۔ اصرار سے رات کو بھی ٹھیرایا گیا۔ صبح کو اونٹ کا انتظام کیا گیا۔ کچھ نقدی بطور نذرانہ اور بہت سا ناشتہ دیکر مکہ معظمہ کے لئے روانہ کیا۔ الحاصل یہ اللہ کے خاص بندے دس شوال ۱۳۳۴ھ کی صبح کو مکہ معظمہ پہونچکر غلاف خانہ کعبہ کے سایہ میں تھے

مکہ معظمہ کا قیام اور مشاغل و مصائب

یہ بات میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ کہ یہ اللہ والوں کا قافلہ ۱۰ شوال ۱۳۳۴ھ میں مکہ معظمہ پہونچا۔ اب ان اللہ والوں کا کام سوائے ذکر اللہ کے اور کچھ نہ تھا۔ طواف عمرہ ذکر و شغل۔ استاد محترم کی خدمت۔ کچھ ہی دن کے بعد علماء مکہ اور طلبہ کے اصرار پر حرم شریف میں بخاری کا درس ہونے لگا۔ مغرب کے بعد حضرت شیخ الہند کے خدام اور متعارف حضرات آکر بیٹھتے اور حضرت سے علمی سوالات فرماتے۔ اور حضرت جوابات دیتے یہ مجلس خاص تھی کبھی کبھی حضرت شیخ الہند جواب میں تقریر فرماتے۔ اور علم کے دریا بہا دیتے۔ غرض علمی بحثیں اور دینی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ دن کو جائے قیام پر بخاری شریف کا درس ہوتا تھا۔ اور بڑے بڑے حجازی علماء شرکت فرماتے تھے اور شیخ الہند کی معلومات پر تعجب کرتے تھے مکہ معظمہ میں اس وقت گرانی انتہا پر تھی۔ یہ اللہ والوں کا مفلوک الحال قافلہ انتہائی تنگی سے اپنے دن گذار رہا تھا۔ کہ حج کا زمانہ قریب آگیا۔ حج کا ارادہ کیا۔ مگر ان حضرات

کی فاقہ مستی نے ان کو پریشان کر رکھا تھا۔ یہ فکر کہ سفر حج کے لئے کیسے اور کیا تیاری کریں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ انتہائی ضعیف ہو گئے تھے۔ منیٰ عرفات کا سفر پیدل کیسے طے کرینگے مگر مجاہد اعظم شیخ الہند کا صدیق اکبر حسین احمد اس فکر میں کہ کہیں سے کچھ قرض مل جائے اور اپنے محترم استاد کے لئے سواری کا انتظام کردوں خود اور دوسرے رفقاء پیدل سفر کریں۔ اگر مکہ معظمہ کے قیام کے باوجود حج جیسی عظیم نعمت سے محروم رہے۔ تو کتنی کم نصیبی کی بات ہے۔ مگر افسوس کہ مکہ معظمہ والے احباب خود پریشان تھے۔ قرض بھی نہ مل سکا۔ وہ وقت ان اللہ والوں پر کتنی بے کسی کا تھا۔ اس کا تصور مشکل ہے۔ یہ اللہ کے پیارے انتہائی مایوس دنیا والوں سے قطع نظر کرکے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دربار میں یعنی خانہ کعبہ میں گئے۔ اور پروردگار سے التجا کی۔ رحمت باری جوش میں آئی۔ اور اپنے پیاروں کے لئے اسباب یوں بنائے کہ ایک قافلہ ہندوستان کا مکہ معظمہ پہونچا۔ اس قافلہ میں جناب قاضی مسعود احمد صاحب جو حضرت شیخ الہند کے داماد اور بھانجے ہیں پہونچے ان کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ اور حکیم عبد الرزاق صاحب دہلوی نے کچھ رقم اور تحائف دیکر بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بروقت امداد پر یہ سب حضرات بہت خوش ہوئے اور سب حضرات نے باقاعدہ مناسک حج ادا فرمائے۔ اب یہ سب حضرات اپنی اپنی روحانی ترقی پر جہت خوش تھے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد قاضی مسعود احمد صاحب اور بہت سے حضرات بغیر مدینہ منورہ کی زیارت کے ہندوستان کو واپس ہوئے۔ ملکی حالات بہت خراب تھے۔ راستہ بند ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس وقت واپسی ہی ضروری تھی۔ مگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے رفقاء کے مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ ہندوستان سے آنے والے ذمہ دار حضرات نے شیخ الہند رح کو بتا دیا تھا۔ کہ ہندوستان میں آپ کے متعلق کیا کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ حکومت برطانیہ ہر اس آدمی کو پکڑ رہی ہے جس پر آپ کے تعلق کا شبہ بھی ہو۔ چنانچہ جب قاضی مسعود احمد ہندوستان لوٹے۔ تو ان پر کیا کیا گذری۔ وہ اب میں بیان نہیں کرتا

شریف حسین والی مکہ کیطرف سے فتاوی اور اس پر دستخط سے انکاری

اب ان اللہ والوں کو یعنی حضرت شیخ الہند حضرت شیخ الحرم اور ان کے ساتھیوں کو چند دن سکون کے نصیب ہوئے تھے۔ کہ پھر امتحان اور سخت امتحان میں مبتلا ہو گئے (ایک فتوی شریف حسین کے اشارہ پر تیار کیا گیا۔ جس میں ٹرکی حکومت کی زیادہ سے زیادہ برائی اور شریف حسین کی گورنمنٹ کی زیادہ سے زیادہ بھلائی تھی۔ اس پر علمائے عرب کے بہت سے دستخط کرائے گئے۔ علمائے عرب نے ٹرکی کو ملحد اور شریف حسین کو خلیفۃ المسلمین لکھا مگر گورنمنٹ برطانیہ کے ایجنٹوں نے ان دستخطوں کو دیکھ کر کہا۔ کہ ان علماء کے دستخطوں سے ہمیں کیا فائدہ۔ ان کو دنیا میں کون جانتا ہے۔ ہمیں ہندوستان کے شیخ الہند کی مہر اور حسین احمد کی مہر کی ضرورت ہے جو ہندوستان کے مشہور و مسلم عالم ہیں ان کے دستخط اور مہر لیجائے تو ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ شریف صاحب کے دارالمشورہ میں یہ بات بہت پسند کی گئی۔ ۲۸ محرم ۱۳۳۵ھ کی شام کو شیخ الاسلام مفتی عبداللہ سراج نے نقیب العلماء کی معرفت اس تحریر کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا۔ جب یہ نقیب العلماء حضرت شیخ الہند کی قیام گاہ پر پہنچا۔ تو عصر کا بعد تھا۔ شیخ الحرم مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے سامنے بخاری شریف کھولے بیٹھے تھے۔ بڑا مجمع تھا۔ درس ہو رہا تھا۔ نقیب العلماء نے تحریر پیش کی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر پڑھ کر فرمایا۔ کہ اس تحریر کا عنوان بتا رہا ہے کہ خطاب علماء مکہ۔ خطیب مکہ۔ مدرسین مکہ سے ہے ہم لوگ علماء مکہ میں سے نہیں ہیں اس لئے ہمارا حق نہیں کہ ہم اس تحریر پر کچھ بھی لکھیں نقیب العلماء حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا جاننے والا تھا۔ اس لئے شیخ مدنی نے الگ ہو کر نقیب العلماء کو سمجھایا۔ کہ تم شیخ الاسلام مفتی عبداللہ سے کہہ دینا کہ صرف اسی وجہ سے تحریر پر دستخط کرنے سے عذر کیا گیا۔ چنانچہ نقیب العلماء اس وقت واپس ہو گئے۔ پھر نہ کوئی

جواب لائے اور نہ تحریر۔ مگر یہ بات مشہور ہوگئی۔ کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر پر دستخط کرنے سے صاف انکار فرما دیا۔ اس پر برطانیہ کے ہندوستانی اور حجازی ایجنٹ مع شریف حسین کے برہم ہوگئے احقر کو ان برطانوی ایجنٹوں کے نام بھی معلوم ہیں۔ مگر بزرگوں نے چھپا دیا۔ احقر بزرگوں کی تقلید میں چھپانا چاہتا ہے۔ یہ برطانوی ایجنٹ فکر میں لگ گئے کہ ان اللہ والوں کو جس طرح اور جتنی تکلیف میں مبتلا کیا جاسکے کیا جائے۔ یہ اللہ والے اپنے اپنے مشاغل میں لگے ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ کے بعض نیک دل بزرگ علماء صلحاء پہلے سے خوف زدہ تھے۔ کہ دیکھئے کیا بات پیش آنے والی ہے ادھر ان اللہ والوں نے یہ طے کرلیا۔ کہ اگر ہمارے دستخطوں پر اصرار ہوا۔ تو اول ہم کوشش کریں گے کہ دستخط نہ کریں۔ اگر مجبور کیا گیا تو پھر صاف لکھیں گے کہ ترکی خلیفۃ المسلمین ہے اور شریف حسین ملحد اور باغی۔ اس پر بعض مخلص حضرات پریشان ہوئے۔ مگر یہ اللہ کے خاص بندے جان کے خطرہ کے باوجود اپنے ارادہ پر ڈٹ گئے۔ مگر معظمہ کے مخلصین نے سمجھایا۔ مگر یہ حضرات کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ آخر میں شیر ببر کی طرح گرج کر فرمایا۔ کہ ایک طرف جان عزیز ہے دوسری طرف دیانت۔ اگر اس وقت ہم بزدل ہوگئے تو دیانت کی خیر نہیں۔

حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی پریشانی

یہ گفتگو اور بہت غلط سلط خبریں شریف حسین تک پہونچتی رہیں۔

شریف حسین کو اس فتوے کی ناکامیابی کا ملال تو تھا ہی۔ اب وہ اس فکر میں تھے۔ کہ حضرت اور ان کے رفقاء کو گرفتار کریں۔ ہائے ہائے میرے شیخ الحرم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ملی۔ کہ شیخ الہند کے لئے ایسا حکم شریف حسین کے پاس پہنچ گیا۔ اور شریف حسین نے حضرت کو گرفتار کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس وقت محمود الحسن کے پروانہ کو کوئی دیکھتا کتنا بے قرار بے چین۔ کبھی شیخ الاسلام کے گھر کبھی بڑے بڑے تاجروں کے پاس۔ کبھی شریف حسین کے مصاحبوں کی خوشامد۔ جب سب طرف سے

مایوسی ہوگئی۔

شیخ الحرم کا اظہارِ حق

شیخ مدنی شریف حسین کے محل میں بے تاب۔ بے چین۔ مجنونانہ رنگ۔ چہرہ زرد۔ ہونٹوں پر خشکی۔ غصہ کے مارے برا حال۔ محترم استاد بے قصور شیخ کی ہمدردی میں سرشار۔ شریف حسین سے جاملے۔ شریف حسین اس شیخ مدنی سے پہلے سے واقف ہی نہیں تھا بلکہ ان کے علم و فضل تقویٰ پرہیزگاری کی شہرت سن چکا تھا۔ چنانچہ بہت عزت سے بٹھایا۔ گفتگو شروع ہوئی طویل گفتگو میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے شریف حسین کو نامعقولیت سمجھائی۔ اور ثابت کردیا کہ تم غلطی پر ہو۔ میرا شیخ الہند بے قصور ہے۔ مگر شریف حسین انگریزوں کا غلام اپنے ارادہ سے باز نہ آیا۔ تو حضرت شیخ مدنی نے برہم ہوکر انتہائی وضاحت سے مسئلہ خلافت سمجھا کر منہ درمنہ فرمایا۔ کہ آپ غلطی پر ہیں۔ ہائے یہ تھے اللہ کے خاص بندے۔ جن کو حق کے سامنے اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہ تھی۔

شریف حسین کی دھمکی

چنانچہ شریف حسین نے منہ درمنہ یہ کہدیا۔ کہ میں آپ کو سمجھوں گا۔ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھوکے پیاسے بپھرے ہوئے شیر کی طرح شریف کے محل سے نکل کر دہلی وغیرہ کے معزز تاجروں کے پاس گئے اور ایک بہت معقول وفد شریف حسین کے پاس بھیجا اس وفد نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کافی بحث کی۔ شریف حسین اقرار کرنے لگا۔ کہ شیخ الہند بے قصور ہیں۔ مگر مجبوری یہ ہے کہ انگریز جو اس وقت ہمارے آقا بنے ہوئے ہیں یہ ان کا مجرم ہے اور انہی کی رعایا ہے۔ اس لئے ان کو سپرد کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ یہ وفد بھی ناکام واپس ہوا۔ اور شیخ مدنی جو اس وفد کے انتظار میں تھے۔ فوراً وفد سے معلوم کیا۔ اب تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال اور بھی خراب ہوگیا۔ اب یہ پروانہ فدا ہونا چاہتا تھا۔

حضرت شیخ مدنی گرفتاری

ہائے میرا شیخ سید حسین احمد مدنی مایوس مایوس بھوکا پیاسا

اس سوچ میں کہ اپنے شیخ الہند استاد معظم کو پنجۂ ظلم سے کیسے بچاؤں۔ کیا کروں سخت پریشان یہ سوچنے پر مجبور ہوئے۔ کہ کسی اپنے شاگرد یا غلام کی ہمراہ خفیہ طریق پر کہیں شریف حسین کی حدود سے نکال دوں۔ ہم پر جو کچھ گذرے گی گذر جائے گی۔ ہم ہر مصیبت کو برداشت کریں گے جان جائے تو جائے مگر استاد محترم پر آنچ نہ آئے۔ زندہ رہے تو کبھی جاکر مل جائیں گے مر گئے تو شہید ہوں گے اور شیخ الہند استاد معظم کے جان نثاروں میں نام رہے گا اللہ اللہ میرے شیخ مدنی کا استقلال۔ ادھر شریف حسین کے محل میں مجمع ہے۔ شیخ الہند کی فوری گرفتاری کے احکام جاری ہورہے ہیں۔ ادھر میرا شیخ مدنی کامل اور پوری احتیاط کے ساتھ ایک معتمد شتربان سے معاملہ طے فرمارہے ہیں مگر فوراً چونک کر پلٹے اور اس خیال سے روانہ ہونے سے پہلے کہیں شریف حسین کے پنجۂ ظلم میں میرا شیخ نہ پھنس جائے۔ اسی پریشانی میں جائے قیام پر پہونچ کر اپنے محبوب شیخ الہند اور مولانا وحید احمد صاحب کو الگ بلاکر کسی بہانہ سے کہیں لے گئے اور استاد محترم کو نہایت محفوظ مقام پر پہونچا دیا۔ اور شیخ الہند کے ساتھ اپنے برادرزاد وحید احمد کو خدمت کے لئے چھوڑا۔ اپنے اس نور نظر وحید احمد کو سمجھایا کہ کچھ ہو تم شیخ سے کسی طرح الگ نہ ہونا۔ ہمارے متعلق کچھ بھی سنو۔ شیخ کو نہ بتانا۔ اگر خدا نے ہماری مدد کی تو آج ہی رات میں کسی وقت میں آؤنگا۔ اور موقع دیکھ کر شیخ الہند کا لباس تبدیل کرکے روانہ کروں گا۔ تم ساتھ جاؤ گے۔ اللہ اللہ یہ سعادت مند وحید احمد شیر کا بچہ شیر بہت خوش۔ چچا سے کہا۔ جاؤ انتظام کرو۔ میں حضرت کی خدمت میں رہوں گا۔ اور کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ ان تمام انتظامات کے بعد میرے شیخ مدنی جائے قیام پر تشریف لائے۔ اپنے رفیقوں کو شیخ الہند کے حالات بیان فرماکر اطمینان دلایا۔ اور فرمایا۔ کہ اب میں شتربان کے پاس جاتا ہوں۔ روانگی کے انتظامات کرتا ہوں۔ تم لوگ آرام کرو۔ ابھی باہر تشریف لائے ہی تھے کہ شریف حسین کے سپاہیوں نے آپ کو گرفتار کرلیا میرے شیخ سید حسین احمد مدنی کو عدالت میں پولیس کمشنر کے سامنے پیش کردیا۔ پولیس کمشنر نے صرف اتنی سی بات کہی۔ کہ تم

شریف حسین کی حکومت کو انگریزوں کی حکومت کہتے ہو اس لئے جیل جاؤ اور مزہ چکھو۔ پولیس کو حکم دیا گیا۔ کہ جیل میں بند کر دو۔ پولیس نے حکم کی تعمیل کی اور جیل میں بند کر دیا۔

شیخ الہند کی پوشیدگی اور شریف حسین والی مکہ کا رفقاء کو گولی مارنے اور مطوف کو کوڑے مارنے کا حکم

ہائے اب میرا شیخ مدنی جیل میں بند ہے۔ مگر اس اللہ کے خاص بندہ کو اپنی جیل اور تکلیف کا خیال تک نہ آیا۔ پولیس افسر تعجب میں تھے کہ یہ انسان ہے یا فرشتہ۔ مگر میرے شیخ مدنی اپنے شیخ الہند کے لئے انتہائی بے قرار اپنے مقدس استاد کے لئے جو کچھ سوچا تھا۔ جو جو تدبیریں کیں تھیں جو قلعہ بنایا تھا وہ مسمار ہو گیا۔ اب یہ فکر کہ میرے بیکس مظلوم بے گناہ استاد کا کیا ہوگا۔ ہائے جسم اگر جیل میں مقید تھا مگر دل اور جان استاد محترم کی خدمت میں۔ مگر کیا کر سکتے تھے۔ مجبور تھے۔ لاچار تھے۔ بیقرار تھے۔ بالآخر اپنے پروردگار کے دربار میں سربسجود ہو کر پڑے اور بہت روئے۔

ہائے اب شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی کی سنو۔ صاحب خانہ نے خبر دی۔ کہ آپ کا پروانہ حسین احمد گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ آہ شیخ الہند جیسا متحمل مزاج انسان بے قرار ہو گیا غم کو چھپاتے تھے۔ مگر نہ چھپتا تھا۔ چہرۂ مبارک پر غم نمایاں ہو گیا۔ مگر اللہ والے راسخ القدم اولوالعزم بندگان خدا صبر کیا کرتے ہیں۔ آپ نے بھی صبر فرمایا۔ اور سمجھایا۔ کہ یہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے امتحان پر امتحان ہے۔ اللہ اللہ ان بزرگوں پر جو کچھ گذر رہی تھی۔ گذر رہی تھی۔ اب شریف حسین نے حضرت کے دوسرے رفقا حضرت مولانا عزیر گل صاحب۔ حکیم نصرت حسین صاحب کو گرفتار کر لیا۔ اور تفتیش شروع کر دی۔ ان حضرات نے لاعلمی ظاہر کی معلم صاحب کو پکڑ لیا گیا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا وحید احمد صاحب اسی معلم کی نگرانی میں محفوظ تھے معلم نیک دل شریف انسان تھے۔ انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ غرض شیخ الہند کو پولیس اور سی آئی ڈی نے تمام مکہ معظمہ میں تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ تو شریف حسین نے حکم دے دیا۔

کہ تلاش کرو۔ حضرت کے رفقاء سے معلوم کرو۔ اگر یہ لوگ بتائیں تو مطوف کو ننگا کر کے کوڑے لگائے جائیں اور مطوفی سے معزول کر دیا جائے۔ اور حضرت کے رفقاء کو ہمارے سامنے لاکر گولی ماردی جائے۔ اللہ اللہ کیا وقت تھا ان اللہ والوں پر۔ یہ خبر مکہ معظمہ میں بجلی کی طرح منٹوں میں پھیل گئی۔ اور پورے شہر میں تہلکہ مچ گیا۔ مگر واہ رے عزیز گل اور نصرت حسین کہ اس وقت باواز بلند دعا کرتے لوگوں نے سنا۔ کہ اے اللہ! ہمارے شیخ کو بچا۔ ہمارا کچھ بھی ہو۔ ہم تیری رضا پر راضی ہیں۔ آج کے شاگرد۔ آج کے مرید اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور سوچیں۔ کہ شاگرد اور مرید ایسے ہوتے ہیں۔ ایک طرف مذکورہ بالا حالات تھے۔ دوسری طرف حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو ان حالات کا علم ہو گیا۔ یہ بات یہاں قابلِ بحث ہے کہ اس خفیہ مقام تک کون پہنچا کس نے جا کر اطلاع دی۔ اس کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی صاحب پہونچ گئے ہوں۔ اور یہ بات بھی ممکن ہے کہ مولائے حقیقی نے اپنے پیارے بندہ کو کسی طرح بتا دیا ہو واللہ اعلم۔

بہرحال جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو مطوف کی ذلت اور رفقاء کی جان جانے کی اطلاع ملی تو بے چین ہو گئے۔ وہ مخزنِ رحمت اپنے رفیقوں کی پریشانی اور ہلاکت کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ چنانچہ احرام باندھا۔ اور سر بکف بے تاب ہو کر نکل آئے۔ اور گرفتاری پر راضی ہو گئے اللہ اللہ جان سب کو پیاری ہے۔ بوڑھا ہو یا جوان۔ مگر ان اللہ والوں کے لئے گویا جان کوئی چیز ہی نہیں تھی مصیبت سے سب گھبراتے ہیں راحت سب چاہتے ہیں۔ مگر یہ خدا کے پیارے مصیبت اور راحت تک کا تصور تک نہیں جانتے تھے اللہ کی رضا پر راضی تھے۔ یہ بات خاص طریق پر قابل ذکر ہے۔ کہ سید حبیب اللہ کے گھر کا تنہا چراغ وحید احمد شیخ الہند کی خدمت میں تھا۔ شیخ الہند نے چاہا۔ کہ یہ کہیں چھپا رہے یا کہیں ٹل جائے۔ مگر وحید احمد مرنے پر راضی تھا۔ مگر شیخ کی جدائی پر راضی نہ تھا۔ چنانچہ سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہا۔ اللہ اللہ اس معصوم کا جذبہ

حضرت شیخ الہند کی گرفتاری

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مخفی جگہ سے نکل کر مع مولوی وحید احمد صاحب اپنی جائے قیام پر

تشریف لائے۔ جہاں سب رفقاء پولیس کی حفاظت میں موجود تھے۔ پولس کے نیک دل سپاہی رنجیدہ تھے۔ مولانا عزیر گل صاحب اور مولانا حکیم نصرت حسین صاحب کو سمجھاتے تھے۔ کہ حضرت کا پتہ دیدو۔ صرف گرفتاری عمل میں آئے گی۔ کیس چلے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ سب لوگ چھوٹ جائیں گے۔ مگر ان حضرات کو یقین تھا۔ کہ حضرت شیخ الہند اگر ہاتھ آگئے تو پھانسی دی جائے گی۔ یا گولی ماری جائے گی۔ اس لئے یہ حضرات شیخ الہند کا پتہ نہ دیتے تھے یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت جائے قیام پر جا پہنچے۔ حضرت کو دیکھ کر رفقاء کو بہت رنج ہوا۔ اور فرمایا۔ کہ آپ کیوں نکل آئے۔ حضرت نے اس کا کوئی جواب نہ دیا معلوم فرمایا کہ مولوی حسین احمد صاحب کا بھی کچھ حال معلوم ہو۔ اللہ رے تعلق۔ خود تختہ دار پر کھڑے ہیں اور عزیز شاگرد حسین احمد کی فکر۔ پولس افسر یہاں موجود تھا۔ شریف حسین کا حکم دکھا کر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور اسی دن بعد نماز عشاء اونٹوں پر سوار کرا کر مع تینوں رفیقوں مولانا عزیر گل صاحب مولانا حکیم نصرت حسین صاحب مولوی وحید احمد صاحب برادر زادہ شیخ الاسلام نظر بندوں کی حیثیت سے شریف حسین کی گورنمنٹ کی نگرانی میں ۲۳ صفر ۱۳۳۵ھ کی شب یکشنبہ۔ جدہ کو روانہ کر دیا گیا۔ روانگی کے وقت یہ حضرات نہایت مطمئن نظر آتے تھے رخصت کرنے والے اصحاب سے شیخ الہند بار بار فرماتے تھے کہ الحمد للہ ہم مصیبت میں تو گرفتار ہیں مگر معصیت میں نہیں۔ ان اللہ والوں کی استقامت دیکھ کر تمام مکہ معظمہ والے حیران ہیں۔

شیخ الحرم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی بالکل بے خبر استاد محترم کی طرف سے سخت پریشان۔ مگر رات کو اس زندان میں جا کر کون کہتا۔ کہ رات انتہائی بے قراری سے گذری۔ قلب بے قرار۔ یا صبح کو حضرت شیخ الحرم کے بعض مخلص جیل خانہ پر بغرض ملاقات تشریف لے گئے ان سے معلوم ہوا۔ کہ شیخ الہند اس بے قراری سے اس محفوظ مقام سے نکلے اور گرفتار ہو گئے اور رات ہی جدہ روانہ کر دئے گئے۔ یہ خبر سن کر حضرت شیخ الحرم کی جان میں جان نہ رہی۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی حیران رہ گئے۔ سخت پریشان اب کیا

کریں۔ دل بے قرار کو کسی طرح قرار نہ آتا تھا۔ دل چاہتا تھا۔ کہ پر لگ جائیں اور میں اڑکر
اپنے شیخ کے قدموں میں پہنچ جاؤں مگر مجبور تھے۔ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ بس یہی دھن کہ
جس طرح ہو شیخ کے قدموں میں جا پڑوں۔ جان جائے مگر ساتھ نہ چھوٹے۔ جو مخلص جیل میں
بغرض ملاقات آئے تھے ان سے انتہائی لجاجت سے فرمایا۔ کہ میری سب سے بڑی محبت
ہے کہ تم شریف حسین سے ملو اور میری طرف سے یہ درخواست کرو اور کہہ دو۔ کہ میں
نے مدینہ منورہ سے جدائی اور آستانہ نبوی سے مفارقت صرف مخدوم استاد کی خدمت
گذاری کے لئے گوارہ کی تھی۔ اور مکہ معظمہ میں صرف [illegible] مقیم تھا۔ حکومت جو معاملہ میرے
شیخ کے ساتھ کرے وہی معاملہ میرے ساتھ بھی کرے اور جس قدر جلد ممکن ہو۔ مجھے بھی جدہ
پہونچا دے۔ اگرچہ گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے میری بالتصریح طلبی نہیں۔ لیکن جب حضرت
کے سب رفقاء کو ساتھ بھیجا گیا ہے۔ تو مجھے کیوں چھوڑا جاتا ہے۔ میں بھی تو انہی کا خادم ہوں
صرف اتنی ہی بات پر بس نہیں کی۔ بلکہ شریف حسین کے خاص آدمیوں کے ذریعہ یہ بھی
لکھوایا۔ کہ اصل مادۂ فساد تو حسین احمد ہے اس کو مکہ معظمہ میں آزاد یا قید رکھنا ہر دو طرح خطرناک
ہے۔ آزاد رہا تو جو بیج فساد کا اس نے بویا ہے۔ وہ بارود بن کر پھٹے گا۔ اور اگر مقید رکھا۔ تو
اہل اسلام میں بے چینی پھیلے گی۔ شورش کا اندیشہ ہے۔ شریف حسین کے مشیروں نے مشورہ
دیا۔ کہ اس وقت موقع اچھا ہے اپنے شیخ کی جدائی سے بے قرار ہو کر درخواست کر رہے ہیں
ان کی درخواست تحریری پر باقاعدہ دستخط لے کر مہر لگوا لو اور شیخ ہندی کے پاس جدہ
پہونچا دو۔ اس صورت میں حکومت پر کوئی الزام نہ آئے گا

حضرت مولانا مدنی کی رہائی اور جدہ کو روانگی

یہ شیخ الحرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
روضۂ اطہر پر مدتوں سے درس دے رہے ہیں۔ ان کے علم و فضل کی شہرت پورے عرب
میں پھیل چکی ہے اور صدہا مخلص۔ شاگرد۔ معتقد۔ ملک میں موجود ہیں۔ جب ان لوگوں کو یہ

معلوم ہوگا۔ کہ شیخ الحرم بے قصور مقید رہ کر تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ عام لوگ آپ سے بددل ہوں گے۔ شریف حسین کی مجلس میں بھی بعض ان حضرات کے عقیدت مند تھے۔ ان لوگوں نے بھی حضرت شیخ الحرم کے علم و فضل۔ تقویٰ کا حال شریف حسین کو بتا کر رہائی کی تحریک کی۔ ان سب حضرات کی باتوں سے شریف حسین کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا وجود میرے لئے واقعی خطرناک ہے لہٰذا شریف حسین نے جدہ پہنچانے کی درخواست قبول کر لی۔ اور رہا کر دیا۔ بعد رہائی تمام مخلصین نے اور خود شریف حسین نے کہا۔ کہ تم ٹرکی رعایا ہو۔ اگر مدینہ جانا چاہو تو مدینہ منورہ چلے جاؤ۔ مگر یہ استاد محترم کا پروانہ کب رکنے والا تھا۔ کسی کی نہ مانی اور اصرار کیا۔ کہ میری درخواست کی منظوری ہو چکی ہے اب مجھے جلد سے جلد جدہ پہونچاؤ۔ گو سیاسی لوگوں نے سمجھایا۔ کہ شیخ الہند چھوٹنے والے نہیں ان کے ساتھ جا کر اپنی جان کیوں گنواتے ہو ؎

یہ سب سوچ کر دل لگایا ہے ناصح یہ کیا نئی بات آپ فرما رہے ہیں

مگر انسان محبت اور عشق میں اپنے حقیقی ناصح کی نہیں سنتا۔ یہ تو سیاسی ناصح تھے۔ الحاصل ۱۴ صفر ۱۳۳۵ھ کو یعنی اگلے ہی دن حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رات کو عشاء کے بعد جدہ روانہ کر دئے گئے۔ اور یہ استاد محترم کا پروانہ یہ جاننے کے باوجود کہ موت کے منہ میں جا رہا ہوں خوش خوش چل پڑا۔ اللہ رے استقامت واقعی اپنے استاد محترم کا پروانہ۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ۔ دوسرے دن جدہ پہونچے تھے۔ اور شیخ الہند کا پروانہ اسباب چھوڑ چھاڑ ایک سپید خچر پر سوار ہو کر دو دن کا راستہ صرف بارہ گھنٹے میں طے کر کے جدہ پہونچا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو جدہ پہنچے ہوئے صرف دو گھنٹے ہوئے ہوں گے۔ کہ ان کے عاشق شیخ الحرم نے پہونچ کر نیاز مندانہ سلام کیا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ سب کو تعجب ہوا۔ رفقاء سب خوش ہوئے مگر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اول اول تو حضرت شیخ الحرم کی مروت اور حسن وفا سے سو جان قربان ہونے پر تیار تھے۔ مگر چند منٹ کے بعد رنجیدہ تھے

اس لئے کہ یہ بھی ہمارے ساتھ موردالزام اور موردِ آلام و تکالیف ہوں گے۔

حضرت شیخ الاسلام فنافی الشیخ کا جدہ پہونچنا

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی شریفانہ جان نثاری، حب شیخ کے متعلق میں ایک حرف کہنا نہیں چاہتا۔ لیکن آپ مذکورہ بالا حالات کو سامنے رکھ کر خود فیصلہ فرماویں۔ کہ کیا اس زمانہ میں ایسی جان بازی کی نظیر مل سکتی ہے۔ اللہ اللہ مدینہ منورہ میں شیخ الحرم شیخ الحدیث ہونے کی عزت، شرفاء مدینہ طیبہ میں رسوخ وجاہت۔ پھر ضعیف والد اور بیکس بیوی اور بچے۔ اپنی جوانی کی حفاظت اور آئندہ ہر قسم کی امید آرام و راحت یہ سب ایک طرف ہیں۔ مگر حسن وفا محبت شیخ دوسری طرف۔ ہائے ہائے جس میں جان جانا یقینی ہے۔ اگر کسی طرح جان بچ بھی جائے تو طرح طرح کے مصائب کا اندیشہ مگر شاباش اس مرد مجاہد کو۔ کہ اس طرف توجہ تک نہیں فرماتے اور خطرات کی طرف شوق شوق سے عاشقانہ انداز میں بڑھے چلے جاتے ہیں۔ گذشتہ زمانہ کے فنافی الشیخ اور سرمست لوگوں کی حکایتیں جو سنی تھیں۔ میرے خیال میں وہ سب ہیچ ہو گئیں۔ اور شیخ الحرم کا درجہ ان سے بھی زیادہ بلند ہو گیا۔ زمانہ سابقہ کے سرمست حضرات ہوش میں نہیں رہتے تھے۔ خالص جوش ہی ہوتا تھا۔ جو کچھ کرتے تھے۔ اس میں سوچ فکر کا کوئی تعلق نہ ہوتا تھا۔ غیر اختیاری طریق پر جو کچھ ہوتا تھا ہو جاتا تھا۔ اگر آپ شیخ الحرم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے تو اندازہ کریں گے۔ کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ فنافی الشیخ ہونے کی حیثیت سے کیا۔ مگر بالکل ہوش میں کیا۔ سوچ کر کیا۔ تدابیریں کیں۔ اور دنیا کو بتا دیا۔ کہ مست اور بے ہوشی ہی میں فنافی الشیخ نہیں۔ بلکہ ہوش میں بھی فنافی الشیخ ہو سکتا ہے۔ شیخ الحرم نے ہوش میں جان فدا کر دی۔ اب یہ بات اللہ کے ہاتھ ہے۔ کہ وہ اس کو زندہ رکھے یا فنا کر دے اللہ اللہ شیخ چودھویں صدی میں صحابہ کرام کا نمونہ شیخ الہند کا فدائی اب اپنے شیخ کی خدمت میں انتہائی مسرور تھا۔ گویا کہ تختہ دار پر مسکرا رہے تھے۔ مختصر یہ کہ اب پانچوں قیدی اللہ کے حوالے

جدہ انگریز گورنمنٹ کے انسپکٹر بہاؤ الدین کی نگرانی میں مقیم تھے۔ حجاز مقدس یعنی مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور جہاں جہاں ان حضرات کی اطلاع پہنچی۔ سب ہی حضرات کو انتہائی رنج ہوا اور سب کو ہی یہ یقین تھا۔ کہ ان حضرات کو گولی کا نشانہ بنایا جائے گا۔ یا منظر عام پر پھانسی دیجائے گی۔ اس لئے لوگ بہت بیقرار تھے۔ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں ان حضرات کے لئے دعائیں ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں شیخ الحرم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری رہائی۔ جدہ کی روانگی اور انگریز گورنمنٹ کی امارت کی اطلاع نے کہرام مچا دیا۔ شیخ کے شاگرد معتقد۔ مخلصین کے سوا والد بزرگوار۔ اہلیہ محترمہ خاندان کے دوست افراد انتہائی بیقراری سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی جالیاں پکڑ پکڑ روتے تھے۔ اور دعائیں کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کا عجب حال تھا۔ ہر طرف ماتم ہی ماتم تھا۔ شریف حسین کے خلاف غم و غصہ تھا۔ چنانچہ شریف حسین نے شیخ الحرم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ درخواست جس پر حضرت کو مکہ معظمہ کی جیل سے نکال کر جدہ جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ اس کا پروپیگنڈہ کیا گیا۔ شریف حسین کی حکومت کے افراد نے لوگوں کو بتایا کہ حکومت عربیہ نے شیخ الحرم کو گورنمنٹ برطانیہ کے سپرد نہیں کیا بلکہ شیخ الحرم رات کو چوری چوری سے کسی کا خچر لے کر فرار ہوئے ہیں۔ حکومت عربیہ نے تو شیخ الحرم کو مکہ معظمہ کی جیل سے رہا کر کے یہ کہا تھا۔ کہ اگر آپ مدینہ منورہ جانا چاہیں تو آپ کیلئے سواری کا انتظام کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

ایک طرف اس طریقہ کا پروپیگنڈہ تھا۔ دوسری طرف انتہائی سختی۔ لوگ بیچارے صبر کر کے بیٹھ رہے۔ کرتے بھی کیا۔ شاگرد بیچارے اپنے استاد کے فیض سے محروم ہو گئے۔ ان اللہ کے پیاروں کی گرفتاری کا ہندوستان میں شور تھا۔ ہندوستانیوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا۔ کہ ان اللہ والوں نے کیا قصور کیا۔ کیوں گرفتاری عمل میں آئی۔ اور کس جگہ مقیم ہیں۔ کوئی کہتا تھا کہ یہ حضرات چونکہ ہندوستان کے باشندے ہیں۔ ہندوستان لائے جا رہے ہیں

ہندوستان میں قید رکھا جائے گا۔ کچھ افواہیں ایسی تھیں کہ رنگون بھیج دیے گئے۔ کچھ لوگوں کا گمان تھا کہ پھانسی دے دی گئی کوئی کہتا تھا کہ گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ آخر میں ایک بات مشہور ہوئی کہ کالے پانی جا چکے۔ مگر صحیح خبر کسی کو نہ تھی۔ یہ سب اپنے خیال او اندازے تھے۔

ان اللہ والوں کی روانگی جدہ سے مصر کو

واقعہ یوں تھا۔ کہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو بروز جمعہ عربی حکومت کی فوج کے ساتھ بہاؤالدین انسپکٹر کی نگرانی میں ان اللہ کے پیاروں کو جہاز میں سوار کیا گیا۔ اور جہاز ان اللہ والوں کو لے کر سویز کی طرف روانہ ہوا۔ ان اللہ کے پیارے مجرمان بے قصور کو یہ خبر نہ تھی۔ کہ ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ یہ اللہ والے کتنے مستقل مزاج تھے۔ کہ کسی فوجی یا جہاز کے ملازم تک سے یہ معلوم نہ کیا۔ کہ یہ جہاز کہاں جا رہا ہے۔ ہمیں کہاں لے جایا جائے گا۔ آہ آج کوئی ایسی مثال پیش کر سکتا ہے یہ سب اللہ کے ولی تھے۔ فانی اللہ تھے۔ خدا کی رضا پر راضی تھے۔ انسپکٹر بہاؤالدین نے حضرت شیخ الحرم سے سوال کیا۔ کہ آپ نے ہم سے یہ بھی نہ معلوم کیا۔ کہ ہم آپ کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے ہائے میرے شیخ الحرم نے ترفع کر جواب دیا۔ کہ انسپکٹر صاحب ہم آپ سے کیا سوال کریں آپ کو اپنا اختیار نہیں آپ انگریز کے غلاموں کے غلام ہیں۔ ہمارے ساتھ جو کچھ ہوگا۔ ہم اس پر راضی ہیں۔ ہماری صرف ایک خواہش ہے یہ کہہ کر کچھ رقت سی طاری ہو گئی۔ کچھ دیر تک خاموش رہے انسپکٹر بھی آخر انسان تھا۔ وہ بھی رنجیدہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ حضرت کیا خواہش ہے۔ اگر میں پوری کر سکوں تو کوشش کروں گا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ دنیا والوں سے میری کوئی خواہش نہیں۔ میں اپنے پروردگار سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے ہر مصیبت پر استقامت دے اور میرا رب میرے سے خوش ہو جائے۔ اب اس کے سوا کوئی خواہش نہیں۔ بہاؤالدین انسپکٹر اتنا معتقد ہوا۔ کہ جب تک زندہ رہا۔ میرے شیخ الحرم کی مدح کرتا رہا۔ یہ قصہ بہاؤالدین انسپکٹر نے مکہ معظمہ واپس آکر سنایا اس کا مکہ معظمہ میں کافی چرچا رہا۔ یہ قصہ صادق مجددی کی صاحب

کی مجلس میں مکہ معظمہ میں کسی صاحب نے بیان کیا۔ اور بھی بہت سی باتیں سنائیں۔ جو معلوم ہیں۔ مگر میں مختصر کرتا ہوں۔ الحاصل ان اللہ کے پیاروں کا جہاز ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کی صبح کو سوئیز پہنچ گیا۔ بندرگاہ پر گورہ فوج سنگین اور بندوق لگائے کافی تعداد میں موجود تھی۔ انسپکٹر بہاؤ الدین آگے بڑھے۔ کچھ گفتگو کی۔ اس کے بعد ان اللہ کے پیاروں کو حکم ملا کہ جہاز سے اتر جاؤ۔ چنانچہ یہ اللہ کے خاص بندے بندرگاہ پر اترے اور بہاؤ الدین نے ان مظلوموں کو ہنسی خوشی دشمنانِ اسلام انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ ہائے۔ یہ وہ حضرات تھے کہ جن کو انگریزوں سے انتہائی نفرت اس لئے تھی۔ کہ یہ مسلمانوں کے دشمن۔ ممالک اسلامیہ کے دشمن۔ اسلام کے دشمن۔ حرمین الشریفین کے دشمن۔ اپنی ذاتی غرض کچھ نہ تھی۔ ان کو انگریزوں سے ذاتی کوئی تکلیف نہ پہنچی تھی۔ مگر لعنت ہو شریف حسین کو۔ کہ اس نے ان مخلصین کو اپنی ذرا سی غرض پر قربان کر دیا۔ گورہ فوج کا افسر آگے بڑھا۔ اور حکم دیا کہ تشریف لے چلیں۔ یہ حضرات بڑی خوشی سے اس گورہ فوج کا افسر آگے بڑھا اور حکم دیا کہ تشریف لے چلیں۔ یہ حضرات بڑی خوشی سے اس گورہ فوج کے افسر کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑی دیر چل کر فوج کیمپ میں پہنچے یہاں ایک خیمہ میں ٹھیرایا گیا۔ ستم بالائے ستم کہ ہندوستانی سپاہ کا پہرہ لگایا گیا۔ ان حضرات کو دشمنوں کے ظلم سے اتنی تکلیف نہیں پہونچی تھی۔ جتنی اپنے لوگوں کو انگریز کا غلام دیکھ کر ہوتی تھی۔ ہائے ان اللہ والوں کے استقلال کی انتہا تھی۔ اگلے ہی دن صبح کو وہی گوروں کا دستہ آیا اور حکم دیا۔ کہ چلو یہ حضرات فوراً تیار ہو گئے۔ اب یہ بزرگانِ دین گورہ فوج کی حراست میں چلے۔ مگر چلنے والے چل رہے ہیں۔ اور یہ خبر نہیں۔ کہ کہاں جانا ہے تھوڑی ہی دیر میں اسٹیشن پر پہونچ گئے ریل تیار کھڑی تھی۔ تمام سامان رکھا گیا۔ اور ان اللہ والوں کو ریل میں بٹھا کر یہ فوجی دستہ خود بھی سوار ہوا۔ گاڑی چلی۔ مگر ان مظلوموں کو یہ خبر نہ ہوئی کہ کہاں لیجایا جا رہا ہے۔

مصر کے جیل خانہ کے کچھ حالات

یہ اللہ کے پیارے اس فوجی کیمپ کو اپنا مقتل سمجھ رہے تھے۔ مگر اب معلوم ہوا۔ کہ مقتل یہاں

نہیں کہیں اور ہے۔ یہ گاڑی اسی دن یعنی ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو دو بجے دن کے مصر پہونچ گئی۔ اب یہ اللہ والوں کا قافلہ قاہرہ اسٹیشن پر اترا۔ یہ ملک مصر کا دار الخلافہ اور سب سے بڑا شہر ہے دریائے نیل کے کنارے آباد ہے۔ قاہرہ دریائے نیل کے دائیں جانب واقع ہے۔ دریائے نیل کے بائیں جانب جو آبادی ہے۔ اس کو جزیرہ کہتے ہیں اسٹیشن سے ان اللہ کے عاشقوں کو موٹر میں جزیرہ لیگئے۔ یہ جزیرہ بھی ایک ضلع کہلاتا ہے یہاں ایک بہت پرانا جیل نہ عرصہ سے بے کار پڑا تھا۔ اس میں لاکر ان بزرگوں کو اتارا۔ جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک خیمہ نصب کراکر ان حضرات کو خیمہ میں رکھا۔ ان خدا کے خاص بندوں کی تلاشی لی گئی۔ جو رقم تھی سب لے لی گئی۔ استرا چاقو سب کچھ لے لیا گیا۔ ان مظلومین ہند نے خیال کیا۔ کہ شاید مقتل یہی جیل خانہ ہے۔ اس جیل میں تقریباً ڈیڑھ سو سیاسی قیدی اور بھی تھے۔ ان میں اکثر مسلمان اور کچھ عیسائی تھے یہ بزرگوں کی جماعت استغنا اور استقامت میں بے مثال تھی سب قیدی چند ہی گھنٹہ میں ان کی عزت کرنے لگے۔ یہ دن رات خیریت سے گذرا۔ اگلے دن جو صبح ہوئی یعنی ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کی صبح۔ وہ قیامت کی صبح تھی۔ کچھ فوجی آئے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے گئے۔ یہ چاروں خادم لاچار مجبور منہ تکتے رہ گئے اور ان ظالم فوجیوں نے نہ بتایا۔ کہ کہاں اور کیوں لے جاتے ہیں۔ اب آقا کو تو لیگئے مگر خدام کی بے چینی اور بے قراری کا اندازہ کون کر سکتا تھا۔ یہ بیچارے خادم بیدست و پا اسیر تھے۔ کیا کر سکتے تھے۔ نہ کوئی خبر دینے والا تھا نہ حال بتانے والا عجیب ضیق کی حالت میں تمام دن گذر گیا۔ بعض قیدی اور جیل خانہ کے محافظ تسلی بھی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ گھبراؤ نہیں حضرت کی جان کو کوئی خطرہ نہیں مطمئن رہو۔ مگر ان پروانوں کو ایسی باتوں سے کہاں تسلی ہوتی تھی۔ ان کو یقین تھا کہ حضرت شیخ الہند کو پھانسی دی جائے گی یا گولی ماردی جائے گی۔ ان کے بیقراری کی انتہا نہ تھی۔

حضرت شیخ الہند عدالت کے کٹہرے میں

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو پہلے جیل کے دفتر لے گئے۔ نام نسب۔ عمر وطن۔ حلیہ وغیرہ لکھا گیا۔ پھر وہی محافظ ٹرام میں بٹھا کر آپ کو جنگی دفتر اور مرکز کی طرف لے چلے جو یہاں سے بہت دور شہر میں واقع تھا۔ فوجی مرکز میں پہنچ کر عدالت میں پیش کیا گیا۔ یہ فوجی عدالت تھی۔ تین انگریز بحیثیت جج کے سامنے بیٹھے تھے ان میں سے دو انگریز بہت اچھی اردو جانتے تھے۔ نام نسب اور پتہ معلوم کرنے کے بعد بیان لینا شروع کیا گیا۔ اس وقت اس اللہ کے خاص بندہ کا نہ کوئی وکیل تھا۔ نہ غم خوار۔ تنہا ظالمان فرنگ کی عدالت میں بیان دینے پر تیار ہو گئے ان انگریزوں نے تقریباً پانچ گھنٹہ مسلسل حضرت سے سوالات کئے اور حضرت شیخ الہند نے جوابات دیئے۔ مگر اللہ اللہ۔ اس اللہ کے شیر نے نہایت استقلال اور ہمت سے انتہائی بے رخی اور بے التفاتی سے تمام باتوں کا معقول جواب دیا۔ یہ انگریز حضرت کے جوابات کو انگریزی میں لکھتے رہے۔ پانچ گھنٹہ کے بعد اجلاس کی کارروائی ختم ہوئی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو پھر اسی جیل خانے میں بھیج دیا گیا۔ مگر خدام کے پاس نہیں بلکہ الگ کال کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس شدید مصیبت میں ذکر اللہ کرنا شروع کر دیا۔ اپنی تکالیف و مصائب کا کچھ غم نہ تھا۔ اپنے متعلق یہ طے تھا کہ تختہ دار تیار ہے اور یہ اللہ کا پیارا بندہ اس شہادت عظمیٰ پر نازاں تھا۔ مگر اپنے خدام کا غم پریشان کئے ہوئے تھا۔ اور خطرہ ہو رہا تھا۔ کہ جب میرا یہ حال ہے تو خدا جانے ان پر کیا گذری ہوگی۔ اگرچہ وہ چاروں ابھی تک یکجا تھے۔ ادھر یہ چاروں خادم پریشان تھے۔ کہ ہمارے شیخ پر کیا گذر رہی ہوگی۔ اتنے میں ایک صاحب تشریف لائے اور فرمایا۔ کہ آپ کے شیخ نے قرآن شریف۔ دلائل الخیرات اور تسبیح مانگی ہے۔ خدام نے حضرت کی ضروریات کا سامان دے دیا اور ان صاحب سے خوشامد سے پوچھا۔ کہ شیخ کہاں ہیں۔ مگر اس نے نہ بتایا۔ غرض یہ کہ ان پروانوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارا شیخ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ ان کی

بے قراری بڑھتی گئی۔ رات بھر اللہ کے دربار میں پڑ کر گذاری اور اپنے شیخ کے لئے دعا کرتے رہے

حضرت شیخ الاسلام عدالت کے کٹہرے میں

اب ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کی صبح آئی اگر ۲۴ کی صبح قیامت کبریٰ تھی۔ تو ۲۵ کی صبح قیامت صغریٰ ضرور تھی۔ اب شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین کو ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ کی صبح کو بالکل اسی طرح جیل خانہ سے فوجی مرکز تک۔ لیجایا گیا۔ اور اسی عدالت میں اسی طرح پیش کیا گیا۔ جس طرح شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو۔ اب حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کا بیان شروع ہوا۔ عدالت نے سوال کیا۔ اور حضرت نے انتہائی جوشیلی تقریر فرمانی شروع کر دی۔ پھر کچھ سوال کیا گیا۔ حضرت شیخ الحرم نے پھر جوشیلی تقریر فرمائی۔ غرض یہ کہ پورے دو دن یہ اللہ کا شیر محمود الحسن کا پروانہ انتہائی استقامت اور بے خوفی سے بلا کسی کی مدد کے بلا کسی وکیل یا قانونی مشیر کے بیان دیتے رہے۔ زور تقریر میں اکثر بحث سے ہٹ کر دوسری باتیں فرمانے لگتے تھے خود فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے خوب زمین آسمان کے قلابے ملائے۔ بیانات کے بعد حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کو بھی اسی جیل میں واپس کیا گیا۔ مگر الگ کال کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔ ایک کو دوسرے کی خبر تک نہ ہوئی۔ اگرچہ یہ کوٹھڑیاں برابر برابر تھیں۔ اب ان کے دوسرے رفقاء مظلوم بے کس سخت پریشان۔ شیخ الہند جدا ہوئے تھے۔ اب جانشین شیخ الہند بھی جدا ہو گئے۔ کچھ خبر نہیں۔ کہ ان بزرگوں کا کیا حال بنا۔ زندہ ہیں یا پھانسی دے دی گئی۔ ان حضرات نے یہ دو دن دو رات عبادت الٰہی میں گذارے اور دعائیں کرتے رہے مگر استقامت کے یہ بھی پہاڑ تھے۔ کسی سے کچھ نہ کہا اور یقین کر بیٹھے۔ کہ وہ بزرگ شہید کر دئے گئے اور اب ہماری باری ہے

مولانا وحید احمد عدالت کے کٹہرے میں

۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو جو صبح ہوئی اس میں ایک ساتھی یعنی مولوی وحید احمد صاحب برادر زادہ شیخ الحرم حضرت مولانا سید حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ کو اسی طرح لیجایا گیا۔ اور ان کو

بچہ جوان کر بیان زرا سختی سے لئے گئے. مگران انگریزکے بچوں کو یہ خبر نہ تھی. کہ شیر کا بچہ شیر اور شیخ الہندؒ کا تربیت یافتہ پروانہ ہے مولوی وحید احمدؒ کے بیان سے یہ انگریز متعجب ہوئے۔ اس نوجوان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا گیا جیل واپس کیا اور کال کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔ یہ کال کوٹھڑی بھی برابر تھی میں تھی۔

مولانا عزیر گل صاحب عدالت کے کٹہرے میں

۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کی صبح کو حضرت مولانا عزیر گل صاحب کی باری آئی. ان کو یقین تھا. کہ مجھ سے پہلے جانے والوں کو پھانسی آچکی ہے مجھے آج آنی ہے. مگر یہ بہادر بھی شیر کی طرح دندناتا ہوا گیا۔ اور بلا خوف و ہراس بیان بہادرانہ دے کر کال کوٹھڑی میں پہنچ گیا۔ اللہ اللہ ان حضرات کی استقامت کی مثال مشکل ہے۔

مولانا حکیم نصرت حسین صاحب عدالت کے کٹہرے میں

سب سے اخیر میں حضرت مولانا حکیم نصرت حسین صاحب کا نمبر آیا۔ ان کو بھی اسی طرح لے جایا گیا. عدالت میں جاکر انہوں نے بھی بیان دیا۔ حکیم صاحب انگریزی خوب جانتے تھے. مقدمہ بازی کافی کر چکے تھے۔ قانون سے بخوبی واقف تھے۔ گورنمنٹ عالیہ کی خیر خواہی کے طرز میں کافی باتیں کیں. اس کے بعد آپ نے شیخ کی بے قصوری پر کافی بحث کی۔ گورنمنٹ برطانیہ کے یہ افسر بہت خوش ہو گئے۔ ان کو بھی واپس جیل بھیج دیا گیا۔ مگر ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا. کہ ان کو حضرت شیخ الہندؒ کی کوٹھڑی میں یہ کہہ کر رکھا گیا. کہ اور کوٹھڑی خالی نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی. کہ وہ اپنے شیخ کی خدمت کر سکیں۔ مگر مقصود کچھ اور تھا۔ واللہ اعلم۔ یہ کال کوٹھڑیاں بہت تاریک تکلیف دہ تھیں ان میں پشت کی جانب صرف ایک ایک روشن دان تھا۔ جس سے صرف تھوڑی سی روشنی آتی تھی۔ پیشاب پاخانے کے لئے بالٹیاں اندر ہی رکھی جاتی تھیں۔ چوبیس گھنٹہ میں صرف ایک گھنٹہ کے لئے سپاہی ٹہلانے کے لئے باہر نکالتے اور پھر بند کر دئے جاتے۔ ستم بالائے ستم

ہر ایک کو الگ الگ نکالتے تھے۔ جب ایک کو بند کر دیتے تھے۔ تب دوسرے کو نکالتے تھے۔
یہ وقت ان خاصان خدا کے لئے سخت امتحان اور تکلیف کا تھا۔ کسی ایک کو دوسرے کی
خبر چھ دن تک نہ ہوئی۔ ہر شخص اپنی جگہ پر بے قرار تھا۔ اور سب مایوس۔ مگر ان اللہ والوں
نے جزع فزع۔ گریہ۔ فریاد کا نام تک نہ لیا۔ اگرچہ قلب سب کے بے چین تھے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور تمام رفقاء کی فاقہ کشی۔ اور ذکر اللہ

کھانا کھانے کے وقت ہر شخص کے
پاس کھانا آتا تھا۔ مگر کسی کو بھوک
نہ ہوتی تھی۔ اکثر کھانا جوں کا توں واپس جاتا تھا۔ کبھی
کبھی بھوک سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ خدام دو چار لقمے کھا لیتے تھے۔ مگر آفریں ہے اس شیخ مکرم
مظہر حقیقت پر کہ پورے بارہ وقت گذر گئے۔ مگر خادموں کی جدائی کے فراق میں ایک دانہ نہ کھایا
یہ کوئی بھوک ہڑتال نہیں تھی۔ بلکہ شدت کلفت اور فراق احباب و مخلصین میں طعام
کی طرف رغبت نہ ہوئی۔ حضرت شیخ الہند کو یہ خیال پریشان کئے ہوئے تھا۔ کہ خدا جانے
رفقاء کو کھانا ملا یا نہیں۔ اور وہ کس مصیبت میں ہوں گے۔ جب جیل کے ملازمان اور
محافظوں کو معلوم ہوا۔ کہ حضرت کھانا نہیں کھاتے تو گمان ہوا۔ کہ یہ بزرگ ہیں۔ ان کو
شاید یہ وہم ہوا۔ کہ اس کھانے میں کوئی ناجائز چیزیں ہیں۔ یہ ملازم اور محافظ حضرت کی
خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ اس کھانے میں کوئی ناجائز چیز نہیں ہے کچھ مسلمان
ملازم بھی تھے۔ انہوں نے قسم کھا کر یقین دلایا۔ کہ اس کھانے میں کوئی ناجائز چیز نہیں ہوتی
مگر حضرت شیخ الہند نے کھانا نہیں کھایا۔ اس کے بعد ملازم اور محافظ کچھ سمجھے اور کہا کہ آپ کے
تمام خدام خیریت سے ہیں۔ ان کو دونوں وقت کھانا باقاعدہ پہونچایا جاتا ہے۔ مگر شیخ نے
پھر بھی کھانا نہیں کھایا۔ حضرت کو کال کوٹھڑی میں چارپائی دی گئی تھی۔ مگر آپ کبھی چارپائی
پر نہیں لیٹے۔ بلکہ ہر وقت بیٹھے رہتے تھے۔ کسی وقت نیند کا غلبہ ہوا تو چارپائی سے کمر لگا کر
[illegible] ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ کبھی کلام اللہ کی تلاوت

فرماتے۔ تو کبھی دلائل الخیرات پڑھتے۔ کبھی مراقبہ فرماتے۔ غرض ہر وقت مولائے حقیقی سے دل لگائے ہوئے باطمینانِ تمام بیٹھے رہتے تھے۔ اللہ اللہ اس ظلمت کدہ کو ذکر اللہ کے نور سے منور رکھتے تھے۔ خدام کا حال بھی قریب قریب ایسا ہی تھا۔ ہر شخص اپنی اپنی کوٹھڑی کو ذکر اللہ کا مرکز بنائے ہوئے تھا۔ اور ہر ایک اپنی فکر کے بجائے دوسرے رفقاء کی فکر میں مبتلا تھا۔ اللہ اللہ استقامت کبھی کسی ملازم یا محافظ جیل نے کوئی بے صبری یا ناشکری کی بات نہ سنی۔ ان اللہ والوں کو دیکھ کر جیل کے افسران بھی تعجب کرتے تھے۔ اب رحمتِ باری ہوئی

کال کوٹھڑیوں سے سلام پیام اور بچھڑے ہوئے بزرگوں کا ملاپ

جیل والوں میں سے کسی نے ایک کی ایک کو خبر دی۔ اور پیغامات ایک کے دوسرے تک پہونچنے لگے۔ یہاں تک کہ خدام اپنے شیخ کے لئے پان کے ٹکڑے لگا کر بھیجنے لگے۔ یہ حضرات مکہ معظمہ سے سوکھے ہوئے پان شیخ کی خاطر کافی تعداد میں لائے تھے۔ تب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ اطمینان ہوا اور تشویش کم ہوئی۔ اب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ اطمینان ہوا۔ اور تشویش کم ہوئی۔ اب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا بھی کھایا۔ اور چارپائی پر بھی آرام فرمایا۔ چھ سات دن بہت سخت گذرے۔ اس کے بعد جیل والوں نے ایک دن ٹہلنے کے وقت میں سب کو ساتھ ساتھ کوٹھڑیوں میں سے نکالا اور سب آپس میں ملے۔ وہ دن کیسا دن تھا۔ کتنی خوشی کا دن تھا اس کا اندازہ صرف وہی حضرات فرما سکتے ہیں۔ ہم تصور نہیں کر سکتے۔ اب یہ حضرات ایک گھنٹہ کے بعد پھر اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں بند کر دئے گئے۔ ۲۴ گھنٹہ کے بعد پھر ملاقات کا گمان تھا۔ اسی خوشی میں یہ اللہ والے بزرگ انتہائی بے تابی سے وقت کا انتظار کرتے رہے۔ یہ وقت انتظار کا بڑی مشکل سے کٹا۔ اللہ اللہ کر کے یہ وقت آیا۔ پھر یہ حضرات کھولے گئے۔ اور ساتھ ساتھ چہل قدمی فرماتے رہے اپنی جگہ اور یہ معمول روزانہ کا بن گیا۔ ایک نے دوسرے سے معلوم کیا کہ آپ پر کیا گذری۔ بیان کیا دیا۔ سب نے اپنے اپنے بیان سنائے۔ اپنی اپنی سرگذشت

بیان کی۔ہائے ہائے! ان حضرات نے بڑے بڑے افسروں کو مشکل اور پیچیدہ سوالات کے جوابات ایسی لاپرواہی اور بے تکلفی سے دیئے۔کہ کسی ادنیٰ شخص کو کسی معمولی بات کا جواب دیتے رہے ہیں۔یہ ان حضرات کے اللہ والے ہونے کی دلیل ہے۔اللہ والے اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے پھر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تاثیر صحبت تھی۔کہ ہر شخص سلف صالحین کا نمونہ بنا ہوا تھا حالانکہ سب نوعمر تھے۔ناتجربہ کار تھے۔غریب الوطن عزیز و اقارب سے جدا۔کوئی مونس تھا نہ غمگسار کوئی وکیل تھا نہ قانونی مشیر۔پھر اس پر اضافہ یہ کہ پھانسی کا ظن غالب۔ان اللہ والوں کو نہ جان کا خوف تھا۔نہ قید تنہائی کا خیال۔ان فنا فی اللہ حضرات کی زبان سے جو بات نکلی حق تھی۔اور جو جواب دیا سچا تھا۔ان انگریز افسروں نے ایسے قیدی نہ کبھی آنکھوں سے دیکھے تھے نہ کانوں سے سنے تھے اس اللہ والوں کی جماعت نے پورے یورپ کو یہ بتا دیا کہ سچے مسلمان ایسے ہوتے ہیں

ہزار غموں کے بعد ایک خوشی کی رات

اللہ کے فضل و کرم سے وہ وقت بھی آگیا۔کہ ان اللہ والوں کو کال کوٹھڑیوں سے نکال کر ایک جگہ کر دیا گیا۔اس وقت کی خوشی کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔یہ تمام اللہ کے پیارے ایک احاطہ میں ایک جگہ بند کر دیئے گئے۔آج کی رات ان بچھڑے ہوئے اللہ والوں کی کیسی خوشی کی رات تھی۔ایک ایک سے انتہائی بے تابی و بے قراری سے مل رہا تھا۔اور خوشی کا رونا رو رہا تھا۔جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ملا۔وہ تو شفیق استاد کی گود میں پہنچ کر ضبط ہی نہ کر سکا استاد محترم بہت خوش تھے۔یہ ایک شمع چار پروانے اس رات کی تاریکی اور تنہائی میں بڑے اطمینان سے مختلف باتیں کرتے رہے۔بلکہ ان اللہ والوں کو گرفتاری سے آج تک باتیں کرنے کا ایسا موقع کبھی میسر نہ آیا تھا۔اور اندیشہ تھا۔کہ پھر جدا نہ کر دیئے جائیں اس لئے سب نے اپنے حالات اور گذشت اپنے بزرگ استاد کو سنائی۔بزرگ محترم کو اندیشہ تھا۔کہ بیان دینے سے پہلے چونکہ کوئی مشورہ نہیں ہوا تھا۔خدا جانے کس نے کیا بیان دیا ہوگا۔کسی نے کہا۔آج پورا پورا اطمینان ہوا۔کہ اللہ کے فضل سے بیانات میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔

ان حضرات کے لئے جیل خانہ روحانی درس گاہ بن گئی۔

روحانی درس گاہ یعنی ان اللہ والوں کو پھر کال کوٹھڑی

ہر ایک اپنی قید کو مشاغل حسنہ میں گذار رہا تھا۔علاوہ معمولی عبادات کے کسی نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔کسی نے حصن حصین اور حزب البحر کے اوراد شروع کر دئے کسی نے آیۂ کریمہ وظیفہ یونس علیہ السلام کسی نے تسبیح وتہلیل کا شغل کیا۔ان تکالیف اور عبادات سے ان اللہ والوں کی روحانیت اور درجات میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ویسے مدتوں کی عبادت میں یہ بات نصیب ہونا مشکل تھی۔یہ اللہ والے الگ الگ کال کوٹھڑیوں میں پھر بند کر دئے گئے اور پھر وہی معمول رہا کہ چوبیس گھنٹہ میں صرف ایک گھنٹہ کے لئے ہوا خوری کے لئے نکالا جاتا اور پھر بند کر دیا جاتا۔مگر اب ایک ہی وقت میں سب حضرات کو نکالتے اور آپس میں باتیں کرنے اور ساتھ بیٹھنے کی اجازت دیتے تھے۔کچھ دن یوں ہی گذرے۔مگر اب وہ وقت آگیا تھا۔کہ جیل والے ان حضرات سے مانوس ہو گئے تھے۔ان کے تقدس

چاندی کی گولی اور تمام دن کا ملاپ

کے قائل تھے۔اس وقت کچھ چاندی کی گولی کا استعمال بھی ہوا جیل والے رعایت کرنے لگے۔رعایت یہ تھی۔کہ صبح کو ہوا خوری کے لئے سب کو ایک ساتھ نکالتے اور ایک کھلے احاطہ میں سب کو بند کر دیتے تھے۔یہ سب اللہ کے پیارے شام تک ساتھ رہتے۔دوپہر کا کھانا۔شام کی چائے سب ساتھ پیتے اور بہت لطف محسوس فرماتے۔خدا کا شکر ادا کرتے۔الحاصل شام کو چار بجے سے سات بجے تک کسی وقت افسران جیل آتے اور ان اللہ والوں کو الگ الگ کال کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے تھے۔یہ حضرات رات اپنے پروردگار کی عبادت میں گذارتے تھے اور تنہائی میں خوش تھے۔

اس وقت تک حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان۔حضرت کے

ہندوستانیوں کی پریشانی اور خوشی

شاگرد۔مخلصین۔بلکہ پورا ہندوستان عجیب رنج وغم میں مبتلا تھا۔کسی کو حال معلوم نہ تھا۔کہ ایک

گرامی نامہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ہندوستان پہنچا۔ یہ خط حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدہ پر آیا۔ اس خط میں تکالیف وغیرہ کا اظہار تو کیا ہوتا۔ اشارۃً تک نہ تھا۔ البتہ گرفتاری کی اطلاع ضرور تھی۔ حالات معلوم ہوکر اگرچہ سکون ہوا تو قید ہونے کی خبر سے انتہائی رنج۔ اس کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کا گرامی نامہ پہونچا اس کے بعد دوسرے رفقاء کے خطوط برابر آتے رہے جن میں صرف خیریت کے الفاظ ہوتے تھے۔ مگر ہندوستان والوں کے لئے یہ بھی بہت بڑی نعمت تھی۔

ان اللہ والوں کی مصر سے مالٹا کو روانگی

اس مقدس جماعت کو قاہرہ تشریف لائے ابھی ایک ہی مہینہ ہوا ہوگا۔ کہ مالٹا کا سفر پیش آیا۔ اب یہ بے قصور مجرم اس تکلیف میں ایک ماہ گذارنے کے بعد مالٹا کی طرف روانہ ہونے والے ہیں۔ بقول حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ مالٹا گویا نظربندوں کا ہائی کورٹ ہے۔ کہ بڑے بڑے سنگین مجرم۔ بڑے بڑے سیاسی نظربند وہاں رکھے جاتے ہیں۔ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۱۷ء حضرت مولانا کو بلاکر مطلع کردیا کہ کل آپ سب حضرات مالٹا بھیجے جانے والے ہیں ضروری سامان کرکے تیار رہنا۔ اب ان اللہ والوں کو پھر پریشانی ہوئی اور طرح طرح کے گمان ہونے ہی چاہئیں۔ ان اللہ والوں کو سب سے بڑی فکر یہ تھی۔ کہ پھر کہیں الگ الگ نہ کردیا جائے۔ اور شیخ محترم کی خدمت فیوض برکات سے محروم نہ ہوجائیں۔ قاہرہ میں تو اب جیل جیل ہی نہ رہی تھی۔ بلکہ گھر سا ہوگیا تھا۔ ہر افسر ہر ملازم۔ ہر محافظ ان حضرات کا مطیع ہوگیا تھا۔ اور حضرت شیخ الہندؒ کی برکت سے ہر افسر زیادہ سے زیادہ ان حضرات کا لحاظ کرتا تھا۔ مگر ناچار تیاری کرنی پڑی ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۱۷ء کی صبح کو مع تمام سامان کے موٹر میں بٹھاکر گورا فوج کی حفاظت میں قاہرہ ریلوے اسٹیشن پر پہونچا دیا گیا۔ اور اسی وقت ریل میں بٹھاکر گارد کی سنگین حفاظت میں اسکندریہ کے اسٹیشن پر اتارا گیا۔ وہاں سے بند موٹر میں

سوار کرایا گیا تھوڑی ہی دیر میں موٹر رکا۔ اور حکم ہوا۔ کہ اترو۔ یہ سب حسب الحکم اتر گئے۔ معلوم ہوا۔ کہ اس وقت جہاز کی گودی پر ہیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد جہاز آگیا اور حکم دیا گیا کہ جہاز پر سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ جہاز پر سوار ہو گئے۔ ان حضرات کے لئے جہاز کی بالائی منزل کی ایک کمرہ خالی تھا۔ سب کو ایک ہی کمرہ میں رکھا گیا۔ جہاز اسی دن شام کو سات بجے روانہ ہوا جہاز کا کھانا بہت خراب تھا۔ حضرت مولانا حکیم نصرت حسین صاحب نے جہاز کے ذمہ داران سے انگریزی میں گفتگو کی۔ یہ افسران اس بات پر راضی ہو گئے۔ کہ آپ حضرات اگر کھانا خود تیار کر سکیں تو ہماری طرف سے اجازت ہے۔ اب جناب حکیم نصرت حسین صاحب اور مولانا وحید احمد صاحب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مرضی سے کھانا تیار کرتے تھے۔ حکومت کی جانب سے چنے کی دال۔ ماش کی دال۔ آلو۔ گھی۔ نمک مصالحہ چائے چاول غرض سب سامان لیجا لیتے تھے۔ اور جہاز کے باورچی خانہ میں جاکر پکالاتے تھے۔ ان اللہ والوں کا عجیب حال تھا عیسائیوں کے قیدی۔ عیسائیوں سے کہتے تھے۔ کہ عیسائیوں کا پکایا ہوا گوشت کھانا جائز نہیں۔ اللہ اللہ ایمان والے ایسے ہوتے ہیں۔ ڈبل روٹی پر باقاعدہ جرح ہوئی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ فرمایا۔ کہ ڈبل روٹی میں مضائقہ نہیں اس لئے فی کس ایک ڈبل روٹی ملنے لگی چنانچہ صبح شام سب حضرات اپنے پکائے ہوئے سالن سے یہ ڈبل روٹیاں کھاتے تھے۔ یہ جہاز اسکندریہ سے چل کر تھوڑی ہی دور گیا تھا۔ کہ منتظمین جہاز نے ہر شخص کو کارک کی لکڑی کی بنی ہوئی پیٹیاں دے دیں (یہ وہ لکڑی ہے جس کی ڈاٹ بوتلوں میں لگائی جاتی ہے) یہ لکڑی کی پیٹیاں کپڑوں میں سلی ہوئی تھیں یہ پیٹیاں جہاز ڈوبنے کے وقت جس کے گلے یا کمر میں بندھی ہوئی ہوں وہ ۴۸ گھنٹہ تک سمندر میں نہیں ڈوب سکتا۔ افسران کا حکم تھا کہ ان پیٹیوں کو ہر وقت اپنے پاس رکھو۔ دن ہو یا رات ہو۔ کسی وقت اپنے سے جدا نہ کرنا۔ خدا جانے کس وقت کیا واقعہ پیش آجائے۔ اس وقت برطانیہ اور جرمنی کی جنگ شباب پر تھی۔ جرمنی کی آب دوز کشتیاں ہر وقت سمندر میں گشت لگاتی رہتی تھیں اور برطانیہ کا جو جہاز

سامنے آجاتا تھا۔ اس کو غرق کر دیتی تھیں۔ اگرچہ غیر مسلح مسافر جہاز کو اور زخمی مریض سپاہ کے جہاز کو ایذا پہونچانا خلاف معاہدہ تھا۔ مگر پھر بھی اس جہاز کے تمام افسران پریشان تھے جہاز کے کپتان نے ایک روز دشمن کا جہاز دیکھ کر خطرہ محسوس کیا اور اپنے جہاز کو اس کی زد پر دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ اور اس کو اپنے جہاز کی تباہی کا یقین ہوگیا اس لئے اعلان کر دیا۔ کہ تمام مسافر اپنی اپنی پیٹیاں گلے میں ڈال لیں۔ بار بار تاکید کرتا تھا۔ پھر اعلان کیا کہ میری دوسری اطلاع پر فوراً تمام اسباب چھوڑ کر کشتیوں کو (جو اسی قسم کے خطروں کے خیال سے جہاز کے گرد اگرد لٹکی رہتی ہیں) دریا میں ڈال کر ان میں کود پڑنا۔

جہاز کو خطرہ اور ان اللہ والوں کا استقلال

اس وقت سب لوگ مایوس ہو گئے جہاز میں ہر آدمی عجیب عجیب طرح کی حرکتیں کر رہا ہے۔ کوئی رو رہا تھا۔ تو کوئی کشتیوں کی طرف ابھی سے بھاگنا چاہتا تھا غرض ہر شخص پریشان۔ مگر یہ اللہ والے اپنے شیخ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے شیخ انتہائی اطمینان سے بیٹھے تھے۔ ان تمام جہاز والوں کو تعجب تھا۔ تمام رفقاء شیخ الہند کے پروانے اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر تھے ایک افسر نے کہا کہ آپ بھی تیار ہو جائیں۔ تو بڑے اطمینان سے اُٹھے۔ کسی سامان کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ قرآن مجید کا وہ ناتمام ترجمہ جو آج پوری دنیا میں مقبول ہے اس کو بڑے اطمینان سے اچھی طرح باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے گلے میں ڈال دیا۔ اور حرمین الشریفین کے بعض مخصوص تبرکات اور اپنے اکابر حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متبرک لباس اپنے اور دوسرے رفیقوں کے گلے میں ڈال کر اطمینان سے بیٹھ گئے اور جو لوگ پریشان تھے ان کو حضرت اور حضرت کے رفقاء اطمینان دلاتے رہے۔ اللہ اللہ۔ دیکھا اللہ والوں کا اطمینان۔ یہ بات صرف اللہ کے خاص بندوں ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کے سوا ناممکن ہے تھوڑی ہی دیر بعد کپتان نے اعلان کیا۔ کہ جرمن جہاز نے دور سے ہمیں دیکھا

کہ یہ جہاز غیر مسلح معمولی مسافروں کا ہے۔ اس لئے وہ ٹل کر چلا گیا۔ اب کوئی خطرہ نہیں ہے الحاصل یہ جہاز ان اللہ کے خاص بندوں کو لیکر

مالٹا میں اللہ والوں کی نمائش اور مالٹا کا مختصر تعارف

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۱۷ء کو دن کے دس بجے مالٹا پہونچا۔ شام کے وقت ان حضرات کو اس لئے اتارا گیا۔ کہ شہر والے دیکھیں اور خوش ہوں۔ الحمد للہ! اب یہ اللہ کے پیارے پھر گورہ فوج کی حراست میں مالٹا کے جیل خانہ جانے والے ہیں۔ مالٹا سے ہندوستان والے واقف ہیں۔ اس لئے مالٹا کا تعارف بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مالٹا ایک ایسا غیر مانوس اور گمنام شہر ہے کہ ہندوستان بھی بہت کم لوگوں نے اس کا نام سنا ہوگا۔ مگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو انگریز حکومت نے گرفتار کرکے وہاں پہونچایا اب ہندوستان کے بچے بچے کی زبان پر مالٹا۔ مالٹا ہے۔ مالٹا ایک مختصر جزیرہ اور بندرگاہ ہے۔ عرصہ دراز تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ اب انگریز گورنمنٹ کے قبضہ میں ہے تمام جزیرہ مالٹا کے نام سے مشہور ہے اگرچہ اس میں بہت سے شہر، قصبہ۔ گاؤں ہیں۔ سب سے بڑا شہر اس جزیرہ کا (والیٹہ ہے) خاص شہر مالٹا سمندر کے قریب ہے بندرگاہ ہونے کی وجہ سے بارونق اور خوبصورت ہے اس شہر کے اطراف میں سبزہ زار۔ چشمے۔ تفریح گاہیں ہیں یہاں ایک نہایت وسیع قلعہ ہے جو کسی زمانہ میں پہاڑ کو کھود کر بنایا گیا تھا۔ اس قلعہ کی دیواریں خندقیں خوبصورت اور مضبوط ہیں اس قلعہ میں بہت سی خوبصورت اور پختہ عمارتیں ہیں یہ قلعہ حقیقت میں فوج اور افسروں کے لئے بنایا گیا تھا۔ جن کی شان اور ضرورتوں کا پورا پورا خیال رکھا گیا تھا۔ اس قلعہ میں بڑی تعداد فوج اور افسروں کی رہتی تھی۔ ایام جنگ میں جب خطرناک قیدیوں کے۔ زیادہ محفوظ جگہ کی ضرورت پیش آئی تو گورنمنٹ برطانیہ نے قلعہ کو خالی کرا کر بڑے بڑے سیاسی اور جنگی قیدیوں کو اس میں رکھا۔ اس قلعہ سے اگر قیدی فرار ہو بھی جائے تو سمندر اس کا سد راہ ہے۔ اس قلعہ میں اسیران جنگ کی تعلیم کے لئے

قلعہ کے کئی حصے خاردار تاروں سے گھیر دیئے گئے تھے۔ اب اس قلعہ کا ہر ایک حصہ الگ الگ کیمپ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور ہر حصہ کا نام الگ الگ رکھا گیا تھا۔ ایک حصہ سینٹ کلیمنٹ کے نام سے مشہور ہے تو دوسرا حصہ ملغار کیمپ۔ تیسرا حصہ وردگیٹ کیمپ۔ چوتھا حصہ عرب کیمپ پانچواں حصہ گرگ کیمپ۔ چھٹا حصہ ریکس کیمپ۔ ہر ایک کیمپ میں گوروں کا سخت سے سخت پہرہ رہتا تھا۔ اس کے باوجود قلعہ کے دروازہ پر بڑی فوج متعین تھی۔ چنانچہ ان اللہ والوں کا جہاز دس بجے دن کے مالٹا بندرگاہ پہنچ گیا تھا۔ مگر ان حضرات کو شام کے چار بجے جہاز سے اتارا گیا۔ شہر میں اعلانِ عام کیا گیا۔ اور ان مظلوموں کو شہر کے مختلف حصوں سے گذارا کر مالٹا کی عورتیں۔ بچے اور بڑے تماشائی کی حیثیت سے ہزاروں تماشہ دیکھ رہے تھے تاکہ مسلمان قیدیوں کو ذلت ہو اور عیسائی خوشیاں منائیں۔ چنانچہ بعض فنیل عیسائیوں نے مذاق اڑایا مگر یہ مظلوم اللہ والے خاموش خراماں خراماں گوروں کی فوج کے بیچ میں چلے جا رہے تھے۔ مگر ان اللہ والوں پر نہ ہراس تھا۔ نہ گھبراہٹ۔ انتہائی متانت سے مسکراتے ہوئے گذرے اور قلعہ تک پہونچ گئے۔

ان اللہ والوں کا مالٹا کے جیل خانہ میں داخلہ

یہ اللہ والوں کا قافلہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۱۷ء کو مغرب کے بعد مالٹا کے قلعہ میں پہنچا۔ ان اللہ والوں کو وردگیٹ کیمپ میں رکھا گیا۔ جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ اس کیمپ میں کوئی مکان نہ تھا۔ بلکہ خیمہ لگائے گئے تھے۔ ایک خیمہ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ کو رکھا گیا۔ دوسرا خیمہ جو بالکل ہی قریب تھا اس میں مولانا حکیم نصرت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا وحید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رکھا گیا۔ ان اللہ کے نیک بندوں کو یہ خیال پریشان کئے ہوئے تھا کہ کہیں ہمیں الگ الگ نہ کر دیں اب ذرا اطمینان ہوا ان حضرات نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور بڑے اطمینان سے نماز مغرب ادا کی

عشاء کے بعد یہ حضرات فوراً سونا چاہتے تھے۔

مالٹا جیل میں شیخ مدنی کی خدمت کا بیمثال واقعہ

شیخ مدنی نے زمانہ اسارت حضرت استاذ کی وہ خدمت کی جس کی نظیر و مثال ممکن نہیں حضرت شیخ الہند مریض و معمر تھے ٹھنڈا پانی استعمال کرنے سے ہوتی تھی۔ اور مالٹا میں سخت سردی پڑتی تھی۔ مگر گرم پانی کہاں سے آئے۔ حضرت استاذ کو گرم پانی مہیا کرنے کے لئے شیخ مدنی عشاء اور ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد برتن میں پانی ڈال کر پیٹ سے لگا کر ساری رات بیٹھے رہتے۔ اور تہجد کے وقت بکمال ادب احترام استاد محترم کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ بہت عرصہ کے بعد منتظمین جیل نے گرم پانی کا اہتمام کیا۔ تو شیخ مدنی کو استاد کی اس خدمت سے محروم ہونا پڑا۔

مالٹا کے جیل خانہ میں اللہ والوں کی عظمت اور شہرت

مگر مالٹا کے اس قلعہ میں حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت شیخ الحرم کا ہر وقت پہلے ہی سے چرچا تھا۔ بڑے بڑے سیاست داں۔ بڑے بڑے جرنیل اور افسر اور صدہا اسیران جنگ جن میں مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ طائف۔ ترکی شامی عربی افریقی۔ جرمنی۔ ان حضرات کی تعریفیں سن کر مشتاق زیارت تھے۔ یہ شہرت اس قلعہ میں پہلے ہی سے تھی۔ کہ ان اللہ کے خاص بندوں کو مالٹا لایا جارہا ہے۔ اب یہ خبر پہنچنی شروع ہوئی۔ کہ اللہ کے پیارے قلعہ میں پہونچ گئے۔ اور روگیٹ کیمپ میں مقیم ہیں۔ ہر ہر افسر ہر جنرل۔ تمام اسیران مالٹا ان اللہ والوں کی جماعت کی زیارت کے لئے دوڑ پڑے تو زیارت کا سلسلہ بہت رات تک جاری رہا۔ اور سب نے زیارت کی۔ اور ان بزرگان دین کے طہارت اور تقویٰ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انہی مشتاقان دید میں میجر حسن عزت بیگ بھی تھے جو پہلی ہی ملاقات میں عقیدت مند اور مخلص بن گئے۔

جنرل میجر عزت حسن بیگ :- جنرل میجر عزت حسن بیگ نہایت خلیق اور شریف انسان تھے

دمشق کے رہنے والے ایک علمی خاندان کے ممتاز فرد تھے۔ ان کے ہر قول عمل سے انسانیت اور مروت ٹپکتی تھی۔ حکومت ٹرکی کے مختلف ممالک میں معزز عہدوں پر رہ کر ہمدردی اور اخلاص سے حکومت کی خدمت کرنے کی وجہ سے ذمہ داران حکومت کی نظر میں انتہائی وقعت رکھتے تھے۔ یمن کے گورنر کے حکم سے فوجی دیکھ بھال کے لئے حجاز جا رہے تھے۔ راستہ پر امن نہ ہونے کی وجہ سے کشتی کا سفر اختیار کیا تھا۔ مگر راستہ میں برطانیہ کا جنگی بیڑہ تھا۔ اس نے ان کو گرفتار کر کے تمام سامان ضبط کر کے عدن کے جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد مصر لایا گیا۔ اور مصر سے مالٹا پہونچایا گیا تھا۔ میجر صاحب بہت بہادر اور نڈر تھے میجر جنرل حسن عزت بیگ بہت سمجھدار اور نظر بندی کے حالات سے واقف تھے۔ ایک روز تنہائی میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ کہ آپ حضرات کو اگر مصارف کی تنگی ہو تو بلا تکلیف فرما دیں۔ ہم سب آپ کے خادم ہیں۔ ہمارے پاس رقومات کافی ہیں بالکل تکلف نہ فرمادیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی متانت سے فرمایا۔ کہ رقم ہمارے پاس ہے۔ باقی کچھ رقم مصر میں رہ گئی۔ وہ بھی آنیوالی ہے فی الوقت بالکل ضرورت نہیں۔ اگر کبھی ضرورت پیش آئی۔ تو آپ سے تکلف نہ کروں گا۔

اللہ والوں کی مالی پریشانی اور قرض

اللہ کی شان کہ مصر سے رقم آنے میں دیر ہو گئی جو رقم ان اللہ کے پیاروں کے پاس تھی۔ وہ ختم ہو گئی۔ مصارف میں وقت پیش آنے لگی چنانچہ میجر جنرل حسن عزت بیگ صاحب سے متفرق اوقات میں پانچ پونڈ قرض لئے گئے۔ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ بعض اور مخلصین سے بھی قرض لیا گیا۔ تقریباً تین ماہ کے بعد مصر سے ان کی رقم آئی۔ تب ان حضرات نے میجر جنرل عزت بیگ اور دوسرے مخلصین کی رقومات ادا فرمادیں۔ جیل خانہ تمام کا تمام ان اللہ کے پیاروں کا معتقد تھا۔ ان حضرات کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتا تھا۔

ترکی سپاہی کو پھانسی کا حکم اور حضرت شیخ الہند سے عقیدت کا بے مثال واقعہ

حضرت مولانا عزیر گل صاحب نے فرمایا۔ کہ مالٹا کے جیل خانہ میں کچھ ترکی سپاہی قید تھے۔ ان قیدیوں میں کسی بات پر لڑائی ہوگئی۔ ان میں سے ایک مرگیا۔ جس کے ہاتھ سے یہ ترکی مرا تھا۔ اس ترکی سپاہی کو پھانسی کا حکم ہوگیا۔ افسران نے اس پھانسی پانے والے سپاہی سے معلوم کیا۔ کہ کوئی آخری ایسی تمنا ہو کہ جس کو ہم پوری کرسکیں۔ تو بتاؤ۔ اس ترکی سپاہی نے کہا۔ کہ میری آخری تمنا یہ ہے۔ کہ مجھے شیخ الہند سے ملا دیا جائے اس سپاہی کا وہاں تک جانا تو ناممکن تھا۔ پھانسی کے قیدیوں کو اس کے احاطہ سے باہر لیجانا قانوناً بھی جرم ہے۔ یہ افسران خود حضرت شیخ الہند کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پوری بات سنا دی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے منظور فرمالیا۔ چنانچہ حضرت ان ترکی سپاہیوں کے کیمپ میں تشریف لے گئے۔ خیمہ میں پہونچے۔ وہاں کچھ سپاہی بہت ہشاش بشاش بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ حضرت کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے استقبال کیا۔ اور حضرت کو اچھی جگہ بٹھایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ نہ پہچان سکے کہ ان میں وہ ترکی سپاہی کونسا ہے جس کو پھانسی ہوگی۔ حضرت نے سوال فرمایا۔ کہ مجھے کیوں یاد کیا گیا۔ کیا حکم ہے۔ ایک صاحب آگے بڑھے۔ انتہائی عقیدت مندانہ انداز میں بولے۔ کہ میں نے حضور کو تکلیف دی معاف فرماویں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شفقت بھرے الفاظ میں فرمایا۔ کہ بھائی بات بتاؤ۔ تو اس سپاہی نے انتہائی عاجزی سے کہا۔ کہ کل مجھے پھانسی ہونی ہے۔ میری خواہش صرف یہ ہے کہ میں پھانسی کے تختہ پر کھڑا ہوں اور حضور والا میرے سامنے ہوں۔ یہ بات ہر انسان کے لئے تکلیف دہ ہے۔ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جیسا نیک دل انسان اس بات کو کیسے برداشت کرے۔ مگر ایک مسلمان کی دلی آرزو کو پامال کرنا بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بس کی بات نہ تھی۔ لہٰذا منظور فرمالیا۔ اگلے دن صبح ہی حضرت کو بلانے کے لئے سپاہی آئے اور حضرت ساتھ چلے گئے۔ یہ ترکی سپاہی خوشی خوشی پھانسی کی جگہ تک پولس کے ساتھ آیا۔

اور پھانسی کے تختہ پر کھڑا ہوگیا۔ پھندا ڈالنے سے کچھ پہلے زور سے کلمہ طیبہ پڑھ کر شیخ الہند کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ حضرت میرے گواہ رہنا۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ کلمہ پڑھ کر جان دے رہا ہوں چنانچہ پھندا ڈالا گیا۔ اور پھانسی دیدی گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حسب وعدہ اخیر تک موجود رہے

مالٹا کی جیل میں حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ پے در پے صدمات

یہ اللہ کے پیاروں کا قافلہ جن مصائب سے گذر رہا ہے۔ اس کی مختصر سے مختصر روئیداد میں لکھ چکا ہوں۔ اور آئندہ کے مصائب لکھنے کا ارادہ ہے مگر یہیں یہ بات بھی بتا دوں۔ کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اور برادر بزرگ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ترکی حکومت نے ہندوستان کا باشندہ مقیم کے ملکی ہونے کے جرم میں گرفتار کرکے ایڈریانوپل میں نظر بند کر دیا تھا۔ یہ اللہ والے مہاجر اپنا وطن دیارِ حبیب کی محبت میں چھوڑ کر مہاجر بنے تھے۔ اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کو اپنا شہر بنایا تھا۔ مگر اس انقلاب نے ان حضرات کو حرم محترم سے علیحدہ کرکے پریشانیوں میں مبتلا کیا۔ دیارِ حبیب کے فراق میں ان بزرگ باپ بیٹے نے تڑپ تڑپ کر ایڈریانوپل میں جان دے دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی پر بس نہیں۔ حضرت شیخ الاسلام کی اہلیہ محترمہ اور لخت جگر نے جو مدینہ طیبہ میں رہ گئے تھے انقلابی مصائب بھوک اور پیاس و دیگر امراض میں مبتلا ہو کر جان دے دی اور واصل بحق ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ خاندان کے سات آدمی اس انقلاب کی نذر ہو گئے مگر اس مجاہد اعظم کے چہرہ مبارک پر بل تک نہ آیا۔ یہ اللہ کے پیارے اپنی بے نیازی پر نازاں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی بڑے اطمینان سے اپنے شیخ کی خدمت کرتے رہے۔ میرے شیخ الاسلام کی جگہ کوئی اور ہوتا۔ تو ان صدمات اور مصائب میں خدا جانے اس کا کیا حال ہوتا۔ مگر شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ اللہ کی رضا پر ہر وقت راضی رہے۔ اللہ کے لئے جینے اور اللہ کے لئے مرنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں

مالٹا کے جیل خانہ میں عیسائی کے ذبیحہ پر بحث اور گوشت سے پرہیز

ان مجاہدین کی استقامت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ مالٹا میں بہت سے مسلمان قیدی تھے۔ ان میں بڑے بڑے عالم فاضل حضرات بھی تھے۔ کھانے میں گوشت ملتا تھا۔ اس پر بحث شروع ہوئی۔ یہ گوشت وہ ملتا تھا۔ جو قلعہ میں ٹنوں سے برف میں محفوظ چلا آتا تھا۔ یا گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے آسٹریلیا اور دور دراز ملکوں سے میلکئے جاتے تھے اور برف کی بڑی بڑی سلوں میں دبے ہوئے ہوتے تھے اس گوشت پر بحث شروع ہوئی معلوم ہوا۔ کہ یہ ذبیحہ کا نہیں ہے بلکہ گردن مروڑ کر مارا جاتا ہے یا آج کے جدید طریقہ کے مطابق مشینوں سے مارا جاتا ہے پس اب یہ اللہ کے پیارے علماء حقانی اس گوشت سے پرہیز فرمانے لگے گوشت سے انتہائی رغبت ہونے کے باوجود گوشت کھانا ترک کر دیا۔ ترکی اور شامی علماء اس گوشت کو بڑے اطمینان سے استعمال فرما رہے تھے۔ کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ اس گوشت کو نہ واپس لیتی تھی۔ اور نہ اس کے بجائے کوئی اور چیز دیتی تھی۔ اور نہ حلال گوشت کے انتظام پر تیار تھی۔ ان حالات میں بعض علماء نے فرمایا۔ کہ یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ جائز ہے خواہ کسی طرح ذبیحہ کریں۔ بعض علماء تاویل فرماتے تھے۔ کہ بلا گوشت کے زندگی محال ہے۔ اور ذبیحہ کا گوشت یہاں کسی طرح نہیں مل سکتا۔ ہم مضطر ہیں۔ اس لئے یہ گوشت ہمارے لئے حلال ہے۔ مگر اس اللہ والوں کی جماعت نے دکھا دیا۔ کہ ضعیف اور قوی لڑکا اور جوان ہر شخص بلا گوشت کے زندہ رہ سکتا ہے اور اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لئے اس طرح تمام لذتوں کو ٹھوکر لگائی جا سکتی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے بعض علماء نے سوالات کئے۔ حضرت نے بہت معقول طریق پر لوگوں کو سمجھایا۔ مگر لذت طلبی بری بلا ہے اس کے باوجود تاویلیں کرتے رہے۔ آخر میں بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ آپ اس بات سے نہیں ڈرتے۔ کہ آپ اور ہم سب نصاریٰ کے قیدی ہیں۔ یہ عیسائی افسران یہ سنیں گے۔ کہ ہمارے ذبیحہ کو ہمارے ہی قیدی حرام بتاتے ہیں۔ تو خدا جانے کیا معاملہ کریں گے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ اور وعظ۔ مالٹا کے جیل خانہ میں اعلاء کلمۃ الحق

یہ بات سن کر حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو انتہائی رنج ہوا غصہ آیا۔ اور یہ مرد مجاہد تڑخ کر بولے کہ ان عیسائیوں کو ہمارے جسموں پر قابو ہے ہمیں کوڑے لگا سکتے ہیں۔ ہمیں پھانسی دے سکتے ہیں اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا سکتے ہیں مگر ہمارے قلوب کو پروردگار کی اطاعت سے نہیں ہٹا سکتے اور فوراً قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی۔ جس کا ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

"جس حیوان پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ اس کو مت کھاؤ۔ وہ حقیقت میں فسق ہو گیا شیاطین اپنے دوستوں کو سمجھاتے اور تلقین کرتے ہیں۔ کہ تم سے ایسے حیوانات کے بارہ میں جھگڑے اور بحث کریں۔ اگر تم ان کی تابعداری کرو گے۔ تو مشرک ہو۔"

اس لئے ہر حیوان حلال کے کھانے کے بارہ میں دو شرطیں ضروری ہیں۔ اول تو شرعی ذبح ہونا۔ دوسرے ذبح کرتے وقت اسم الٰہی کا ذکر ہونا۔ اگر دونوں یا ایک فوت ہو گئی تو حیوان کسی طرح حلال نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر مسلمان ذبح کرنے والا ہو اور وہ اتفاق سے بھول گیا ذبح کے وقت تکبیر نہ کہہ سکا۔ تو حسب ارشاد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حلال ہے جو حیوانات عیسائی ملکوں میں ذبح ہوتے ہیں۔ اور ان کے کارکن عیسائی ہوتے ہیں۔ وہاں نہ ذبح پایا جاتا ہے نہ تکبیر۔ بلکہ بڑے بڑے شہروں میں تو حیوانات کو مشینوں کے ذریعہ ذبح کیا جاتا ہے۔ وہ طریقہ عجیب ہے۔ ایک طرف سے حیوانات کو داخل کیا جاتا ہے تھوڑی ہی دیر میں دوسری طرف کھال علیحدہ گوشت علیحدہ ہر چیز الگ الگ نکل آتی ہے۔ ہاں یہودی ذبح کرتے ہیں۔ وہ البتہ شروط ذبح کی رعایت کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا۔ کہ کسی چیز کی طہارت اور نجاست کا یقین یا ظن غالب نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی حرمت یا کراہت کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح ذبح کا حکم

ہوگا۔ مگر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ یہ سخت غلطی ہے ذبح کا حکم اس سے مختلف ہے۔ یہ بحث بھی کافی طویل ہے اس کو دیکھنے کے لیئے دیکھو اسیرِ مالٹا۔ الحاصل حضرت نے فرمایا۔ کہ تبعہ ہی ہے۔ میرے اور میرے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں یہ گوشت حرام ہے ہم میں سے کوئی نہیں کھائے اور ہم تمام مسلمانوں کو روک تو نہیں سکتے۔ مگر مشورہ دیں گے۔ کہ اس گوشت کو کوئی مسلمان نہ کھائے۔ یہ حرام ہے۔ نذر اللہ۔ یہ تھے اللہ کے دین کے محافظ۔ جو قید و بند کے زمانہ میں تبلیغ سے غافل نہ ہوئے۔

مفتی محمود صاحب زید مجدہ کا اعلانِ حق مشینی ذبح کی حلت پہ پاکستان میں بھی فتوٰی دیا گیا بعض رسالوں میں چھپا اور گورنمنٹ نے مشینوں کا انتظام کیا۔ مگر مفتی اعظم نے اس کی حرمت ثابت کرکے شیخ مدنی کا اسوہ بنے اور پاکستانیوں کو حرام کھانے سے بچایا۔

ان اللہ والوں کی کامیابی اور گوشت کے حرام ہونیکا فتوٰی اللہ کی خاص مدد

چنانچہ خدا کے فضل سے بہت سے قیدی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ اشکالات پیش کئے۔ مطمئن ہوکر واپس ہوئے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ بہت سے لوگوں نے یہ حرام گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اور بلا گوشت گزارہ کیا۔ ان میں بعض علماء نے بھی گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اور بہت سے لوگ ضعفِ ایمان کی بنا پر کھاتے رہے مگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے عاشق بندوں کی یوں مدد فرمائی۔ کہ مولوی وحید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ انگریزی ترکی عربی خوب جانتے تھے۔ تمام دفاتر میں جاتے رہتے تھے۔ سب افسران سے بے تکلفی ہوگئی تھی۔ انہوں نے یہ کوشش کی۔ کہ ہم کو باہر سے مرغی۔ کبوتر۔ تیتر۔ مچھلی۔ خرگوش منگانے کی اجازت دیجائے مگر افسران نے بتایا۔ کہ اس قلعہ میں کوئی جانور ذبح نہیں کیا جاسکتا قانوناً سخت جرم ہے۔

آپ باہر ذبح کراکر آلائش سے صاف قلعہ میں منگا سکتے ہیں۔ مولانا وحید احمد صاحب نے فرمایا۔ کہ ہم اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ محافظ اور افسر قانون سے مجبور تھے۔ انکار کر دیا۔ مولانا وحید احمد صاحب بھی دھن کے پکے ارادہ کے مضبوط اکڑ گئے۔ اور دفتر انتظامات کو لکھا۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے مذہبی اعذار ہیں۔ اس لئے مالٹا میں گوشت ہم صرف اسی شرط پر کھا سکتے ہیں۔ کہ ہمیں زندہ جانور دیا جائے۔ ہم خود ذبح کریں۔ اس کے بغیر ناممکن ہے۔ اس مراسلت کا سلسلہ بھی طویل ہے۔ اس لئے اتنے پر ہی ختم کرتا ہوں۔ الحاصل ان اللہ کے پیاروں کی استقامت مذہبی پختگی، زہد و تقویٰ کا شور تھا۔ ان کی سلامت روی سے سب خوش اور ہر طرح کا تجربہ کر چکے تھے۔ اس لئے ان حضرات کو اسپیشل طریق پر اجازت مل گئی۔ اور اس میں یہ شرط تھی۔ کہ زندہ مرغ ہو یا خرگوش۔ کوئی بھی جانور ہو۔ محافظوں کے سامنے ذبح کریں۔ اور صفائی کے قوانین کا پورا پورا لحاظ رکھیں، ان بزرگوں نے یہ شرط قبول فرمالی۔ اور باہر سے جانور منگا کر ذبح کرنے شروع کر دیئے۔ اب تو علماء عرب' علماء شام، علماء مصر وغیرہ سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور بہت سے لوگ جو حرام گوشت کھاتے تھے۔ وہ ان اللہ والوں کے بہت معتقد ہو گئے۔ ان تمام حضرات کی بہادری۔ صبر و استقلال۔ استغناء۔ تقویٰ۔ طہارت کا اور بھی شہرہ ہو گیا۔ اب مالٹا کے تمام مسلمان قیدی ان پنجتن کے مشکور تھے۔ سبحان اللہ

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق اور مضطر کی تعریف

اب اس مالٹا کے جیل خانہ میں ایک روز ایک عالم اتفاق سے حضرت مولانا شیخ الاسلام سیدی حضرت حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لائے۔ یہ وہ عالم تھے۔ جنہوں نے گوشت کو حلال یہ کہہ کر فرمایا تھا۔ کہ ہم مضطر ہیں۔ حضرت نے نہایت متانت سے فرمایا۔ کہ آیئے حضرت مضطر صاحب! یہ عالم کچھ محجوب ہوئے اور فرمایا کہ حضرت میرا ہی نہیں۔ بہت سے لوگوں کا یہی حیلہ تھا۔ کہ ہم مضطر ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ قرآن کریم تو مضطر کے لئے مُردہ تک کو حلال بتا رہا ہے۔ مگر میرے بھائی۔ مضطر کو

سمجھو۔ حقیقت میں مضطر وہ ہے۔ جس کا فاقہ کرتے کرتے یہ حال ہو گیا ہو۔ کہ موت کا ظن غالب ہو اور بھوک کو دفع کرنے کے لئے کوئی حلال چیز کسی طرح میسر نہ ہو تو اس وقت مردار حلال ہے۔ وہ بھی اسی قدر کہ جس سے زندگی محفوظ ہو جائے پیٹ بھر کر کھانا جائز نہیں۔ اور یہاں تو گوشت کے سوا سب کچھ ملتا ہے۔ اس لئے معترض والی حجت شیطانی تھی۔ اس عالم نے اقرار فرمایا۔ اور تمام علماء اس مسئلہ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے۔

مالٹا کا جیل خانہ اور فوٹو کی بحث

اب یہ اللہ کے پیارے اور خاص بندوں کا مختصر سا قافلہ مالٹا میں قیدی تھا۔ مگر مالٹا میں اس وقت بڑے بڑے لوگوں کا مجمع تھا۔ ایک مسئلہ یہ اٹھا۔ کہ ان حضرات کا فوٹو لیا جائے۔ ان حضرات نے فوٹو اتروانے سے انکار فرما دیا۔ اس پر بھی بعض علماء نے فرمایا کہ فوٹو میں کوئی حرج نہیں اس میں تصویر کشی نہیں ہے اس لئے جائز ہے۔ مگر ان اللہ والوں نے فرمایا۔ کہ یہ فوٹو تصویر کشی ہے۔ اس میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ فرمایا۔ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے طویل تقریر فرمائی۔ اور لوگوں کو اچھے انداز میں سمجھایا۔ لوگ عدم جواز کے قائل ہو گئے۔ غرض ان اللہ والوں نے فوٹو اپنی دانست میں نہیں لینے دیا۔

مفتی اعظم قسطنطنیہ کی عقیدت مندانہ حاضری

حسن اتفاق دیکھئے۔ کہ اسی قافلہ میں ایک نہایت بزرگ عالم سلانیک کے مفتی اعظم مولانا فخر الدین آفندی بھی اسیر تھے۔ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی عقیدت سے ملنے تشریف لایا کرتے تھے۔ شیخ الحرم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ترکی زبان انہی مفتی اعظم سے سیکھی تھی۔ اس سے بڑھ کر عجیب اتفاق یہ تھا۔ کہ خاص قسطنطنیہ کے مفتی اعظم نہایت ضعیف عالم بھی اسی جیل خانہ میں تھے۔ جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت مندانہ طریق پر رہتے۔ گفتگو سے معلوم ہوا۔ کہ آپ قرآن کریم کا ترجمہ ترکی زبان میں فرما رہے ہیں۔ کسی نے کہا۔ حضرت شیخ الہند رح اردو زبان میں قرآن کریم کا

ترجمہ فرما رہے ہیں۔ تو بہت خوش ہوئے۔ یہ قسطنطنیہ کے مفتی اعظم اکثر تشریف لاتے اور استفادہ کرتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین اور تحقیق سے انتہائی محظوظ ہوتے۔ اب ہر روز تشریف لاتے اور کافی وقت حضرت کی خدمت میں گذارتے حضرت شیخ الہندؒ کے پاس ایک قرآن مجید چار ترجمہ والا تھا۔ اس میں دو ترجمہ فارسی کے تھے۔ مفتی صاحب نے اس قرآن کریم کے مطالعہ کرنے کا شوق ظاہر کیا۔ حضرت فرماتے تھے۔ کہ اول اول تو ہم نے ان کے شوق کا اندازہ کیا اور ان کی قدر نہ کیا۔ ہر روز لیجانے کے بعد مطالعہ کرکے واپس دیجاتے۔ جب ہمیں یقین ہوگیا۔ کہ واقعی قدر دان اور شائق ہیں تو ہم نے اس خیال سے کہ ان کو ترجمہ کرنے میں سہولت ہوگی ہمارا ترجمہ ختم ہو ہی گیا ہے۔ چنانچہ وہ قرآن کریم مفتی اعظم قسطنطنیہ کو دیدیا۔ مفتی صاحب نہایت مسرور اور مشکور ہوئے۔ ان اللہ والوں کے اور بھی بہت قصے احقر کو معلوم ہیں۔ ایسی ایسی باتیں مالٹا کے جیل خانہ میں بہت پیش آئیں۔ سب کا لکھنا محال ہے۔ اس لئے مختصر کرتا ہوں۔

مالٹا میں درسِ حدیث مولانا وحید احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ مغرب کے بعد چراغ جلا کر مشکوٰۃ شریف کا درس دیتے تھے مالٹا کے اسیرانِ فرنگ ان کے گرد جمع ہوتے تھے۔ مولانا وحید احمد صاحب ان کو احکامِ شرعیہ اور آداب مذہبی کی حدیثیں سنا کر تعلیم کرتے۔ اور ہر شخص کو اس کی زبان عربی۔ ترکی فارسی اردو میں سمجھا کر ذہن نشین کراتے تھے۔ مختصر یہ کہ ان اللہ والوں کی جماعت نے قلعہ مالٹا کے ذریعہ سے حضرت کے ظاہری باطنی فیوض ان دور دراز ملکوں تک پہونچائے جس کی کوئی صورت مالٹا کے جیل خانہ کے سوا ممکن ہی نہ تھی۔

حکیم نصرت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

بیماری اور موت کا قضیہ

مالٹا کے جیل خانہ میں ان اللہ والوں کو سخت سے سخت مصائب پیش آئے۔ مگر یہ اللہ والے

بڑے استقلال سے جیل کاٹتے رہے۔ جناب مولانا حکیم نصرت حسین صاحب کوڑا جہاں آباد ضلع فتح پور ہسود کے رہنے والے ایک معزز زمیندار کی حیثیت رکھنے والے بہت دیندار مولوی تھے دارالعلوم کے فاضل تھے۔ اور جلسۂ دستار بندی میں ان کی دستار بندی بھی ہوئی۔ بہت اچھے طبیب تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مرید تھے۔ نزلہ بخار میں مبتلا ہوئے عرصہ تک طبیعت خراب چلتی رہی۔ گورنمنٹ کو بار بار توجہ دلائی۔ کہ مالٹا کی آب وہوا ہم لوگوں کو موافق نہیں۔ ہمیں کہیں دوسری جگہ منتقل کردیا جائے۔ مگر برطانیہ کے ذمہ دار ہمیشہ یہ کہہ کر ٹالتے رہے۔ کہ معاملہ زیر غور ہے۔ حکیم نصرت حسین صاحب روز بروز کمزور ہوتے گئے حضرت اور حضرت کے تمام رفقاء اپنے اس رفیق کی بیماری سے پریشان مگر کیا کرتے۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ طبیعت زیادہ بگڑ گئی اور نمونیہ ہوگیا۔ مجبوراً جیل کے ہسپتال میں لے جائے گئے۔ امکانی علاج کرایا۔ مگر افسوس۔ کہ جانبر نہ ہو سکے۔ انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

شیخین پر جلالی کیفیت

ان اللہ والوں کو اپنے رفیق کی جدائی اور اس بیکسی کی موت کا انتہائی رنج ہوا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ انتہائی رنجیدہ تھے۔ اب تمام رفقاء کفن دفن کے فکر میں تھے۔ کہ معلوم ہوا۔ کہ ڈاکٹروں نے جلانے کا انتظام مکمل کرلیا۔ رفقاء بھاگے۔ ڈاکٹروں اور افسروں سے ملے۔ مگر تمام ڈاکٹر اور تمام افسر ایک زبان کہ یہ مرض متعدی تھا۔ ان کو فوراً جلایا جائے گا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ خود تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ کہ جلانا ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ ہم ان کو غسل دیں گے۔ کفن پہنائیں گے نماز پڑھیں گے اور دفن کریں گے۔ مگر محافظ افسر ڈاکٹروں نے کہا۔ کہ یہ مرض متعدی تھا۔ ان کو غسل نہیں دیا جا سکتا۔ اگر غسل دیا گیا۔ پانی پھیلا۔ تو تمام جس میں بیماری پھیل جائے گی۔

اسی اثناء میں بعض محافظوں نے کہا کہ جب ڈاکٹر صاحب کا حکم ہے انتظام مکمل ہو چکا ہے۔ ان کو لے چلو۔ چنانچہ محافظ نعش کو اٹھانے لگے اللہ اللہ! اس وقت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کہ جلالی کیفیت بگڑ گئے، انتہائی غصے اور قوت سے ایک زبان ہو کر شیخین نے فرمایا۔ کہ اگر تم میں طاقت

ہے تو اٹھا لو۔ تم ان کو ہرگز نہیں جلا سکتے۔ ہم ان کو ضرور نماز پڑھ کر دفن کریں گے تو اللہ والوں کا جلال تھا۔ اللہ کے فضل سے۔ تمام محافظوں پر ایسی کیفیت طاری ہو گئی۔ کہ سب کے سب منہ تکتے رہ گئے۔ کافی دیر کی خاموشی کے بعد ایک افسر نے بہت نرم لہجہ میں کہا۔ کہ آپ ان کو دفن کر سکتے ہیں۔ کفن۔ غسل۔ نماز کا ارادہ نہ فرماویں۔ مگر شیخ الہندؒ نے فرمایا۔ کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم غسل، کفن، نماز سب کچھ کریں گے۔ حضرت شیخ الہندؒ کو ارادہ کا پختہ دیکھ کر افسروں نے اور نرم بات کی اور کہا کہ اچھا آپ ہماری صرف ایک بات مان لیں۔ کہ غسل نہ دیں مخصوص رقیق کفن پہنا کر نماز ادا کر دیں اور دفنا دیں۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی۔ کہ چند جوشیلے شامی اور ترکی اسیر دوڑے ہوئے آئے بلا تحقیق مارنے اور مرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور زور زور سے شور کرنا شروع کیا۔ کہ ہم غسل بھی دیں گے۔ اور تمام قلعہ کے قیدی جمع ہو کر نماز پڑھیں گے تب دفنائیں گے۔ مختصر یہ کہ ایک ہنگامۂ عظیم اور فساد برپا ہونے کے اندیشہ سے حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ غسل کی جگہ تیمم کرانے پر حضرت شیخ الہندؒ راضی ہیں۔ اب یہ جھگڑا فضول ہے۔ افسر اور محافظوں کو بھی اسی میں خیر نظر آئی۔ چنانچہ تیمم کرایا گیا۔ کفن پہنا کر جنازہ قبرستان چلنے کے لئے تیار ہوا۔

حکیم نصرت حسین رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ اسیر کے جنازہ کے ہمراہ صرف پندرہ آدمیوں کی اجازت تھی۔ مگر کچھ اصرار کر کے اور کچھ لوگ ویسے ہی جرأت کر کے تقریباً ۵۵ آدمیوں کا قافلہ جنازہ لے کر چلا۔ اور مقبرہ میں پہونچ کر غمزدہ رفیقوں اور ہمدرد ان اسیروں کی جماعت نے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی اور ہندوستان سے ہزارہا میل کے فاصلہ پر سلطان عبدالعزیز خاں رحمۃ اللہ علیہ کے بنائے ہوئے قبرستان میں راضی برضاء الٰہی ہو کر سپرد خاک کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حکیم نصرت حسین صاحب نے توحید پر جان دے کر ہندوستان کی دینداری کا نہ مٹنے والا نشان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تثلیث کی پیشانی پر قائم کر دیا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس فدائی کی موت کا

کتنا رنج ہوا۔ رفقاء حضرات پر کیا گزری۔ اس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا۔ غرض ہر طرف پریشانی ہی پریشانی۔ مصیبت ہی مصیبت تکلیف ہی تکلیف تھی۔ مگر یہ اللہ والے سب کا جواب ایک ہی دیتے تھے۔ کہ اللہ کی رضا پر راضی اور ہر حال میں اللہ کا شکر ان کا مزاج بن گیا تھا باپ کو بیٹے اور بھائی کو بھائی کے مرنے کا اتنا رنج نہیں ہوتا۔ جتنا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور رفقاء کو حکیم نصرت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے مرنے کا رنج ہوا۔ ہندوستان کے ایک خط میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی درد انگیز لہجہ میں تحریر فرمایا کہ رفیق جان نثار مخلص مولوی نصرت حسین کے دلخراش واقعہ کی خبر تم لوگوں کو مل گئی ہوگی۔ لیکن خاصان خدا اور اہل اللہ جس اسلوب سے دنیاوی مصائب کو برداشت فرماتے ہیں۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ الخ کے امتحان میں پورے اترتے ہیں۔ حضرت شیخ الہند اور آپ کے رفقاء نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا۔

حکیم نصرت حسین کی والدہ اور بیوی کی بیقراری

آہ عین اسی زمانہ میں جبکہ ان اسیران فرنگ کی رہائی کی افواہیں انتہائی جلدی رہا ہونے کی سنی جا رہی تھیں۔ ان کی والدہ ماجدہ جو انتہائی ضعیف تھیں۔ اپنے محبوب ترین بیٹے کے لئے آنکھیں بچھائے بیٹھی تھیں اور حسرتوں کی ماری اہلیہ اپنے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھاتی سے لگائے شوہر کی آمد کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ کہ دفعۃً موت کی خبر پہونچی۔ جس سے ان کی والدہ محترمہ کا کیا حال ہوا ہوگا۔ اہلیہ کی بے قراری کس حد میں ہوگی۔ اللہ اللہ یہ تھے مصیبت کے پہاڑ۔ ضعیف ماں نے کہا۔ ہائے میرے نصرت کی روح میرے اسیر بلا کی روح قفس عنصری سے آزاد ہو کر ایسے پربہار مقام پر پہنچ گئی کہ اب کبھی واپس آنے کا نام بھی نہ لیگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت شیخ الہند حضرت شیخ الحرم کی گرفتاری اور رہائی کے اسباب

ان اللہ کے پیاروں کو کیوں گرفتار کیا گیا اور کیوں رہا کر دیا گیا۔ یہ بات بھی ضروری سی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے لکھتا ہوں۔

تاکہ اس کتابچہ کے پڑھنے والے حضرات لاعلم نہ رہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ان سب حضرات کا تعلق حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ یہ حضرات انگریز گورنمنٹ کے صرف خلاف ہی نہیں تھے بلکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے مجاہد اور سپہ سالار تھے۔ ان ہی حضرات نے تھانہ بھون۔ کیرانہ شاملی پر شاندار جہاد کیا۔ مگر بعض اپنوں کی کمزوریوں نے ان حضرات کو شکست دے دی۔ بہت بزرگ شہید ہوئے۔ کچھ بچے۔ ان بچے ہوئے حضرات میں مذکورہ بالا حضرات تھے۔ ان بزرگوں نے یہ محسوس کیا۔ کہ انگریز گورنمنٹ نے ہندوستان سے علماء کو ختم کر دیا۔ مجاہدین شہید ہو گئے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء کا بدل علماء اور مجاہد کا بدل مجاہد پیدا کئے جائیں۔ ایسی تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ یہ طے پایا۔ کہ ایک مدرسہ بنایا جائے اور اس مدرسہ میں بچوں کو شروع ہی سے اس طرح تربیت دیجائے۔ کہ جو بچہ پڑھ کر عالم ہو تو وہ ساتھ ساتھ مجاہد بھی ہو۔ اس تدبیر پر عمل اس طرح شروع ہوا۔ کہ ان حضرات کے انتہائی معتمد ملا محمود صاحب کو استاد اور میاں محمود الحسن جو آگے چل کر شیخ الہند ہوئے ان کو شاگرد بنا کر مسجد چھتہ متصل دارالعلوم دیوبند میں بٹھایا گیا۔ میاں محمود الحسن صاحب نے پہلا سبق انار کے پیڑ کے نیچے بیٹھ کر پڑھا۔ اللہ کی شان ہے کہ انار آج تک ہرا بھرا موجود ہے الحاصل یہ مدرسہ خدا کے فضل سے مقصد میں محمود ہوا۔ اور آج دارالعلوم کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ اب آپ غور فرمادیں۔ کہ شیخ الہندؒ نے کیا پڑھا۔ کس ماحول میں پرورش پائی۔ کس تعلیم حاصل کی۔ کس سے روحانی تعلیم پائی۔ ان حالات میں شیخ الہندؒ کو کیا بننا چاہئے تھا۔ جو یہ اہل اللہ چاہتے تھے اللہ نے بنا دیا۔ شیخ الہندؒ ہزاروں عالموں کا ایک بدل تھے ہزاروں مجاہدوں کا بدل تھے۔ اب نمبر آیا۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ وہ اپنے استادِ محترم کا عکس تھے نمونہ تھے۔ جو آگ شیخ الہند کے دل میں جل رہی تھی۔ شیخ الہندؒ نے اپنے

شاگرد کے دل میں لگادی۔ بعدۂ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی سے مرید ہوئے۔ انہوں نے کندن بنا دیا۔ اور اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے سپرد کیا۔ انہوں نے اپنے تمام جذبات کی پوٹلی ان کے سپرد کردی۔ اب یہ استاد شاگرد انگریز کے خلاف انتہائی جذبہ رکھتے تھے۔ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کئی بار سنا گیا۔ کہ

اگر کتوں کی جماعت انگریز کو ہندوستان سے نکالنے چلیگی تو میں اس کا بھی ساتھ دوں گا

چنانچہ جب کبھی کسی نے ہندوستان کی آزادی اور انگریز کے خلاف بات کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ لوگ حضرت سے ایسی ہی باتیں کرکے حضرت کو خوش کیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ انتہائی انقلابی مجاہد۔ عالم سیاسی مزاج رکھنے والے اپنے وقت کے امام تھے۔ آپ نے تے کرلیا۔ کہ انگریز گورنمنٹ کو تباہ کرنا ہے ہندوستان کو آزاد کرانا ہے۔ لہذا تجویز ہوا۔ کہ شمالی مغربی سرحدات سے ہندوستان پر سخت سے سخت پوری طاقت سے حملہ ہو اور ادھر ہندوستانی اندرون ملک بغاوت کردیں۔ اس طرح سلطنت برطانیہ کو تباہ اور برباد کردیا جائے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق افغانستان، ایران اور ترکی کے بعض لوگوں سے ہوچکا تھا۔ سرحدی حضرات مثلاً افغانستانی۔ بلوچی۔ صوبرقی۔ تلبیر۔ درنب۔ بنیر اور چترال کے لوگ حضرت کے شاگرد اور مرید ہوکر اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر کام شروع کرچکے تھے حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی اور دوسرے مجاہدین سر بکف تھے۔ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے منتظر تھے۔ مگر افسوس۔ اس گھر کو آگ لگ گئی اس گھر کے چراغ سے۔ بعض اپنوں ہی کو یہ بات نہ بھائی۔ اندر اندر حضرت کی اسکیم کو ناکام بنانے کی فکر میں لگ گئے۔ گورنمنٹ برطانیہ وران کے آوردہ کھوج میں لگ گئے۔ مگر کوئی بات نہ پکڑ سکے۔ میں شیخ الہند کی تحریک کا راز افشا کرنے والوں کے نام جانتا ہوں۔ مگر اکابر کی تقلید کرتا ہوا نہیں لکھتا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

نے اپنے خادم خاص مولانا عبید اللہ سندھی۔ فتح محمد۔ محمد علی کو شمالی مغربی سرحد اور ٹرکی کے لئے روانہ
کیا۔ یہ حضرات ۱۹۱۵ء میں یہاں سے روانہ ہوئے۔ اس وقت تک مایوسی کی کوئی بات ان حضرات
کے سامنے نہیں تھی۔ بعد میں حالات بگڑے اور حضرت شیخ الہندؒ بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے اس کو
میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ انہوں نے گورنمنٹ برطانیہ کو اطلاع دی۔ کوئی اطلاع صحیح نہ پہونچا سکا
یہ ان حضرات کا کمال تھا۔ گورنمنٹ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو مع رفقاء کے گرفتار کر کے مالٹا
بھیجدیا۔ اور رولٹ صاحب کو تحقیقات کے لئے متعین کیا گیا۔ رولٹ کمیٹی ہندوستان میں ماری ماری
پھری۔ مگر حضرت اور حضرت کے رفقاء کے کارناموں، انکی سیاست کا اندازہ تک نہ لگا سکی۔
ریشمی خطوط کی سازش کا تمام تر ذمہ دار مولانا عبید اللہ سندھی کو قرار دیا گیا۔ اور لکھا کہ عبید اللہ سندھی
سکھ گھرانے میں پیدا ہوا۔ مسلمان ہو کر دیوبند پہنچا۔ وہاں مذہبی تعلیم پائی۔ اس نے وہاں برطانیہ کے
خلاف جنگی سازشیں کیں۔ ان سازشوں سے کچھ طلبہ متاثر ہوئے اور سب سے بڑی شخصیت مولانا
محمود الحسن دیوبندی۔ الحاصل اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا۔ کہ انگریز گورنمنٹ کے دماغ میں بات
سما گئی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک کے بانی نہیں عبید اللہ سندھی اصل بانی تھے۔ جو
اس وقت انگریز کی حدود سے باہر ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی اور
گولی کے نشانہ سے بچا کر جیل میں رکھا۔ بعدہٗ جب ہندوستان کو آپ کی اشد ضرورت تھی۔ رہا
کرا دیا۔

حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت شیخ الاسلام کی رہائی کی اطلاع

آخر حالات بدلے حکومت

ٹرکی اور حکومت جرمنی ہار گئے۔ برطانیہ جیتا۔ اب تمام نظر بندوں کی رہائی کی بحثیں شروع ہوئیں۔
دسمبر ۱۹۱۹ء میں اعلان ہوا۔ کہ تمام قیدی چھوڑ دیئے جائیں گے۔ ہندوستان کے اس سرے سے اس
سرے تک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کہ اب شیخ الہندؒ رہا ہونے والے ہیں۔ مگر وائے ناکامی کہ تمام اسیران جنگ
رہا ہوئے۔ شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء نظر بند ہی رہے۔ ہندوستان میں عموماً۔ اور حضرت کے متعلقین
پر خصوصاً وہ وقت بہت کڑوا وقت تھا۔ یہ بات مشہور ہو گئی۔ کہ حضرت اور حضرت کے رفقاء کی

رہائی اس لئے نہیں ہوئی۔ کہ وہ اسیرانِ جنگ میں سے نہیں۔ بلکہ حکومت برطانیہ کے باغیوں میں سے ہیں۔ اس لئے ان کو رہا نہیں کیا جائے گا۔ مزید تکلیف اس بات سے ہوئی۔ کہ حضرت اور حضرت کے رفقاء کے تمام خطوط گورنمنٹ نے روک لئے۔ ہندوستان میں کوئی خط نہ آیا۔ الحاصل مخلصین نے کوشش کر کے اسمبلی میں سوال کرایا۔ صدر اسمبلی نے کہا۔ کہ مولانا ۱۲ مارچ ۱۹۲۰ء کو مالٹا سے روانہ ہو چکے ہیں ہندوستان لایا جا رہا ہے۔ حضرت اس وقت راستہ میں ہیں۔ اور ان کی رہائی کا مسئلہ زیرِ غور ہے۔ اس جواب سے کچھ سکون ہوا۔ مگر یہ فکر بدستور رہی۔ کہ ہندوستان میں قید رکھا جائے گا۔ اس کے باوجود لوگ جو حضرت کے فدائی تھے۔ بمبئی پہنچنے شروع ہو گئے اور باقی حضرات رات دن کا انتظار کرتے تھے بمبئی کے تمام رفقاء مخلصین بے چین اور بیقرار تھے روزانہ بندرگاہ پر جاتے۔ دفترِ معلومات سے معلوم کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تار ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ کو پہونچا جو عدن سے روانہ کیا گیا تھا جس میں لکھا تھا۔ کہ ۸ جون ۱۹۲۰ء تک بمبئی پہونچ جائیں گے یہ خبر کیا تھی۔ ایک حیات تازہ تھی جس نے ہندوستانیوں کے مردہ قلوب کو زندہ کر دیا تھا۔ خبر پہونچتے ہی ہزاروں خطوط اور تار ہندوستان کے اس گوشہ سے اس گوشہ تک پہونچ گئے۔ غرض پورے ہندوستان میں دھوم تھی۔ کہ اللہ کے پیاروں کا قافلہ ۸ جون ۱۹۲۰ء کو بمبئی پہنچنے والا ہے۔ یہ خوشی ایسی خوشی تھی۔ کہ اس کا اندازہ بھی مشکل ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی مع رفقاء کے مالٹا سے رہائی اور بمبئی پہونچنا۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ یہ اللہ والوں کا قافلہ ۸ جون کے بجائے ۷ جون ۱۹۲۰ء کو بمبئی پہونچا۔ مگر جہاز سمندر میں دو میل کے فاصلہ پر کھڑا رہا۔ حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء نے ۸ جون ۱۹۲۰ء کو بمبئی بندرگاہ پر اتر کر مخصوص حضرات سے مصافحہ و معانقہ فرمایا۔ ہجوم اتنا تھا۔ کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہندوستان کے بڑے بڑے علماء۔ بڑے بڑے لیڈر سب بمبئی پہونچ چکے تھے کسی نے شعر کہا۔

اے تماشہ دیکھنے والو خدا کی شان کا
بھیس میں درویش کے فرمانروا آیا ہے آج

رضاکاروں نے حلقہ بنا کر بہت مشکل سے موٹر میں سوار کرایا، موٹر حاجی محمد صدیق کے مکان کی طرف روانہ ہوئی۔ مگر باوجود بارش کے ہر چہار طرف ہجوم تھا۔ اور اللہ والوں کا اللہ اکبر کے نعروں سے استقبال ہو رہا تھا۔ لیڈران قوم اور بمبئی کے تمام مخلصین کا اصرار تھا کہ باقاعدہ جلوس نکالا جائے۔ مگر یہ اللہ کے بندے کسی طرح راضی نہ ہوئے حاجی احمد صدیق صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ اور ہزاروں نے زیارت کی منارہ مسجد میں خلافت کمیٹی نے نہایت مناسب طریق ایڈرس پیش کیا۔ اس کا حضرت نے مناسب جواب دیا۔ تمام بمبئی والوں کا اصرار تھا۔ کہ بمبئی میں حضرت کچھ قیام فرما دیں مگر یہ حضرات راضی نہ ہوئے اس لئے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ کی علالت کی اطلاع پہونچ چکی تھی۔

روانگی بمبئی سے دہلی کو

لہٰذا ۲۲ر رمضان المبارک مطابق ۱۰ر جون ۱۹۲۰ء کو بروز پنجشنبہ رات کے آٹھ بجے بمبئی سے مع رفقاء کے روانہ ہوئے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ معتقدین مخلصین نے اصرار کیا۔ کہ حضرت فرسٹ کلاس میں سفر فرما دیں۔ مگر کسرِ نفسی کی انتہا تھی۔ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ تھرڈ کلاس میں بیٹھے۔ الحاصل تمام راستے میں ہر اسٹیشن پر اتنا ہجوم ہوتا تھا۔ لوگ مصافحہ تک نہ کر سکتے۔ صرف زیارت ہی کو مجبور رہتے۔ یہ گاڑی ۱۲ر جون کی صبح کو آٹھ بجے جب دہلی اسٹیشن پر پہنچی۔ تو اتنا ہجوم تھا۔ کہ حد نظر تک انسان ہی انسان نظر آرہے تھے۔ اسٹیشن کا نظام بالکل درہم برہم ہو گیا۔ دہلی اسٹیشن پر لوگ "سلطان الانقلاب زندہ باد" کہہ کر نعرہ لگاتے تھے۔ اس وقت کا جوش قابل بیان نہیں۔ بعض حضرات قابو سے باہر تھے۔ جب گاڑی سے قدم مبارک نیچے رکھا۔ تو لوگوں کا مارے خوشی اور جوش کے برا حال تھا۔ اللہ اکبر کی صدا اتنی زور سے گونجتی تھی۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ سب عمارتیں پھٹ جائیں گی۔ انگریز افسران پولس

فوج کافی تعداد میں موجود تھی۔ لیکن حضرت بہت ضعیف تھے۔ عرصہ دراز کی مصیبتوں نے انتہائی ضعیف بنا دیا تھا۔ اس پر یہ کہ لوگوں کے ہجوم نے گھیر لیا۔ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا۔ کوئی مصافحہ کرتا تھا۔ تو کوئی معانقہ۔ کوئی قدموں پر گرتا تھا۔ تو کوئی ہاتھ اپنی آنکھوں کو لگاتا تھا۔ غرض حضرت کو انتہائی تکلیف پہونچ رہی تھی۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے رفقاء عاجز ہو چکے تھے۔ اس لئے کہ ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ رضاکاران نے ہمت سے کام لیا۔ لوگوں کو ہٹا کر ان حضرات کو گھیرے میں لے لیا۔ تب یہ حضرات سانس لے سکے۔ ورنہ لوگوں نے عشق کے جوش میں اپنے محبوبوں کا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔ بڑی مشکل سے ڈاکٹر انصاری صاحب ان حضرات کو نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ اور جلدی سے موٹر میں بٹھا کر اپنی کوٹھی پر لے گئے۔ مگر لوگ موٹر کے پیچھے بھاگتے رہے۔ الحاصل ہزاروں کا مجمع ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر پہونچ گیا۔ زیارت ملاقات۔ مصافحہ سوال وجواب تمام دن ہوتے رہے۔ رات کو دیوبند کی تیاری کی۔ اور سحر میں دہلی سے روانہ ہوئے۔

روانگی دہلی سے دیوبند کو

مگر مجمع رات کی تاریکی میں بھی کم نہ ہوا۔ الغرض دیوبند اسٹیشن تک ہر ہر اسٹیشن پر یہی حال تھا۔ میرٹھ اور دوسری جگہ پر اڈریس پیش کئے گئے۔ جس کا جواب گاڑی کے دروازہ پر کھڑے ہو کر حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پر جوش طریق پر دیا۔ سامعین بہت خوش ہوئے الحمد للہ علی ذلک۔ اب گاڑی نو بجے دیوبند پہونچی۔ دیوبند والوں کا کیا حال تھا۔ ایک شمع ہزاروں پروانے مجمع قابو سے باہر۔ اللہ اللہ کتنی مشکل سے دارالعلوم پہونچے۔ وہ بھی بیان سے باہر ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم سے بہت تعلق تھا۔ رخصت دارالعلوم سے ہوئے تھے۔ واپس تشریف لائے تو پہلے دارالعلوم بعد میں گھر تشریف لے گئے۔ حضرت تقریباً گیارہ بجے دولت کدہ پر تشریف لائے۔ جہاں عورتوں اور مردوں کا بڑا مجمع پہلے ہی سے موجود تھا۔ تمام مجمع کے ساتھ مل کر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور دعا فرمائی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ بہت علیل

تھیں۔ گھر میں تشریف لے جاکر بعد ملاقات تسلی۔ تشفی کی کچھ باتیں فرماکر واپس مردانہ مکان میں تشریف لائے۔ حضرت کے چہرے سے تکان محسوس ہو رہا تھا۔ حضرت کے بھائی مولوی حکیم محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی طرح آپ کو مجمع سے علیحدہ کیا۔ اور تہہ خانہ میں لیگئے وہاں جاکر اصرار کیا۔ کہ آپ آرام فرمالیں۔ خود باہر تشریف لائے اور تہہ خانہ کے باہر سے کواڑ بند کرکے لوگوں سے درخواست کی۔ کہ اب حضرت کو آرام کرنے دو۔ تب بڑی مشکل سے لوگ منتشر ہوئے۔ لیکن یہ منتشر ہونا وقتی تھا۔ اب حضرت شیخ الہند رحمہ کے مکان پر ہر وقت مجمع رہتا تھا۔ باہر کے مہمان بہت ہوتے تھے۔ گھر کی تمام چہل پہل کا حال معلوم نہیں مگر ایک واقعہ عرض کردوں۔ جو میں نے کسی اپنے بزرگ سے سنا۔ وہ یہ کہ جب یہ اللہ والے دیوبند پہنچ گئے

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا حسین احمد کو پیار

حضرت شیخ الہند اور حضرت کا تمام خاندان حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا عاشق تھا۔ مگر حضرت کی اہلیہ بے قرار تھیں کہ حسین احمد کو چھاتی سے لگاکر پیار کروں اور حسین احمد سے کسی طرح پردہ نہ کروں۔ بار بار فرماتی تھیں بے قراری کے انداز میں فرماتی تھیں۔ یہ بات حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے کہی گئی۔ منشاء حضرت سے اجازت لینا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی رقت آمیز لہجے سے فرمایا۔ کہ اگر میرا بیٹا ہوتا۔ تو اتنی خدمت نہیں کرسکتا تھا۔ میرا بھی دل چاہتا تھا کہ تم پردہ کرو۔ مگر یہ سمجھ لو کہ شریعت حقہ کے خلاف ہے۔ تم کو گناہ ہوگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ بھی بہت دیندار تھیں۔ اپنے ارادہ سے خوف خدا کی وجہ سے ہٹ گئیں اور پردہ کے پیچھے بٹھاکر پیار کیا۔

حضرت شیخ الاسلام کی انکساری کا ایک واقعہ

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی شیخ العرب والعجم ہونے کے باوجود اسارت مالٹا کے بعد جب ہندوستان تشریف لائے۔ تو اگر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

سورج تھے تو شیخ العرب والعجم چاند ضرور تھے۔ مگر انکساری میں کوئی ادنیٰ درجہ کا فرق نہیں تھا اپنے متعلق کبھی یہ بات ذہن میں نہیں آئی۔ کہ میں عالم ہوں۔ فاضل ہوں۔ میں شیخ الحرم کہلاتا ہوں۔ میری دنیا عزت کرتی ہے ایک روز کا واقعہ یوں سنا گیا۔ کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں سے کوئی بچی ایک میلا کپڑا اور چند آنے لے کر باہر آئی۔ حضرت شیخ مدنی باہر کھڑے تھے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اماں نے گوشت منگایا ہے۔ گوشت لا دو۔ یہ میلا کپڑا اور یہ چند پیسے لے کر خوش خوش چل پڑے۔ حضرت کے خاندان کے بہت سے افراد یہاں موجود تھے۔ کسی نے دیکھ لیا۔ اور سمجھ لیا۔ کہ بچی سے غلطی ہوئی۔ چنانچہ بھاگے اور حضرت سے کپڑا اور پیسے مانگے حضرت مدنی بہت خوش خوش فرما رہے ہیں۔ کہ مجھے حکم ملا ہے گوشت میں لاؤں گا۔ اب اور بہت سے خادموں نے اصرار شروع کیا۔ مگر حضرت کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ بار بار فرماتے تھے کہ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ اماں نے پیسے میرے پاس بھیجے ہیں۔ آپ لوگوں کو نہیں دوں گا میں خود لاؤں گا۔ ابھی یہ چھین جھپٹ ہو ہی رہی تھی۔ کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے پھر کس کی مجال تھی۔ کہ چوں کر سکتا۔ فرمایا۔ کہ کیا ہے کسی نے کہا کہ حضرت مدنی گوشت لینے جا رہے ہیں یہ بات پیش آئی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ حسین احمد فلاں کو پیسہ اور کپڑا دیدو۔ فوراً دیدیئے۔ اور خاموش خاموش حضرت استاد محترم کے قریب ہو گئے حضرت استاد محترم لیٹ گئے۔ اور شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹانگیں دبائیں۔ اور حضرت شیخ الہند نے خوشی خوشی دبوائیں۔ ہائے حضرت شیخ مدنی کی تمام زندگی بزرگوں کی خدمت، اپنوں کی خدمت، پرائوں کی خدمت۔ دوست اور دشمنوں کی خدمت میں گذر گئی۔ اور اپنے چھوٹوں سے کبھی خدمت نہ لی۔ اگر ایک بات آگے بڑھ کر کہہ دوں تو شاید مبالغہ نہ ہوگا وہ یہ کہ میرے حضرت نے خوردوں کو بھی اپنے سے بڑا سمجھا شاگردوں کو کبھی یہ بات محسوس نہ ہوئی۔ کہ حضرت ہمیں بیٹا سمجھتے ہیں۔ حضرت والا نے جب کبھی چھوٹے سے چھوٹوں سے خطاب کیا۔ تو کبھی حضور اور کبھی جناب۔ اللہ اللہ کیا شان بزرگانہ تھی۔

ان اللہ والوں کا مالٹے سے واپسی کے بعد انگریز کے خلاف پہلے سے زیادہ سخت قدم

الغرض یہ اللہ والے ہندوستان پہنچ گئے۔ اس وقت ملک میں تین جماعتیں گورنمنٹ برطانیہ سے برسرپیکار تھیں۔ اول جمعیت علماء۔ دوم خلافت کمیٹی۔ تیسرے نمبر پر کانگریس۔ ان تینوں جماعتوں نے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی اسیر مالٹا کو شیخ الہند کا خطاب دیا اور پورے ملک میں اس خطاب کی صدا آن کی آن میں پہونچ گئی۔ پورا ملک شیخ الہند کے خطاب سے یاد کرنے لگا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ وعظ اور تقریر بہت کم فرماتے تھے مگر حضرت کے خلوص کی بات تھی۔ کہ حضرت تحریکات سیاسی کے علمبردار بنے۔ اور پورے ملک نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ تمام ملک میں اس وقت انگریز کے خلاف ایسا جذبہ تھا۔ کہ اس سے پہلے کبھی اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں کا شیرازہ اس طرح ایک ہوگیا تھا کہ ہر آدمی کو یقین تھا۔ کہ انگریز کی اب خیر نہیں۔ ہندوستان کی آزادی اور انگریز گورنمنٹ کی تباہی یقینی ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی علالت

مگر افسوس کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ علیل ہوگئے۔ اور یہ مرض بہت جلد ترقی کرکے تپ دق تک پہونچ گیا۔ اندازہ ہے۔ کہ یہ مرض حضرت کو مالٹا ہی سے شروع ہوگیا تھا۔ ہوئے۔ اب ہندوستان کی تحریکات شباب پر تھیں۔ اور حضرت شیخ الہند بستر مرگ پر۔ مگر اللہ رے استقامت۔ اس حالت میں کہ آپ چل پھر نہ سکتے تھے۔ بیٹھنا بھی دشوار تھا۔ مگر تحریکات کی قیادت برابر جاری رہی۔ اجلاسوں کی شرکت اور صدارت فرمائی۔ آخر میں یہ حال ہوا۔ کہ جب علی گڑھ والوں نے کسی اجلاس کی صدارت کا اصرار کیا۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پالکی میں لیٹے لیٹے اسٹیشن تک لیجائے گئے۔ تمام خاندان والے روکتے رہے مگر نہ رکے۔ اللہ اللہ عقل حیران تھی۔ کہ بستر مرگ پر اس شیخ فانی کا یہ بے پناہ جذبہ۔ ماجلاس علی گڑھ میں ۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق

۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صدارت فرمائی۔ اور خطبہ صدارت بھی پیش کیا۔ جو بہت عجیب خطبہ ہے۔ ۷۔ ۸۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ گویا کہ علماء ہند کو تعلیم دی۔ اور فرمایا۔ کہ اب اسوقت اسلحہ کے ذریعہ جہاد ممکن نہیں۔ اب مصلحت عدم تشدد کی پالیسی میں ہے۔ یہ ہے میرا خیال۔ آپ حضرات اس کے پابند رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی دے گا۔ اس زمانہ میں جامعہ ملیہ دہلی کی بنیاد رکھی اور فرمایا۔ کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ علوم عصریہ کی تعلیم کے لئے ایسی آزاد درسگاہ ہو۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ کا اس پر کوئی ادنیٰ درجہ کا تعلق یا اثر نہ ہو۔ جس کا تمام تر انتظام اسلامی و قومی ہو۔ اب نقاہت انتہائی اور مشاغل بھی انتہائی رہتے۔ مرض روز بروز ترقی کر رہا تھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ میں بہت جلد اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔ خدام۔ مریدین۔ خاندان والے انتہائی کوشش کرتے تھے۔ کہ حضرت آرام سے ایک جگہ قیام فرماویں تاکہ راحت میسر ہو علاج ہو سکے ڈاکٹر انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہند کو اپنی کوٹھی پر روک لیا اور علاج شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو ہزار ہزار نعمتیں عطا فرمائے انتہائی مدارت فرماتے تھے۔ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام رفقاء مہمانان کی بھی تواضع فرماتے اور بہت خوش تھے۔ کہ حضرت میری کوٹھی پر قیام پذیر ہیں۔ یہ آخری سعادت اللہ کے فضل سے مجھے حاصل ہوئی۔ مگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی نقاہت اور مرض بڑھتا ہی گیا۔ کسی علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ انتقال سے کچھ دن پہلے ایک مسئلہ یہ پیش آیا۔ کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک دارالعلوم کی بنیاد کلکتہ میں رکھی اور اس فکر میں تھے۔ کہ کوئی اچھا عالم اس دارالعلوم کی سرپرستی کرے۔ بہت لوگوں سے عرض کیا گیا۔ مگر کوئی راضی نہ ہوا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی اطاعت کا ایک دردانگیز واقعہ

بالآخر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اپنے محبوب اپنے عاشق اطاعت گذار پر پڑی یہ شیخ الہندؒ کا پروانہ شیخ العرب والعجم موت کو

خوشی سے ہر وقت برداشت کرسکتا تھا۔ مگر اپنے شیخ کی جدائی کبھی برداشت نہ کی۔ آج اپنے شیخ کو موت کے قریب دیکھ رہا ہے۔ انتہائی بے قرار اور بے چین ہے دن رات خدمت میں حاضر ہے دن کا چین ہے نہ رات کا۔ اس حالت میں حضرت شیخ الہندؒ کا حکم ہوا۔ کہ تم کلکتہ جاؤ۔ سن کر پریشان ہوگئے۔ مگر شاباش میرے شیخ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو۔ شیخ الہندؒ کا فانی الشیخ گردن ڈال کر بیٹھ گیا۔ اور فرمایا۔ کہ حکم ہو۔ تعمیل کروں گا۔ الحاصل سفر کی تیاری ہوگئی۔ رخصت کے وقت بغرض ملاقات شیخ الہند کے پاس تشریف لائے۔ شیخ الہندؒ اسوقت اپنے محبوب کو چھاتی سے لگانا چاہتے تھے۔ آب دیدہ تھے مگر رک گئے۔ چھاتی سے لگانے کے بجائے اپنے محبوب سید حسین احمد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے تمام جسم مبارک پر پھیرا۔ اس کے بعد کہا جاؤ اللہ حافظ ہے۔ مگر واہ رے تعلق۔ پھر بلایا۔ چھاتی سے لگایا۔ سر پہ ہاتھ پھیرا۔ اس وقت تمام حاضرین پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ روحانیت سے واقف حضرات انتہائی فیوض برکات محسوس فرمارہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی اس وقت مرقع نور بنی ہوئی تھی۔ الحاصل حضرت شیخ الاسلام حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہوکر انتہائی رنجیدہ اور مضطرب کلکتہ کے لئے سوار ہوگئے۔ ابھی حضرت شیخ الاسلام سفر میں تھے کہ امروہہ مرادآباد ہی تک پہونچے تھے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا وصال اور ملک میں کہرام

کہ ۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰ نومبر سنہ ۱۹۲۰ء بروز منگل حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس جہان فانی سے رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خاندان والوں کے اصرار پر جنازہ دیوبند لایا گیا۔ جنازہ کی نماز دہلی۔ میرٹھ۔ مظفر نگر۔ دیوبند میں پڑھی گئی۔ ملک میں حضرت کی وفات پر ہر طرف ماتم تھا۔ ہزاروں کا مجمع دیوبند تک پہنچا اور نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ دیوبند میں اور تمام ملک میں تعزیت کے جلسے ہوئے۔ مولانا محمد علی صاحب مرحوم اور تمام بڑے بڑے لیڈر کہہ رہے تھے۔ کہ ہماری کمر ٹوٹ گئی۔ اور ملک یتیم ہوگیا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کو صدمۂ عظیم

ہائے میرے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ ابھی تک امروہہ تک پہونچے تھے۔ کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اطلاع مل گئی۔ اس وقت شیخ مدنی کا کیا حال ہؤا۔ کتنا رنج پہونچا۔ اس کو شیخ مدنیؒ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ مگر اللہ رے ہمارا اعظم اپنے شیخ کا فنا فی الشیخ تمام عمر ساتھ رہنے کے باوجود بوقت وفات جدا رہ جنازے میں بھی شرکت نہ ہو سکی۔ کفنانے اور دفنانے سے محروم رہے۔ الحاصل دیوبند تشریف لائے بہت رنجیدہ تھے مگر خاموش خاموش اور اداس اداس بیٹھے تھے مولانا عثمانی فرماتے ہیں میں نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے برادر حکیم مولانا محمد حسن اور مولانا محمد محسن صاحب نے میرے شیخ الاسلام کو پلنگ پر بٹھایا۔ ایک بھائی ایک طرف اور دوسرے بھائی دوسری طرف بیچ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ میں نے اپنے کان سے یہ بات سنی۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ کہ اب ہندوستان میں میرا کیا ہے۔ میرے سرپرست اس دنیا میں نہیں رہے میں بےسہارا ہوں۔ اور ان شیخ الہند کے برادران نے روتے ہوئے فرمایا۔ بے شک۔ فوراً حکیم محمد حسن صاحب نے فرمایا۔ کہ اب آپ اس خاندان کے بڑے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں تو چھوٹے بھائی مولوی محمد محسن صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ مکان آپ کا ہے جس طرح بڑے بھائی رہتے تھے۔ اب آپ اس میں اسی طرح رہیں گے۔ آپ کا قیام اس خاندان کی خوش نصیبی ہے وغیرہ وغیرہ۔

الحاصل شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد تمام خاندان تمام معتقدین، تمام شاگردوں کا اس پر اتفاق تھا۔ کہ جانشین شیخ الہند حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ہیں۔ اس زمانہ میں، تحریکات کا زور تھا۔ سیاسی کش مکش زوروں پر تھی۔ لیڈروں کا شمار نہ تھا۔ مگر تمام سیاسی لیڈر دنیا

نے حضرت شیخ الحرم مولانا مدنی کو جانشین شیخ الہند تسلیم کیا۔ ہر ہر اخبار جب حضرت مولانا مدنی کا نام شائع کرتا تھا۔ تو جانشین شیخ الہند ضرور لکھتا تھا۔ شیخ مدنی نقش حیات میں (احمد آباد جیل میں جو خواب دیکھا) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص اوپر سے کہہ رہا تھا کہ جو رحمت خداوندی حضرت شیخ الہند صاحب قدس سرہ کی طرف دنیا میں متوجہ تھی۔ اب تیری طرف پھیر دی گئی۔ نیز ایک دوسرے خواب میں جب کہ حضرت شیخ الہند مجھ پر بہت زیادہ الطاف فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو اپنے ضمن میں لے لیجئے۔ تو غالباً آپ نے قبول فرمایا۔ نقش حیات ص۹۶ ج ۱

حضرت شیخ الاسلام کی سیاسی جدوجہد

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مریدوں نے بالاتفاق حضرت مدنی کو جانشین شیخ الہند سمجھا۔ اور رجوع ہوئے۔ اب میرے شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم سے ترقی کرکے شیخ الہند کے قائم مقام ہو گئے۔ اب تک شیخ مدنی شیخ الہند کا سایہ تھے۔ اب خود ذمہ دار تھے۔ چنانچہ آپ نے جانشین ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔ اور ہندوستان کی تحریک آزادی کی ذمہ داریوں کو سنبھالا۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جانشین شیخ الہند ملک میں سیاسی قیادت فرمانے لگے۔ حضرت شیخ الہند کے قائم مقام کو ملک والوں نے ہر ضرورت کے وقت پکارا۔ اور یہ اللہ کا شیر ہر مشکل کے وقت للکار کے ہر موقع پر پہنچا۔ اور ملک کی رہنمائی کی اب جانشین شیخ الہند کو جمعیۃ العلماء۔ خلافت کمیٹی۔ کانگریس نے ملک کے جس گوشہ میں ضرورت ہوئی۔ بلایا۔ وہیں پہونچ کر رہنمائی فرمائی۔ غرض اپنے شیخ الہند کا جانشین انتہائی مضبوطی کے ساتھ گورنمنٹ برطانیہ سے عدم تشدد کے طریقہ پہ ہندوستان کو آزاد کرانے کی جدوجہد میں مصروف ہو گیا۔ ابھی مالٹا سے واپس تشریف لائے چند ماہ گذرے ہیں۔ مگر یہ اللہ کے شیر پھر جیلخانے میں جانے۔ گولی کھانے۔ کال کوٹھڑی اور قید تنہائی پر راضی ہیں۔ شیخ الہند کا خاندان جو آپ کا پرانہ تھا۔ اس کو یہ غم تھا۔ کہ ہمارا بزرگ کہیں پھر گورنمنٹ برطانیہ کا قیدی نہ بن جائے۔ کبھی پھر مصیبت کا شکار نہ ہو جائے۔ مگر اس خدا کے پیارے بندے کو قوم کی آزادی، ملک کی آزادی۔ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

کی قائم مقامی نے استقامت کا پہاڑ بنا دیا۔ دن رات ایک کر کے ملک اور قوم کی خدمت میں مصروف ہو گئے

خلافت کانفرنس کراچی میں شیخ الاسلام کا علم بغاوت

خلافت کراچی کانفرنس منعقدہ ۹۔۸ جولائی ۱۹۲۱ء

کی شرکت کے لئے کراچی پہنچے۔ کراچی خلافت کانفرنس میں ایک تجویز پیش کی جس کا حاصل یہ تھا کہ گورنمنٹ برطانیہ کی فوج کی ملازمت کرنا۔ کسی کو بھرتی کرانا۔ کسی کو بھرتی ہونے کی تلقین کرنا۔ اور فریم کی اعانت کرنا حرام ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کہ یہ بات ہر فوجی مسلمان تک پہونچا دے۔ شرکا کانفرنس نے یہ تجویز پسند کی اور پاس کر دی۔ یہ تجویز اخبارات میں آئی۔ کتابی شکل میں شائع ہوئی۔ غرض پورے ملک میں شور ہوا۔ ہر شخص کو یقین ہو گیا۔ کہ اب حضرت جانشین شیخ الہند۔ اور تمام شرکائے کانفرنس گرفتار کر لئے جائیں گے۔ مگر فوری گرفتاری عمل میں نہ آنے سے کچھ اطمینان ہوا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

کی دیوبند سے گرفتاری اور اس پر عوام کا جوش

مگر ۱۸ ستمبر ۱۹۲۱ء کو صبح سے دیوبند میں گرفتاری کی افواہ شروع ہوئی۔ اور لوگوں میں ایسا ہیجان پھیلا۔ کہ ہر ایک کی زبان پر یہ تھا۔ کہ ہم حضرت کو گرفتار نہ ہونے دیں گے اس اطلاع پر بعض لوگ متعجب تھے کہ یہ اطلاع کیوں اور کیسے پھیلی۔ مقامی حکام نے کہا۔ کہ ہمارے پاس کوئی اطلاع نہیں۔ مگر دوپہر بعد ایک انگریز افسر کچھ مسلح پولس لے کر دیوبند پہونچا اور دیوبند کے تھانے میں قیام کیا۔ اس وقت سب کو یہ خیال ہوا۔ کہ ضرور کوئی بات ہے اس سے شہر میں اور شور ہو گیا۔

چنانچہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۱ء بروز یکشنبہ یعنی اتوار کی شام کو چار بجے۔ انگریز افسر اپنے ساتھ حاکم پرگنہ اور تھانیدار صاحب کو لے کر تھانے سے نکلا۔ اور تمام مسلح پولس پیچھے پیچھے آئی۔ یہ سب لوگ حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرنے کے لئے حضرت شیخ الہند کے آستانہ پر پہونچے۔ مگر شہر میں یہ افواہیں

پہلے سے تھیں۔ لوگ پہلے سے کچھ جمع تھے۔ اور یہ اطلاع پاکر کہ پولس حضرت شیخ الہند کے جانشین کو گرفتار کرنے کے لئے حضرت شیخ الہند کے دولت کدہ کی طرف جارہی ہے۔ فوراً تمام بازار بند ہوگیا لوگ اپنا کاروبار چھوڑ کر ہندو مسلمان سب ہی حضرت کے گھر پر پہنچ گئے

...۔ لوگوں میں اس انگریز افسر کے خلاف اتنا جذبہ تھا۔ کہ اس کو جان سے لینے پر تیار تھے سالارجنم۔ انگریز افسر۔ حاکم پرگنہ۔ سب انسپکٹر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبدالعزیز انسپکٹر سی آئی ڈی نے دفعہ ۱۰۵ کا وارنٹ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دکھاکر کہا۔ کہ آپ اپنے آپ کو گرفتار سمجھیں۔ یہ فقرہ سننے کے بعد وہیں کسی صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ کو وارنٹ دکھانے کا حق ہے یا گرفتار کرنے کا۔ ابھی انسپکٹر صاحب نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ کہ لوگوں نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ دو چار مکے تھپڑ لگے تھے۔ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ذمہ دار حضرات نے ان تمام حضرات کو بڑی مشکل سے بچایا۔ اور اندر بند کرکے تالا لگادیا گیا۔ پولس باہر تھی۔ پولس کو حکم دینے والے اندر بند تھے۔ تمام مجمع اس قدر جوش میں تھا۔ کہ ان افسران کے بند کرنے پر بھی ان کو برا کہہ رہا تھا۔ اور مطالبہ تھا۔ کہ ان کو ہمارے حوالے کردو۔ ہم ان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ مگر حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ جانشین شیخ الہند نے عصر کے بعد تقریر شروع کی۔ مغرب کی نماز پر ختم کی۔ مگر لوگ نہیں مانے۔ بعد مغرب پھر شروع کی۔ عشاء ہوگئی۔ مجمع کسی طرح نہیں مانتا تھا۔ مجبور ہوگئے۔ ہر ہر طرح سمجھانے پر بھی لوگ نہیں مانتے تھے۔ اب خوشامد فرمانے لگے۔ خدا اور رسول کا واسطہ دینے لگے۔ اخیر میں اپنی پگڑی اتاردی۔ اور کہا کہ میری پگڑی کی لاج رکھ لو۔ لوگوں پر رقت طاری ہوگئی۔ اور اس شرط پر راضی ہوئے۔ کہ گورنمنٹ رات کو آپ کو نہیں لے جائے گی۔ صبح کو ہم خوشی خوشی اپنے محبوب حسین احمد کو جلوس کے ساتھ اسٹیشن تک پہنچائیں گے۔ ریل میں بٹھائیں گے۔ کوئی انگریز کا بچہ۔ پولس کا بچہ ہمارے شیخ کو گرفتار کرتے نہیں آئے گا۔ ڈپٹی کلکٹر اور انگریز افسر نے یہ شرطیں مان لیں۔ تب لوگ بڑی مشکل سے گیارہ بجے رات تک منتشر ہوئے اس وقت ان افسران کو اسی مکان کے تہہ خانے سے

دوسری جانب کو نکال کر تھانہ تک پہونچایا گیا۔

انگریز افسر کی وعدہ خلافی
رات کے تین بجے آستانہ شیخ الہند کا محاصرہ
اور شیخ الاسلام کی گرفتاری

لیکن انگریز افسر نے سہارنپور اطلاع بھیجی۔ اور صاف صاف لکھا کہ دن میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو گرفتار کرنا ناممکن ہے۔ فوراً گورا یا گورکھا فوج بھیجدو۔ تاکہ رات ہی رات میں حضرت کو گرفتار کرکے دیوبند سے لیجایا جا سکے۔ ورنہ دیوبند میں اتنا بڑا ہنگامہ ہوگا۔ کہ جس کی مثال کہیں نہیں ملیگی۔ چنانچہ سہارنپور سے رات ہی رات میں اسپیشل ۲ بجے کے قریب گورکھا اور گورا فوج لے کر ایک فوجی انگریز کی سرکردگی میں دیوبند پہنچا۔

سب لوگوں کو یہ گمان تھا۔ کہ رات میں بڑی سے بڑی فوج آئے گی۔ کچھ لوگ پہرہ دے رہے تھے۔ غرض تھوڑی ہی دیر میں ایک صاحب نے کہا۔ کہ فوج نے تمام شہر کے اہم اہم مقامات اور اہم اہم راستے روک لئے ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں۔ کہ فوجی جوتوں کی آواز آنی شروع ہوئی۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت شیخ الہند کے مکان کا پورا پورا محاصرہ کرنے کے بعد انگریز فوج کا افسر آگے بڑھا۔ دروازہ پر پہونچ کر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم کیا۔ لوگ انگریز افسر سے سخت سخت باتیں کر رہے تھے۔ کہ حضرت شیخ مدنی۔ حضرت مولانا عزیز گل صاحب وغیرہ وغیرہ تشریف لائے اور لوگوں ڈانٹ کر الگ کرکے کچھ لوگوں کو ساتھ چلنے کی اجازت لی اور افسر نے اجازت دے دی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئے اور لوگ روتے رہ گئے۔ کچھ نہ کر سکے۔ افسوس ابھی چند دن کی بات ہے کہ مالٹا سے رہا ہوئے تھے۔ اب پھر گرفتار ہو کر چلے گئے۔ دیوبند اور معتقدین۔ مریدین

شاگرد اور خاندان شیخ الہند کا برا حال تھا۔ مگر اللہ کا پیارا حسین احمد اللہ کی رضا پر راضی تھا۔ خوشی خوشی شیر ببر کی طرح دندناتا ہوا۔ مسکراتا ہوا۔ بزرگانہ اور لیڈرانہ انداز سے مجاہدانہ دلیری کے ساتھ اسٹیشن پر پہونچ کر ریل میں سوار ہوگیا۔ رفیقوں کو رخصت فرمایا۔ اور آج پھر قیدی ہو کر کراچی جیل کی طرف سفر کیا۔ دیوبند میں تمام دن ہڑتال رہی۔ اللہ اللہ میرے شیخ کی زندگی کیسے کیسے مصائب سے گذری۔ الحاصل کراچی پہونچے۔

مقدمہ کراچی کی کارروائی

مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مقدمہ انتہائی سنگین تھا۔ اس لئے گورنمنٹ نے پولس اور فوج کا بھاری انتظام کیا۔ اور اعلان کیا۔ کہ مقدمہ خالق دین ہال میں ہوگا۔ جو صاحب مقدمہ کی سماعت کے لئے تشریف لائیں۔ ان کو پاس لینا ضروری ہوگا۔ کسی کو بلا پاس ہال میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۱ء کی صبح سے پولس اور خالق دین ہال کا طواف کرتی رہی۔ لوگ تعجب کرتے تھے۔ کہ سینکڑوں جوان پولس کے اور سینکڑوں فوج کے کیوں بلائے گئے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں پولس نے سڑک سے لوگوں کو ہٹانا شروع کردیا۔ مگر ہجوم ہر ہر منٹ پر بڑھتا ہی رہا۔ الحاصل تقریباً گیارہ بجے میرے شیخ کی گاڑی ہال کے احاطہ میں داخل ہوئی مسلح پولس کی کچھ لاریاں میرے شیخ کی گاڑی کے آگے آگے تھیں۔ اور کچھ پیچھے پیچھے۔ غرض یہ کہ میرے شیخ کو ہال میں پہونچایا۔ اور عدالت میں پیش کردیا گیا۔

میرے شیخ کا دلیرانہ بیان

کمال یہ کہ حضرت شیخ الہند کے جانشین کا بیان ہونا تھا۔ جو اس وقت کی پوری دنیا کے مانے ہوئے عالم۔ ہندوستان کے مانے ہوئے محبوب ترین لیڈر ہیں۔ عدالت میں تشریف فرما ہیں۔ لیکن کوئی وکیل یا قانونی مشیر پاس نہیں۔ مالٹا میں تو یہ مجبوری تھی۔ کہ غریب الوطن تھے۔ کوئی یار تھا نہ مددگار۔ مگر اب کراچی میں تو یہ بات نہیں تھی۔ ایک اشارہ پر ہندوستان کا بڑے سے بڑا بیرسٹر حاضر ہوسکتا تھا۔ مگر اللہ والے تھے۔ جو کچھ کیا تھا۔ اس کا اقرار تھا۔ اور اقرار ہی

میں خدا کی خوشنودی تھی۔ جو کیا تھا۔ خدا تعالیٰ کے فرمان کو بیان کیا تھا۔ اس میں قانونی بحث یا حیلے بازی کب جائز تھی۔ لوگوں نے اصرار کیا۔ مگر صاف انکار فرمایا۔ مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کراچی محلہ کھڈہ کے رہنے والے بڑے بزرگ لوگوں میں سے تھے وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم نے بہت کوشش کی اور کراچی کے وکیلوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔ مگر حضرت راضی نہ ہوئے۔ مختصر یہ کہ اب عدالت میں میرے شیخ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ جانشین خلیفہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مجاہد اعظم شیر ببر کی طرح تشریف فرما ہیں۔ سوال منجانب عدالت۔ آپ کانفرنس میں موجود تھے جواب میں۔ اپنے بیان میں سب کچھ عرض کروں گا۔ سوال۔ آپ نے کانفرنس میں تقریر کی تھی! جواب۔ اس کا بھی یہی جواب ہے۔ سوال۔ کانفرنس میں کوئی اس قسم کی تجویز پیش ہوئی تھی جس کا تعلق فوج سے ہو۔ جواب دیکہ اس کا جواب ہے جو پہلے سوالوں کا تھا۔ سوال۔ آپ کو گواہان کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ جواب: اس کا بھی وہی جواب ہے ان سوالات اور جوابات کے بعد حضرت مجاہد اعظم شیخ مدنی نے اپنا بیان دینا شروع کیا۔ بیان میں سب سے پہلے اپنے دوست مسٹر محمد علی صاحب کے بیان کی موافقت کرتا ہوا عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ مسئلہ مذہبی ہے اس واسطے اس میں خاص طور سے آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ہندوستان کے پہلے زمانہ کے تاریخی واقعات جو آج تک ہوئے ہیں۔ ان کی تفصیل میں آگے اپنے تحریری بیان میں دوں گا۔ وہ بتاتے ہیں۔ کہ ہندوستان ایک مذہب پرست ملک ہے یہاں کے باشندے مذہبی تعصب میں دوسرے ملکوں سے بہت آگے ہیں اسی لئے ہندوستان کی حکومت کے لئے مذاہب کی رعایت کرنی نہایت ضروری سمجھی گئی ہے۔

مدبرین برطانیہ اور ملکہ وکٹوریا نے اس راز کو سمجھا۔ اور یقیناً جان لیا ہے۔ کہ ہندوستان میں امن امان قائم رکھنا مذہبی آزادی پر مبنی ہے اس لئے ملکہ وکٹوریا کی طرف سے وہ اعلان شائع کیا گیا۔ جس کا حوالہ مسٹر محمد علی صاحب نے دیا ہے۔ جس میں مذہبی آزادی پوری تسلیم کی گئی ہے۔ اس میں کسی قسم کی مداخلت کسی وقت بھی جائز نہیں رکھی گئی۔ اس میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ کسی مذہبی کام کرنے والے کو ستایا نہ جائے گا۔ اسی وجہ سے اب تک امن وامان قائم رہا ہے۔

میں اس اعلان کی طرف توجہ دلانے کے بعد اپنی شخصیت کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں دو حیثیتیں رکھتا ہوں میری ایک حیثیت یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ اور دوسری حیثیت یہ ہے کہ میں عالمِ دین ہوں ۔

عالم دین ہونے کا دعویٰ تمام عمر میں ایک دفعہ

یہ بات یاد رہے کہ عمر بھر میں یہ پہلی اور آخری بار ہے جس میں میرے شیخ نے اپنے متعلق یہ فرمایا کہ میں عالم دین ہوں۔ ہمیشہ ہمیشہ طالب علم فرماتے رہے۔ اس پر مجسٹریٹ نے کہا۔ کہ میں تقریر سننا نہیں چاہتا۔ بیان دیجئے۔ میرے شیخ نے جواب دیا۔ کہ میں تقریر نہیں کر رہا ہوں۔ ریزولیوشن کے متعلق جواب دے رہا ہوں حضرت شیخ مدنی کی جرأت اور بہادری پر تمام مجمع عش عش کرنے لگا۔ پھر فرمایا۔ کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں قرآن کریم کے تمام ٹکڑوں۔ حرفوں اور کلمات پر پورا پورا ایمان رکھوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ احکام پر یقین رکھوں۔ چنانچہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اگر کوئی بھی دنیاوی طاقت قرآن کریم کے کسی حرف یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم سے اس کو روکے تو وہ ہرگز ہرگز نہ رکے۔ جبکہ ہر مسلمان کا یہ فرض ہے تو اس کو قرآن کریم کے تمام احکام پر یقین کرنا اور عمل کرنا ضروری ہوگا۔ قرآن شریف میں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں اس کے متعلق بہت سے ارشادات موجود ہیں

(۱) محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اطاعت کرنا ہر مسلمان پر بادشاہ کی ضروری ہے چاہے منشاء کے موافق ہو یا نہ ہو۔ جب تک خدا کی نافرمانی کا حکم نہ ہو اور اگر خدا کی نافرمانی کا حکم ہو۔ تو ہرگز اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا۔ یہ الفاظ میرے حضرت کی زبان مبارک سے ذرا جوش میں نکلے۔ تمام ہال اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ تمام فوج اور پولس چوکنی ہوگئی۔ اب مجاہد اعظم جانشین شیخ الہند نے پھر بیان شروع کیا۔

(۲) دوسری حدیث میں ہے کہ اطاعت کسی کی نہیں ہے۔ سوائے خدا اور رسول کے۔ پھر لوگوں

میں ہیجان پیدا ہوا۔ ہال ہال شاباش شاباش پکار اٹھا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ کسی مخلوق کی تابداری اللہ کی نافرمانی میں نہیں ہونی چاہئے۔ تاریخیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بڑے بڑے خلفاء سے پوچھا جاتا تھا۔ کہ کیا تم مسلمانوں کے بادشاہ ہو۔ تو وہ حضرات جواب دیتے تھے۔ کہ ہم اسی وقت تک بادشاہ ہیں جب تک ہم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے موافق حکم کرتے ہیں۔ لیکن جس وقت ہم نے خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے خلاف حکم کیا۔ تو اسی وقت سے بادشاہ نہ سمجھے جائیں گے۔ بیان جاری رکھتے ہوئے انتہائی تیز لہجہ میں فرمایا۔ کہ میری حیثیت عالم اور مذہب اسلام کے محافظ ہونے کی ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ میں اپنا فرض پورا کروں۔ یہ فرض ہر عالم پر فرض ہے کہ قرآن کریم اور جناب رسول اللہ کے تمام احکام ہر شخص تک پہونچائے۔ چنانچہ قرآن کریم کی کئی آیتیں پڑھ کر ترجمہ کر کے بتایا۔ کہ خدا کا یہ حکم ہے۔ اور پیغمبروں کے بعد علماء کا یہی طریقہ ہے۔ علماء کی بات پر کوئی توجہ کرے یا نہ کرے۔ علماء کا فرض ہے کہ حق بات لوگوں تک پہونچائیں۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ اب میں اس ریزولیوشن کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ قرآن شریف میں مسلمانوں کے قتل کرنے کی سزا جس قدر سخت ذکر کی گئی ہے کفر کے بعد کسی گناہ کی اس قدر سخت سزا ذکر نہیں کی گئی۔ جوش میں تھے۔ دس بارہ قرآن کریم کی آیات اور اسی قدر حدیثیں اس کی دلیل میں پیش کیں۔ جن کو طوالت کے خوف سے چھوڑ رہا ہوں۔ میرے شیخ مدنی پورے جوش سے تقریر فرما رہے تھے سامعین انتہائی محظوظ ہو رہے تھے۔ گویا کہ علم کے دریا بہہ رہے ہیں۔ صرف ایک حدیث کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔ جو ترمذی شریف و طبرانی میں ہے۔ مقتول قیامت کے دن اپنے سر کو اپنے ہاتھ میں لٹکائے اور دوسرے ہاتھ میں اپنے قاتل کو پکڑے ہوئے ہوگا۔ مقتول کی رگوں سے خون کے فوارے جاری ہوں گے۔ اسی طرح قاتل کو کھینچتا ہوا تخت خداوندی تک پہونچے گا اور پروردگار سے عرض کرے گا۔ کہ اس شخص نے مجھ کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان قاتل کے لئے صادر ہوگا۔ کہ ہلاک ہو گیا تو۔ اور اس کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔

شیخ مدنی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ پورے جوش اور جذبہ میں تھے تمام ہال ساکت محو حیرت بیان سن رہا تھا۔ کہ مجسٹریٹ نے حضرت سے کہا۔ کہ اب بھی کچھ باقی ہے۔ میں نے آپ کا وعظ خوب سن لیا ہے بس اب ختم کیجئے۔ حضرت والا نے فرمایا۔ کہ میں نے نوٹ لکھ لئے ہیں ان کے مطابق عرض کر رہا ہوں اور یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ ریزولیوشن خالص مذہبی ہے۔ مجسٹریٹ نے کہا۔ کہ اس کے یہ معنی تو نہیں ہیں۔ کہ آپ پورا قرآن شریف سنا دیں میرے شیخ حضرت مدنی نے فرمایا۔ کہ میرا بیان تو سننا ہی پڑے گا۔ اور بیان شروع کر دیا۔ بخاری شریف، مسلم شریف۔ ترمذی شریف نسائی شریف، ابن ماجہ شریف کی کئی حدیثیں پڑھیں اور مطلب بیان فرمایا۔ ہال میں عجیب کیفیت پیدا ہو گئی۔ تمام سامعین حضرت کا منہ تک رہے تھے اور ہر آدمی کی زبان پر تھا۔ مرحبا جزاک اللہ یہ تیرا ہی کمال ہے کہ تو تلواروں کے سائے میں حق حق کی صدا لگا رہا ہے۔

مجسٹریٹ۔ میں نے بہت غور سے آپ کی تقریر سنی اب ختم کر دیجئے۔ میرے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں نے ابھی خلافت اور ترک موالات کا مسئلہ نہیں چھیڑا۔ صرف فتویٰ کا ذکر کر رہا ہوں پھر فرمایا کہ اچھا میں اپنا بیان جلد ہی ختم کرتا ہوں اور بیان شروع فرما دیا۔ بہت سی حدیثیں پڑھ کر ثابت کیا۔ کہ انگریزی فوج میں بھرتی ہونا۔ بھرتی کرانا۔ انگریزی فوج میں بھرتی ہونے کا مشورہ دینا۔ انگریزی فوج کی امداد کرنا یعنی جنگی قرضہ دینا سب حرام ہے سامعین حضرت والا کی تقریر سن کر لرز گئے۔ ان دنیا والوں کو تو یقین تھا۔ کہ حضرت اپنے بچنے کی فکر فرمائیں گے اپنی تجویز کی تاویل فرما دیں گے۔ بڑے بڑے وکیل حضرت شیخ الاسلام کی صفائی میں بحثیں کریں گے۔ مگر اللہ اللہ۔ یہ فنا فی اللہ شیخ الاسلام اپنی بات کا پکا۔ جو بات زبان سے نکلی تھی۔ اس کے دلائل میں علم کے دریا بہاتا ہوا شیر ببر کی طرح اقرار کرتا ہے کہ میں نے جو کچھ کہا حق جان کر کہا۔ کانفرنس میں تجویز کی شکل میں پیش کیا۔ عدالت میں بیان کے طریق پر پیش کرتا ہوں مجھے افسوس ہے۔ کہ میں نے طوالت کے خوف سے تمام حدیثیں اور آیات قرآنی چھوڑ دیں۔ ورنہ دنیا کو معلوم ہو جاتا۔ کہ شیخ الاسلام نے کتنی کتنی عجیب دلیلیں پیش فرمائیں۔ میرے شیخ حضرت مجاہد اعظم نے فرمایا کہ یہ ریزولیوشن

کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مجسٹریٹ صاحب ہمیشہ سے مذہب اسلام کا یہی فیصلہ ہے اور رائل ہے اس کو کوئی مٹا نہیں سکتا یہ ہمارے خدا اور رسول کا حکم ہے اس کی اشاعت کو روکنا مذہب میں کھلی مداخلت ہے۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ اس کی اشاعت کا یہی وقت تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجسٹریٹ صاحب اس کی اشاعت کی اس وقت سخت ضرورت اس وجہ سے ہوئی۔ کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت کا تقاضہ ہے۔ جس طرح مریض کی سخت حالت کو دیکھ کر طبیب دوا اور پرہیز میں سختی کرتا ہے بالکل اسی طرح علماء کا فرض ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی حالت کو گرتا دیکھ کر بہت جلد اس کو سنبھالنے کی فکر کریں۔

میرے شیخ کا اعلان حق اور مولانا محمد علی کا قدم مبارک چومنا

دوسری وجہ یہ کہ فتح بیت المقدس کے وقت مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان نے اس جنگ کو صلیبی جنگ کے نام سے موسوم کیا اور مسٹر چرچل نے بھی اس جنگ کو صلیبی جنگ کہا۔ اب میں ایسی حالت میں صاف صاف کہتا ہوں کہ جو مسلمان عیسائیت کا ساتھ دے گا۔ وہ صرف گنہگار نہ ہوگا۔ بلکہ کافر ہو جائے گا۔ یہ آخری فقرے حضرت کے سن کر لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔ بلا خوف عدالت۔ پولس اور فوج حسین احمد مدنی زندہ باد کے نعرے لگائے گئے اور ہر ہر انسان ہندو ہو یا مسلمان۔ زور رہا تھا۔ اور بس کی بات نہ تھی کہ میرے شیخ مدنی کے قدموں کو چومتا۔ عدالت کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ اگر گورنمنٹ کا منشا مذہبی آزادی سلب کرنا ہے تو صاف صاف اعلان کرے تاکہ سات کروڑ مسلمان اس بات پر غور کریں۔ کہ ان کو مسلمان رہنا منظور ہے یا گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا۔ اسی طرح بائیس کروڑ ہندو بھی سوچ لیں کہ ان کو کیا کرنا ہے۔ کیونکہ جب مذہبی آزادی ہی چھینی جائے گی۔ تو سب کی چھینی جائے گی۔ اگر لارڈ ریڈنگ اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ قرآن کریم کو جلا دیں احادیث کو مٹا دیں۔ اور کتب فقہ کو برباد کر دیں تو سب سے پہلے اسلام پر اپنی جان قربان کرنے والا میں ہوں۔ تمام مجمع نے جزاک اللہ۔ مرحبا کے نعرے بلند کئے اور مولانا محمد علی مرحوم۔ جو

جو اس وقت ملک کے بہت بڑے لیڈر تھے۔ قدموں پر گر پڑے۔ اور میرے شیخ الاسلام کے قدم چوم کر جزاک اللہ کہا۔ جزاک اللہ کا نعرہ بلند کیا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ عدالت سشن میں

مختصر یہ کہ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۱ء کو حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام رفقاء سشن سپرد کر دئے گئے۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو حضرت موصوف اور ان کے رفقاء کا مقدمہ مسٹر کینڈی جوڈیشنل کمشنر سندھ کی عدالت میں خالق دینا ہال کراچی میں شروع ہوا ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ایک بجکر ۲۵ منٹ پر جانشین شیخ الہند کا بیان شروع ہوا۔ مجمع سے ہال کچھا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آپ نے جتنے بیان گورنمنٹ برطانیہ نے ہندوستانیوں کو مطمئن کرنے کے لئے جتنے اعلانات مذہبی جوش ٹھنڈے کرنے کے لئے کئے گئے۔ ان سب کو بیان فرمایا۔ کہ یہ حکومت برطانیہ کا سنگ بنیاد تھا۔ یہ اعلانات افراد کی طرف سے اور ایوان عام و خاص کی طرف سے بھی کئے گئے۔ جن پر ایڈورڈ ہفتم اور شاہ جارج نے اپنی اپنی مہریں لگائیں۔ اسی پر بس نہیں کیا گیا۔ بلکہ افسران متعلقہ کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ عوام کی مذہبی آزادی میں مزاحم نہوں۔ اس کے بعد ہندوستان کو سکون ہوا۔ ہونا بھی چاہئے تھا۔ اس لئے کہ یہ سب کو یقین تھا۔ کہ یہ اعلانات شاہی ہیں ان پر ضرور عمل کیا جائے گا۔ جو قرارداد میں نے پیش کی وہ قرارداد نہیں۔ بلکہ تمام مسلمانوں کا فرض ہے اور مذہبی فرض ہے یعنی خدا اور خدا کے رسول کا حکم ہے۔ اس کا فیصلہ کرنا لارڈ ریڈنگ کا کام نہیں۔ بلکہ علماء کا کام ہے۔ آج انگریز گورنمنٹ کی فوجی بھرتی اس لئے حرام ہے۔ کہ مسلمانوں کو مسلمانوں کے مارنے کے لئے بھرتی کیا جا رہا ہے۔ عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ ہے۔ قرآن شریف میں مسلمان کو قتل کرنے کی سخت ممانعت ہے مسلمان کیلئے مسلمانوں کو قتل کرنا حرام ہے اس لئے یہ ملازمت بھی حرام ہے۔ تمام ہال جزاک اللہ۔ مرحبا کی آوازوں سے گونج گیا۔ مسٹر کینڈی کمشنر سندھ حیران ہوگیا۔ انہوں نے ایسا قیدی کبھی نہ دیکھا تھا۔ عدالت میں تہلکہ مچ گیا۔ وکیل سرکار اور اسیران ششدر تھے۔ مگر اللہ کا شیر میرا شیخ حسین احمد مدنی اس

عدالت میں بھی مرعوب نہیں ہوا۔ اور صاف صاف فرمایا۔ کہ ہم اس تجویز کو خدا اور خدا کے رسول کا حکم جانتے ہیں۔ ہم کسی طرح مجرم نہیں۔ بلکہ یہ ہماری کمزوری ہے کہ ہم اب تک فوجوں میں جاکر خدا کا یہ حکم بیان نہیں کرسکے۔ کمشنر صاحب کہتے ہیں۔ کمشنر صاحب نے کہا کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ فوج کی نوکری جائز ہے حضرت والا پر انتہائی جلال کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور فرمایا۔ کہ اگر کوئی مسلمان عالم دین ہمیں احکام قرآنی سے رد کرے گا۔ تو ہم ہرگز ہرگز نہ مانیں گے کیونکہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے (خالق کی نافرمانی کرکے کسی مخلوق کی اطاعت درست نہیں) اس پر سرکاری وکیل اور جج نے کہا۔ کہ ہم تعزیرات ہند کے پابند ہیں۔ ہم قرآن اور حدیث کو نہیں جانتے۔ حضرت والا نے فرمایا۔ کہ میں اس بات پر بہت خوش ہوں گا — کہ لارڈ ریڈنگ اور لارڈ جارج اس بات کا اعلان کردیں۔ کہ مسلمانوں کو قرآن اور حدیث پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ بات ہمارے لئے بلند ہوگی۔ اور ہندوستان ۱۲ ماہ کے بجائے ۲ ماہ میں آزاد ہوجائے گا۔ اور گورنمنٹ برطانیہ کی پول کھل جائے گی۔ مجمع پر ایسا خوف تھا۔ کہ لرز رہا تھا۔ کہ دیکھئے حضرت کو کیا سزا دیں۔ مگر حضرت والا انتہائی بے خوفی سے بیان دے رہے تھے۔ میں تمام بیان نہیں لکھ رہا ہوں طوالت کے خوف سے مختصر کرتا ہوں۔

الحاصل حضرت نے اپنا بیان ان آخری کلمات پر ختم فرمایا۔ کہ میں ڈنکے کی چوٹ اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس عیسائی حکومت کی فوج میں نوکری کرنا قطعی حرام ہے حرام ہے۔ ہال میں جزاک اللہ مرحبا کا شور تھا۔ ہر ہندوستانی بے قرار تھا کہ کسی طرح موقع مل جائے۔ اور میرے شیخ کے قدم چوم لے۔ مولانا راشد عثمانی فرماتے ہیں کہ میں ۱۹۲۱ء میں تقریباً ایک سال کراچی رہا۔ یہ باتیں حضرت مولانا محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور کراچی کے مشہور وکیل ظہیر حسین صاحب نے مجھے سنائیں۔ حضرت شیخ الاسلام کے دو بیان مطبوعہ میرے سامنے ہیں۔ وہ بھی تصدیق کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام کو دو سال قید کا حکم سشن جج کراچی کا فیصلہ

یکم نومبر ۱۹۲۱ء کو فیصلہ سنایا گیا۔ اسیران اور جیوری کے ارکان نے فوج میں بغاوت پھیلانے یا کسی فوجی کو ملازمت سے باز رکھنے کے جرم سے بری قرار دیا۔ اور جج نے بھی اتفاق کیا۔ البتہ زیر دفعہ ۵۰۵ اور ۱۰۹ تعزیرات ہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی جانشین شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو دو سال قید با مشقت کا حکم سنا دیا گیا۔ اور چند دن بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو سابرمتی جیل بھیج دیا گیا۔ جیل میں اس اللہ کے پیارے سے بان بٹوائے گئے۔ چکی چلوائی طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائی گئیں۔ واللہ اعلم

کراچی جیل سے حضرت شیخ الاسلام کا مکتوب گرامی

کراچی جیل سے اس مجاہد اعظم کے بہت خطوط مختلف اوقات میں مختلف حضرات کے نام آئے مگر میں طوالت کے خوف سے ان سب کو نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ صرف ایک خط نقل کرتا ہوں جو عام ہے۔ سب ہی دوستوں، بزرگوں، ساتھیوں کو حضرت نے خطاب فرمایا تھا۔ جو دیوبند میں بوقت گرفتاری جو واقعات پیش آئے ان سے متاثر ہو کر لکھا گیا تھا۔ چھپا اور چھپا ہوا میرے پاس موجود ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدوم بندہ زید عنایتکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ میں کس زبان اور کس دل سے آپ حضرات اور جملہ اہل شہر کی محبت اور عنایت کا شکریہ ادا کروں یہ سب آپ حضرات کی ذرہ نوازی ہے میں تو آپ حضرات کے ہی دروں کا کتا ہوں۔ مگر یہ سب عنایت محض اسلام اور مذہب کے تعلق۔ اور حضرت مولانا شیخ الہند قدس سرہ العزیز کی بنا پر ہے۔ خداوند کریم آپ حضرات کو اور بھی زیادہ دین کی خدمت کی توفیق دے اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور ان کے نام لیوا امتیوں کی ہمدردی عنایت فرماویں ——

مخدوما! یہ وقت اسلام پر نہایت سخت آپڑا ہے جس کی نظیر پہلے نہیں گذری۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کو جو کچھ بے چینی ہو وہ بہت ہی کم ہے۔ آج ہم اور آپ ہی برباد نہیں ہو رہے ہیں۔ آج دشمنانِ اسلام۔ اسلام کا جنازہ اٹھانا چاہ رہے ہیں۔ آج وہ قرآن کو روئے زمین سے اور شریعت محمدیہ کو دنیا سے نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کی صورتیں کر لی ہیں اور اپنے عزائم میں کامیاب ہو گئے ہیں اگرچہ خدا بے نیاز ہے اس کو کسی کی پرواہ نہیں۔ مساجد کو گرجا بنواتا ہے۔ جب چاہتا ہے خانہ کعبہ میں بت پرستی کراتا ہے۔ اپنے جان نثاروں کو خون کے آنسو رلاتا ہے آگ میں جلواتا ہے۔ اس کو دنیا و مافیہا کی حاجت نہیں۔ مگر ہم نالائق بندے اس کے ہر وقت محتاج ہیں۔ اس کا وعدہ ہے کہ میں دین کی آخری وقت تک حفاظت کروں گا۔ اس لئے ہم کو پوری امید ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کرے گا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ضرور کرے گا۔ ہم کو اتنی ضرورت ہے کہ اس خدمت ضروریہ۔ اور لازمی کے سلسلہ در آمد میں اگر ہماری کچھ ٹانگ اڑ جائے۔ ہمارے قول۔ فعل۔ مال۔ جان کسی کو بھی دخل ہو جائے۔ تو کل کو قیامت کے دن منہ دکھلانے کی جگہ ہوگی۔ کل ہم حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور حضرت رب العزت کے سامنے یہ تو کہہ سکیں گے۔ کہ ہم نے اپنی طاقت کے موافق کوئی کمی نہیں کی۔ اے میرے پیارے بزرگو۔ آپ لوگوں کو میری جدائی میری تکلیف میری شفقت کا ادنیٰ درجہ کا بھی خیال نہ ہونا چاہئے۔ آپ کو اسلام کا درد ہونا چاہئے۔ دین محمدی کی فکر ہونی چاہئے۔ دشمنانِ اسلام نے ہزاروں نہیں لاکھوں خاندان برباد کر دئے۔ جن کا آج نام و نشان باقی نہیں۔ وہ ہمارے ہی بھائی مسلمان اور مسلمان بہنیں اور مائیں بچے بچیاں تھیں میرے عنایت فرما بزرگو! ہم کمزور ہیں۔ ہم میں اتفاق نہیں۔ ہم ہتھیار نہیں رکھتے۔ ہم مال نہیں رکھتے۔ ہمارا دشمن قوی تر ہے۔ اس کے پاس ہر قسم کا سامان ہے مگر ہمیں اس کو سیدھا کرنا ہے اور اور اس سے بدلہ لینا ضروری ہے۔ مگر ہمیشہ مقابلہ سمجھ اور طاقت کے ساتھ کرنا ہوتا ہے۔ یہی طریقہ قرآن کریم۔ حدیث شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔ اسی لئے ہم کو جب تک کہ ہمارے مقاصد حاصل نہ ہو جائیں۔ یعنی خلافت کی آزادی جزیرۃ العرب کی آزادی۔ ہندوستان کی

آزادی۔ پنجاب کی تلافی۔ اس وقت تک ہم کو چین سے بیٹھنا ہے اور نہ بیٹھنے دینا۔ آپ سوال کرینگے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ میں کہوں گا۔ کہ آپ پر شرعاً فرض ہے۔ کہ اگر ایک مری ہوئی چیونٹی کی طرح آپ کاٹ ہی سکتے ہیں تو ضرور کاٹ لیجئے۔ اس کے یہ معنی نہ سمجھئے۔ کہ آپ خلاف امن کوئی بات کریں۔ خونریزی کریں۔ نہیں نہیں۔ بلکہ صلاح ومشورے کے ساتھ جس قدر ممکن ہو نقصان پہنچائیں دوسروں کو آمادہ کریں۔ دشمن کی قوت کو کمزور کریں۔ ان کی تجارت کو گھٹائیں۔ ان کی صنعت کو گھٹائیں۔ ان کی محبت ان کے خوف کو دلوں سے دور کریں لوگوں میں جرأت پیدا کریں۔ سچ کہنے سے نہ ڈریں۔ لوگوں کو نرمی اور حکمت سے سمجھائیں۔ شدت کو کام میں نہ لائیں۔ ٹوٹے ہوؤں کو ملائیں۔ ملے ہوؤں کو نہ توڑیں۔ اسی دھن میں دن رات لگے رہیں۔ لوگوں میں فن سپاہگری پھیلائیں۔ بانک۔ پٹہ۔ لکڑی۔ تلوار۔ گھوڑے کی سواری وغیرہ جو کچھ ہمارے بزرگوں کا طریقہ تھا جس کو تمام شریف خاندان کے لوگ سیکھنا اپنا فخر سمجھتے تھے۔ اس کی طرف لوگوں کو ترغیب دیں۔ کم از کم روزانہ ایک آدھ گھنٹہ اگر عمل جاری ہے تو ہم خرما ہم ثواب کا کام دے جسمانی صحت حاصل ہو۔ ایک فن ہاتھ آئے۔ وقت بے وقت کام آئے۔ اپنی اور مال واولاد کی حفاظت ہو میرے پیارے دوستو۔ دیکھو اس باامن جنگ نے اس قدر فائدہ دیا۔ کہ ہم صرف سات آدمیوں کے پکڑے جانے کے بعد تمام ملک میں تحریک بہت زور شور پر ہوگئی۔ لوگوں کے دلوں سے خوف گورنمنٹ بہت کم ہوگیا۔ جس مسئلہ کو ہم مہینوں کوشش کرکے سب کے کانوں تک نہیں پہنچا سکتے تھے۔ وہ دم کے دم میں پہونچ گیا۔ انگورا کے مجاہدین کا چندہ بہت بڑے پیمانے پر جمع ہوگیا۔ بہت سے آدمیوں نے اس حرام نوکری سے استعفاء دے دیا۔ اور بھی سیکڑوں فائدے ہوئے۔ اگر تشدد آمیز کارروائی ہوتی۔ تو یہ فائدہ نہ ہوتا۔ میرے معزز کرم فرماؤ۔ ہم تو انشاء اللہ تعالیٰ اسی باامن ترکِ موالات سے گورنمنٹ برطانیہ کو شکستِ فاش دیں گے۔ ذرا ملک کو پوری طرح سے تیار تو ہو جانے دو۔ اور لوگوں میں احساس اور اتفاق پیدا کراؤ۔ ہاں ایسا سختی سے لوگوں کو نہ پکڑو کہ کل کو گھبرا کر چھوڑ بیٹھیں شریعت کی پابندی کراؤ۔ روز روز جلسے ہونے سے شاید لوگوں کی تنگی سے مانع ہوں۔ میرے خیال

میں ہفتہ میں ایک دو جلسہ یا پندرہ میں دن میں ایک جلسہ کافی ہے مگر کام ہمت سے ہونا چاہئے. جو کام مجمع کے اور بڑے ہوتے ہیں۔ ان میں غلط فہمیاں بہت زیادہ ہوتی ہیں ہم کو اس وقت ملنے اور ملانے کی زیادہ ضرورت ہے متوسط طریقہ پر کوشش جاری رہے. نرمی اور خوش کلامی میں فرق نہ ہو۔ میں اب تک بہت آرام سے ہوں. غالباً پرسوں حکم سنایا جائے گا۔ اگر مجھ پر یا دوسرے گرفتار پر کوئی سخت حکم ہو. تو آپ لوگ ہرگز نہ صدمہ کریں اور نہ کوئی ایسی حرکت ظاہر ہو. جس سے بے چینی یا قلق اور اضطراب ظاہر ہو. بلکہ یہ ہونا چاہیئے. کہ دشمنانِ اسلام یہ سمجھیں کہ ان لوگوں کو ذرا بھی پرواہ نہیں ہوئی۔ اور نہ اپنے مطالبے سے ہٹے. کوشش بڑھنی چاہئے. عمل میں کارروائی ہو۔ آپس کے جھگڑے بالائے طاق ہوں۔ ہم اپنے مقصد یعنی آزادی ہند اور دیگر مذہبی مقاصد کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ الحمد للہ کہ ملک اور قوم کا قدم نہایت تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے خداوند کریم مددگار ہے۔ ہم ضعیف ہیں. مگر انشاء اللہ تعالےٰ۔ پلیگ کے کیڑے بن کر گورنمنٹ برطانیہ کے موجودہ طریقہ اور جماعت کو وبا میں مبتلا کر کے ڈھائی گھڑی لگا دیں گے بعون اللہ تعالیٰ۔

ترا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

بھائیو! گھبراؤ نہیں۔ مایوس مت ہو۔ ایک خدا پر بھروسہ رکھو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے کوشش کئے جاؤ۔ کامیابی دیکھو گے۔ خدا سے ڈرو۔ اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ نہ کسی سے جھگڑو۔ مجھ کو خدا کے حوالے کرو۔ میری کوئی فکر نہ کرو۔ اگر کوئی عالم مولوی لیڈر پکڑا جائے کچھ پرواہ نہ کرو۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ ہمارا خدا ہمارے اور تمہارے ساتھ ہے وہ سب کو دیکھتا ہے سنتا ہے خداوند کریم آپ کی ہماری، تمام امت محمدیہ کی مدد کرے۔ ہم سب کو نیک عمل اور اخلاص کی توفیق دیوے آمین۔ میرا بہت بہت سلام سب حضرات اراکین و ممبران اور دوستوں اور بزرگوں تک پہنچا دیں والسلام

میں ہوں آپ کا نیازمند حسین احمد غفرلہٗ

۳۱ راکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء از کراچی

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی کراچی جیل سے رہائی

کراچی جیل میں حضرت شیخ الاسلام پر کتنی کتنی مصیبتیں آئیں کیسی کیسی سختیں برداشت کیں ان کو طوالت کے خوف سے چھوڑتا ہوں۔ الحاصل دو سال سخت جیل کاٹنے کے بعد اب رہائی کا وقت آیا۔ تمام لیڈران رہا ہونے شروع ہوئے۔ جو رہا ہوا۔ اس کا بڑے سے بڑا جلوس نکالا گیا۔ چنانچہ ہر ہر جگہ پر استقبال کی تیاریاں ہوئیں۔ چنانچہ دیوبند میں اپنے سردار مولانا حسین احمد صاحب مدنی جو محبوب عالم تھے۔ ان کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ ہر ہر گھر میں عید کی سی خوشی دیوبند کا ہر ہر فرد اپنے آقا کی آمد پر بہت سے زیادہ استقبال کی تیاری میں مصروف تھا۔ کراچی تار دئے گئے لاہور میں آدمی متعین تھے۔ کہ فوراً اعلان کردیں۔ مگر کہیں سے کوئی اطلاع نہ آئی سب کو تعجب تھا۔ کہ آقا کی رہائی کی اطلاع تو مل گئی مگر تشریف آوری کی اطلاع کیوں نہیں ملتی۔ شہر دیوبند اسی الجھن میں تھا۔ کہ رات کی تاریکی میں تن تنہا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر تشریف لائے۔ سب حضرات غافل پڑے سو رہے تھے۔ کواڑوں کے کھٹ کھٹانے سے گھر کے کسی بزرگ کی آنکھ کھلی دروازہ پر پہونچ کر دیکھا تو خدا کا محبوب حسین احمد مدنی ہے۔ گھر میں اتنا شور تھا کہ سب لوگ جاگ گئے جس کی آنکھ کھلی۔ وہی آنکھیں ملتا ہوا بھاگا۔ اور اپنے آقا سے جا لپٹا کسی نے قدم بوسی کی۔ کسی نے معانقہ کیا۔ غرض عجیب کیفیت تھی۔ جس کو میں بیان نہیں کرسکتا۔ گر یہ سارا منظر میں نے خود دیکھا۔ خاندان شیخ الہند کا بچہ بچہ جانشین شیخ الہند کا پروانہ تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد حضرت نے اپنے تھکے ہوئے ہونے کا عذر کرکے سب کو سو جانے کا حکم دیا۔ مگر پروانے کسی طرح جدا ہونے پر راضی نہ تھے۔ کہ خاندان کے دوسرے بزرگوں نے کہا۔ کہ حضرت کو آرام کرنے دو۔ کوئی حضرت سے جدا ہونے کو راضی نہ ہوا۔ الحاصل یہ کہ یونہی صبح تک چہل پہل رہی۔ صبح کی نماز کے بعد تو شہر میں شور ہوا۔ تمام شہر کے بڑے بڑے علماء، صلحاء و عوام سے چند منٹ میں مکان بھر گیا۔ اور خاندان شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے لئے پاس تک پہونچنا بھی ناممکن ہوگیا۔ لوگ بہت ناراض تھے۔ کہ حضرت نے اپنی تشریف آوری

کی اطلاع نہیں کی۔ چوری چوری رات میں تنِ تنہا تشریف کیوں لائے۔ اور حضرت انتہائی شفقت بھرے الفاظ میں لوگوں کو سمجھا رہے تھے افسوس ہے مجھے حضرت کی وہ باتیں اب بالکل نہ ملیں۔ لوگوں میں جوش تھا مطالبہ کیا۔ کہ ہم اب جلوس نکالنے کی تیاری کرتے ہیں۔ قریب کے دیہات میں اعلان کراتے ہیں۔ اور آپ کو جلوس میں چلنا پڑے گا۔ حضرت والا نے لوگوں کو منع فرمایا۔ اور کافی دیر تک سمجھاتے رہے لوگ راضی نہیں تھے اور حضرت والا جلوس پر خوش نہ تھے غرض یہ کہ میرے آقا نے ذرا تیز لہجے میں فرمایا کہ جلوس کیسا کیا برطانیہ کو ہم نے شکست دیدی مجھے اپنی رہائی کی کوئی خوشی نہیں بلکہ مجھے اس کا رنج ہے کہ برطانیہ جیتی اور ہم ہارے۔ کہیں شکست خوردہ لوگ بھی جلوس نکالتے ہیں۔ ماتم کرو ماتم وغیرہ وغیرہ۔ ان الفاظ کو لوگ سن کر رنجیدہ اور لاجواب سے ہو کر خاموش ہو گئے۔ اسی طرح سہارنپور، مظفر نگر۔ مراد آباد کے حضرات نے جلوس کی تیاری کی۔ مگر میرے آقا ہر جگہ بلا اطلاع پہونچے۔ کہیں مسجد کی حوض پر کہیں کسی مدرسہ میں۔ تن تنہا بیٹھے لوگوں نے دیکھا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سلطان الانقلاب۔ انکساری تحمل۔ استقامت کے پہاڑ کبھی کسی طرح جلوس نکالنے پر راضی نہ ہوئے اور ہر ہر جگہ مخلصین بے قرار تھے کہ اپنے روحانی تاجدار کا جلوس نکالیں سروں پر بٹھائیں۔ آنکھیں اس کی راہ میں بچھائیں اس پر قربان ہو جائیں۔ مگر سب مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ کہیں چھوٹا یا بڑا جلوس نکالنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اللہ اللہ خدا کا پیارا بندہ کسی طرح اپنی نمائش پر راضی نہ ہوا۔

حضرت شیخ الاسلام زخمی شیر ببر نے کوکناڈا کے خطبۂ صدارت میں دنیا کو للکارا۔

تمہاری نا اتفاقیاں تم سب کو مصائب میں مبتلا کر دینگی۔ اگر تم برطانیہ کے جال میں پھنسے رہے تو تم ہمیشہ ہمیشہ غلام رہوگے۔ تم سب ہندوستان میں ذلیل ہو گئے۔ اور پوری دنیا تم کو ذلیل سمجھے گی۔ حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ فاتحانہ انداز میں ملک بھر میں گھومے اور لوگوں کو خطاب کیا۔ اس وقت شیخ مدنی تنہا اس طرح کے لیڈر تھے۔ وہ مذہب کی تبلیغ۔ مذہبی تعلیم، سیاست میں انگریز کے خلاف سر بکف ملک کا دورہ کر رہے تھے۔ اور پورے

ملک پر تحریک خلافت کی ناکامی کا گہرا اثر تھا۔ ملک کا ہر لیڈر مایوسی سے تھکے ہوئے مسافر کی طرح منزل کو تک رہا تھا۔ مگر حضرت مدنی نے دسمبر ۱۹۲۲ء کو جمعیت العلماء ہند کے اجلاس کی صدارت کوکناڈا میں کی۔ حضرت والا کو جیل سے رہا ہوئے ابھی چند ماہ ہی گذرے تھے۔ ابھی تک قید و بند کے مصائب کا اثر زائل نہ ہوا تھا۔ اور ملک کی تمام تحریکیں ختم ہو چکی تھیں۔ گورنمنٹ برطانیہ پہلے سے زیادہ مضبوط اور سخت ہو چکی تھی۔ دنیا والے برطانیہ سے لرزنے لگے تھے۔ لوگ مختلف طریقوں سے برطانیہ اور عوام کو خوش کرنے کی باتیں کر رہے تھے اکثر لیڈر عوام کے جذبات سے کھیل رہے تھے مگر حضرت شیخ الاسلام نے ثابت کر دیا۔ کہ شیر زخمی ہونے کے بعد ہمت نہیں ہارتا۔ بلکہ شیر ہر ضرب کے بعد پہلے سے زیادہ بہادر اور اپنے حملہ میں پہلے سے زیادہ جری اور دلیر ہو جاتا ہے چنانچہ اس اجلاس کا خطبۂ صدارت پہلے سے زیادہ سخت ہے اور جس جرم پر دو سال کی سزا ہوئی تھی اسی کو پوری قوت سے دہرایا۔ چنانچہ پورے بارہ صفحات میں مظالم برطانیہ کو ظاہر کر دیا۔ تفصیل کے لئے دیکھو حیات شیخ الاسلام صفحہ ۱۱۱

خطبۂ صدارت کوکناڈہ کے اقتباسات

برٹش گورنمنٹ کی ناپاک پالیسی ہندوستانی فوجوں سے اپنی اغراض کے لئے مسلمان قوموں اور ان کے دار و دیار، مال و منال عزت و آبرو پر ہتھیار اٹھواتی ہے ان کو قتل کراتی ہے۔ ان کو ہر طرح پامال کراتی ہے اگر کوئی فوجی اس امر کو حلال جان کر کرے گا۔ تو حسب احکام شریعت کافر ہو جائے گا۔ اگر حرام جانتا ہوا خوف یا طمع دنیاوی کی وجہ سے اس کا مرتکب ہوا ہے تو سخت گناہگار اور فاسق ہوگا۔ وہ استحقاق اس کا رکھتا ہے کہ نہ اس کی توبہ قبول ہو اور نہ اس کو کبھی دوزخ سے نکالا جائے۔ چنانچہ متعدد آیات اور بے شمار حدیثیں اور فقہاء کرام کے اقوال موجود ہیں مگر چونکہ حاجات معاشیہ ہندوستانی مسلمانوں کو مجبور کرتی ہیں۔ کہ وہ فوج میں بھرتی ہو کر ان گناہوں میں مبتلا ہوں۔ اس کے لئے ان کے اور پولیس وغیرہ کے ایمان اور دین کی سلامتی فقط اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہندوستان آزاد ہو ۔۲۔ آیت قرآنی جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں ان سے خدا کے دین

کے لئے جنگ کرو۔ آیت قرآنی۔ جس طرح مشرک قومیں جمع ہو کر تم سے جنگ کرتی ہیں۔ تم بھی جمع ہو کر ان سے جنگ کرو۔ آیت قرآنی۔ تم اپنے سے نزدیک ہونے والے دشمن کافروں سے جنگ کرو اور چاہئے کہ وہ تم میں شدت اور قوت کا احساس کریں۔) ضروری اور فرض ہے۔ کہ بوجہ پالیسی مذکورہ اس گورنمنٹ سے مقابلہ کیا جائے اور ہر ممکن طریقے سے اس کی عزت و شوکت کو کم اور اس کی قوت کو فنا کر دیا جائے اس کے عزم داروں میں گھن لگا کر کھوکھلا کر دیا جائے۔ چونکہ برٹش گورنمنٹ کے جملہ لاف و گزاف اور نخوت و سطوت۔ تعاظم و تکبر۔ قوت و دبدبہ وغیرہ کا مدار ہندوستان کا غلام ہونا ہے۔ اس لئے باعث جبر و نخوت کو توڑ دینا ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہوگا۔ اور یہی اعلیٰ درجہ کی جنگ اس گورنمنٹ کے ساتھ ہوگی۔ یہی بات اس کے گھٹنے لگا دیگی ہندوستان کی مکمل آزادی اور اس کا سوراج انگلستان کا موت کا مرادف ہے دوسرے موقع پر ارشاد ہے۔ اس لئے سب سے بڑا اور اہم واجب اور ضروری فرض یہ ہے کہ ہم نہایت شد و مد سے پورے استقلال و عزم کو کام میں لاتے ہوئے اس ناپاک پالیسی کا مقابلہ کریں خصوصاً جبکہ تمام قانونی کاروائیاں بے سود ثابت ہو چکی ہیں۔ اور نہایت زیادہ لازم ہے کہ گورنمنٹ کو مجبور کرتے ہوئے اس کے پرانے انسانیت سوز۔ نجس روپیہ کو چھڑوائیں۔ اسی کے ساتھ مقابلہ کرنا اپنا حقیقی نصب العین سمجھیں اور جب تک مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو نہ خود چین سے بیٹھیں اور نہ گورنمنٹ برطانیہ کو چین سے بیٹھنے دیں۔ لیکن کیا یہ مقابلہ اور انگریز سے جنگ صرف مقامات مقدسہ کی حفاظت کیلئے کی جائے۔ یا صرف ہندوستانی مسلمانوں کے مفاد کے لئے۔ نہیں پورے ہندوستان کے لئے بلکہ پوری ایشیا کے لئے۔ مغرب کے مقابلہ میں تمام مشرق کے لئے یہ جنگ ہونی چاہئے۔ دنیا اس خطبہ صدارت کو سن کر دنگ ہو گئی۔ اور تمام دنیا جان گئی۔ کہ اللہ والوں کے ارادے ایسے ہوتے ہیں۔

انگریز کے مظالم

۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریز کا دہلی پر مکمل قبضہ ہو گیا۔ اور انتہائی سفاکی سے دہلی میں قتل عام جاری کر دیا گیا۔ مؤلف تبصرۃ التواریخ لکھتا ہے۔ کہ

ستائیس ہزار مسلمان قتل کئے گئے۔ سات دن تک برابر قتل عام جاری رہا داستان ماضی صــــ ازافسانہ غم صــــ ۱۸۵۷ء میں انگریز جیسی دعویدار تمدن وتہذیب قوم نے یہ شرمناک اور انسانیت سوز حرکات جوش میں نہیں ہوش میں کیں۔ غلامی کی لعنت سے متاثر ہو کر نہیں۔ فاتح وقابض ہونے کے بعد کیں۔ جہالت وحماقت سے نہیں۔ بزعم خود دانش مندی وفرزانگی کے ماتحت کیں۔ غفلت و نادانستگی سے نہیں بلکہ قصداً اور دانستہ کیں۔ خصوصیت سے مسلمانوں کے ساتھ جو ذلت آمیز اور جگر خراش برتاؤ کیا۔ وہ بیان سے باہر ہے۔

زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سلواکر گرم تیل کے کڑھاؤ میں ڈلوانا۔

یہ تحریک انقلاب بغاوت ہرگز نہ تھی۔ غدر ہرگز نہ تھا۔ بلکہ حق طلبی تھی۔ ہندوستانی غدار ہرگز نہ تھے۔ بلکہ انگریز غدار تھے جنہوں نے معاہدات کو یکے بعد دیگرے توڑنے اور مظالم شاقہ کا شیوہ بنالیا تھا۔ مسٹر لکی کہتا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی بغاوت حق بجانب کہی جاسکتی ہے تو وہ ہندوستان کے ہندو اور مسلمانوں کی بغاوت تھی (حکومت خود اختیاری ص۳۲) الحاصل اس تحریک انقلاب کے صلہ میں زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سلواکر گرم تیل کے کڑھاؤ میں ڈلوایا گیا۔

مسلمانوں کی لاشوں کو درختوں کی شاخوں پر لٹکانا اور مساجد کی بےحرمتی کرنا۔

فتحپوری کی مسجد سے قلعہ کے دروازے تک درختوں کی شاخوں پر مسلمانوں کی لاشوں کو لٹکایا گیا۔ مساجد کی بےحرمتی کی گئی۔ خصوصًا شاہجہانی جامع مسجد دہلی کے حجروں میں گھوڑوں کا باندھنا۔ عبادت کی جگہ دفاتر قائم کرنا۔ اور حوض میں وضو کے پانی کی جگہ گھوڑوں کی لید ڈالنا ناقابل تلافی اور ناممکن التلافی جرم ہے خود منصف مزاج انگریز بھی اس کی مذمت کئے بغیر نہ رہ سکے (الثورة الہندیہ ص۱۶۱-۱۶۲)

سکھ رجمنٹ سے علی رؤس الاشہاد اغلام کرانا اور کارتوسوں گائے اور سور کی چربی کا استعمال

تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں ہندو اور مسلمان اور علماء سب شریک تھے۔ عام فوجیوں کے متعلق یہ ہے کہ انگریز کی فوج میں ہر مذہب کے سپاہی، اور تنخواہ دار ملازم تھے۔ کارتوسوں میں گائے اور سور کی چربی کا استعمال کیا جانا خود انگریزوں کے اقرار سے ثابت ہے جس سے ان کے جذبات نہایت مجروح ہوئے۔ اور سکھ رجمنٹ سے علی رؤس الاشہاد شرمناک کام یعنی اغلام کرایا گیا (اعاذ اللہ منہ) بحوالہ مذکور۔

شیخ الہند اور انگریز کے کباب

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردان رشید ین کے قلوب میں انگریز کی نفرت اس قدر تھی۔ جس کی مثال شاید ہی ملے۔ یہ جملہ مذکورہ واقعات ان حضرات کے سامنے تھے۔ تو ایک مجلس میں حضرت شیخ الہند سے کسی نے پوچھا۔ کہ حضرت آپ کو انگریز کی کوئی چیز اچھی بھی لگتی ہے تو آپ نے فرمایا۔ ہاں اگر انگریز کے کباب بنائے جائیں۔

شیخ الہند کی راکھ کو انگریز سے نفرت۔ انگریز کا بیان

ایک انگریز نے حضرت شیخ الہند کے متعلق کہا کہ اگر شیخ الہند کو جلا کر راکھ بنا دیا جائے تو بھی اس کی راکھ تک انگریز سے نفرت کرے گی۔

سبحان اللہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

حضرت شیخ الاسلام کا نعرۂ حق سب سے پہلے مکمل آزادی کا بیان

حضرت شیخ الاسلام نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا اعلان دسمبر ۱۹۲۳ء میں کوکناڈہ کے جلسہ کی صدارت میں فرمایا۔ یہ وہ وقت تھا۔ جبکہ بڑے سے بڑا لیڈر موم دل یا زیر سایہ برطانیہ آزادئ ہند کا

ڈرتے ڈرتے اظہار کرتا تھا۔ مگر یہ اللہ کا شیر اللہ کا پیارا مجاہد اعظم ڈنکے کی چوٹ ہندوستان کی مکمل آزادی ہی نہیں۔ بلکہ پورے ایشیا کی مکمل آزادی کا اعلان فرما رہا تھا۔ اور ببانگ دہل مغرب کے مقابلہ پر مشرق کو مکمل آزادی دلانے کا وعظ کہہ رہا تھا۔

۱۹۲۷ء میں سائمن کمیشن آیا حضرت شیخ الاسلام نے سخت مخالفت کی

۱۹۲۷ء میں ہندوستان میں سائمن کمیشن آیا۔ کہ ہندوستان کی دستوری حکومت کے لئے سفارشات کرے۔ مگر حضرت شیخ مدنی نے جگہ جگہ تقریریں فرمائیں اور بتایا۔ کہ دستور حکومت ہندوستان کا بنے۔ اور بنائے انگریز۔ ایسے دستور کو کسی طرح پسند نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے جمعیۃ العلماء ہند نے اس کا خلاف کیا۔ پھر کانگرس اور دوسری جماعتوں نے۔ الحاصل سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کیا گیا۔ سائمن کمیشن ہندوستان سے ناکام واپس لوٹا۔ اس کے بعد ملک میں ایک جماعت بنی۔ اور اس نے فیصلہ کیا۔ کہ ہندوستان کا دستور حکومت ہندوستانیوں کو ہی بنانا چاہئے۔ چنانچہ کانگریس اور دوسری جماعتوں نے مل کر ایک کمیٹی بنائی۔ جس کے صدر موتی لال نہرو بنائے گئے۔ اور یہ نہرو کمیٹی کے نام سے مشہور ہوئی اس کمیٹی نے جو دستور حکومت بنایا۔ وہ نہرو رپورٹ کے نام سے مشہور ہے مگر اس رپورٹ میں بھی ہندوستان کی مکمل آزادی کا تصور نہ تھا۔

نہرو رپورٹ اور شیخ الاسلام کی مخالفت

اس لئے حضرت شیخ الاسلام نے للکار کر فرمایا۔ کہ یہ دستور ناقص اور ناقابل عمل ہے۔ ہم مکمل آزادی کے سوا کسی دستور کو نہیں مانیں گے۔ چنانچہ تمام ملک میں مختلف الخیال لوگوں نے اپنی اپنی رائے کے مطابق قوم کو جگہ جگہ خطاب کیا۔ کسی نے کچھ بھی کہا ہو۔ مگر شیخ الاسلام ان کے رفقا اور خدام کسی طرح اس رپورٹ کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ گورنمنٹ برطانیہ نہرو رپورٹ کے دستور حکومت کو ماننے پر راضی تھی۔ [illegible]

طرح طرح کی دھمکیاں دیتی تھی۔ مگر یہ اللہ والے کسی طرح مکمل آزادی سے کم پر راضی نہ ہوئے

ساردا ایکٹ اور حضرت کی مخالفت

ابھی مذکورہ بالا سیاسی کش مکش چل ہی رہی تھی۔ کہ برطانیہ نے ایک قانون ساردا ایکٹ کے نام سے پاس کیا۔ جس میں نکاح کے لئے عمر کی تحدید کی گئی تھی۔ جس کو شیخ الاسلام نے مذہب میں مداخلت بتایا۔ جمعیۃ علماء ہند میدان میں آئی۔ اور سول نافرمانی کا ریزولیوشن پاس کیا۔ حضرت شیخ الاسلام اور ان کے رفقاء۔ خدام نے اس کے خلاف تقریریں کیں۔ اور خلاف ورزی میں چھوٹے چھوٹے بچوں کے نکاح پڑھائے۔ اور جیل جانے پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ ساردا ایکٹ تھوڑے دنوں میں بے اثر بنا دیا گیا۔ جو اب تک بے اثر ہے۔ ۱۹۲۸ء ہندوستان میں سیاسی دور کا سن ہے ہندو مہا سبھا شفیع لیگ، جناح لیگ، آل پارٹیز، جمعیت علماء، کانگریس اور خدا جانے کتنی جماعتیں میدان میں آئیں اور کیا کیا مطالبے کئے۔ مگر شیخ الہند کے سچے جانشین کو صرف ایک ہی دھن تھی۔ کہ ہندوستان کو مکمل آزادی ملے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام آسام اور تبلیغ دین

حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ چھ سال بنگال اور آسام میں گذارے آسامی دوستوں نے بیان کیا۔ کہ حضرت والا دن بھر سبق پڑھاتے تھے۔ شام کو شاگردوں کو لے کر کبھی تنہا قرب وجوار کے دیہات میں پاپیادہ بغرض تبلیغ سفر فرماتے تھے۔ راستہ بہت خراب۔ ہر طرف پانی ہی پانی ہوتا تھا۔ ننگے پیر پاجامہ اوپر چڑھا کر چلتے تھے۔ راستہ میں چھوٹی چھوٹی ندیاں اور نالے آتے تھے۔ تو حضرت تہہ باندھ کر پار ہوتے تھے۔ مگر کبھی نہ گھبراتے۔ جس موضع میں جاتے تقریر فرماتے تھے۔ بعض بعض جگہ بہت مجمع ہوتا تھا۔ تو کبھی کبھی ایسا بھی دیکھا۔ کہ پانچ چھ نمازیوں کے سوا مسجد میں کوئی نہ آیا۔ مگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ نے تقریر فرمائی اور اس تقریر میں حضرت کو بالکل ناگواری نہ ہوئی۔ تمام آسام والے تعجب کرتے تھے۔ کہ یہ خشکی کے باشندے ہیں۔ اس مرطوب علاقہ میں جہاں مقامی لوگ بھی رات کو نہیں چلتے۔ حضرت بے خوف وخطر توں رات

واپس تشریف لاکر صبح ہی نماز کے بعد سبق پڑھاتے حضرت شیخ مدنی کا یہ مجاہدہ تھا کہ تمام آسام حضرت کی برکت سے تھوڑے ہی زمانہ میں دیندار معلوم ہونے لگا حضرت کی شہرت اسیر مالٹا اور اسیر کراچی۔ جانشین شیخ الہند۔ شیخ الحرم ہونے کی وجہ سے پہلے ہی کچھ کم نہ تھی۔ حضرت کے اس مجاہدہ تبلیغی سرگرمیوں نے تمام آسام کو گرویدہ بنا دیا۔ اور آپ کے ہزاروں مرید اور شاگرد ہو گئے۔ آپ نے بہت سے مکاتب قائم فرمائے۔ اور ان کی ترقی کی انتہائی فکر فرماتے تھے۔ بار بار ان مدارس میں تشریف لے جاتے۔ منتظمین اور مدرسین کو سمجھاتے۔ چندہ کی تحریکیں فرماتے۔ غرض کچھ ہی عرصہ میں سلہٹ کے ضلع میں کافی مدارس ہو گئے۔ مگر حضرت شیخ مدنی کو چین نہ تھا۔ قرار نہ تھا۔ ہر وقت اس فکر میں تھے کہ قوم کو آسمان پر پہنچا دوں۔ رات کو جس جگہ قیام فرماتے تھے۔ ان سے باتیں کرتے۔ اور ان کو اس پر آمادہ کرتے تھے۔ کہ تم مدرسہ کی خدمت کرو۔ اپنے بچوں کو تعلیم دلاؤ۔ خود چندہ دو۔ دوسروں سے دلاؤ غرض تعلیمی مشاغل۔ تدریس۔ سیاسی سرگرمیاں۔ ملک کے دورے۔ انگریزوں کے خلاف دورے انگریزوں کے خلاف تقاریر۔ رات کی فرصت میں خدا کی عبادت۔ غرض کوئی وقت چین اور آرام کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے نہ تھا۔

دارالعلوم دیوبند میں انقلاب اور شیخ مدنی

حضرت شیخ الاسلام سلہٹ میں شیخ الحدیث ہونیکے فرائض انجام دے رہے تھے۔ کہ

دارالعلوم دیوبند میں انقلاب عظیم پیش آیا۔ اور بزرگوں میں اختلاف ہوا۔ یہ اختلاف اتنی سختی پکڑ گیا۔ کہ حضرت مولانا شاہ انورشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیتیں دارالعلوم دیوبند سے نکل گئیں۔ اور طلباء و مدرسین بھی دارالعلوم سے نکلے۔ اندیشہ ہوا۔ کہ دارالعلوم دیوبند کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ ابھی یہ اندیشہ ہی تھا۔ کہ اعلان ہوا۔ کہ ڈابھیل میں فوراً جگہ دی جائے گی۔ ان حالات میں دارالعلوم دیوبند کی بقا مشکل معلوم ہونے لگی۔ اس مصیبت کے وقت میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نائب مہتمم دارالعلوم اور حضرت مولانا حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مہتمم دارالعلوم کی نظر اس مجاہد اعظم شیخ الاسلام حضرت

مولانا سید حسین صاحب مدنی پر پڑی۔ ان حضرات نے شیخ الاسلام کو دیوبند بلا کر انتہائی پریشانی کا اظہار فرمایا۔ اور درخواست کی۔ کہ آپ دارالعلوم میں صدر مدرسی کی جگہ کو سنبھالیں۔ مگر شیخ الاسلام اس جگہ پر بوجہ کسرِ نفسی آنا نہیں چاہتے تھے۔ انکار فرمادیا۔ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دولتکدہ پر تشریف لے آئے۔ مگر ظہر کے بعد تمام بزرگان دارالعلوم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دولتکدہ پر تشریف لائے۔ اور شیخ مدنی کو گھیر کر بیٹھ گئے۔ گفتگو ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلام کی جانب سے انکار اور بزرگان دارالعلوم کی طرف سے اصرار ہوا۔ مگر حضرت شیخ الاسلام راضی نہ ہوئے۔ تو حضرت حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مہتمم دارالعلوم نے فرمایا۔ کہ یہ دارالعلوم بزرگوں کی امانت ہے۔ اس کی خدمت جتنی ہم پر فرض ہے اس سے زاید آپ پر۔ اگر آپ دارالعلوم میں تشریف نہیں لاتے۔ تو ہم بھی دارالعلوم سے دست بردار ہوتے ہیں۔ اب دارالعلوم باقی رہے یا فنا ہو۔ خدا کے سامنے ہم اور آپ برابر کے جواب دہ ہوں گے۔

الحاصل حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ حضرت حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتہائی احترام فرماتے تھے فرمایا کہ میں حکم کی تعمیل کے لئے تو مجبور ہوں۔ مگر حضور یہ فرمادیں کہ میں انگریز کے خلاف حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تجاویز کو پورا کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں۔ اور جب تک زندہ ہوں انگریز کے خلاف کروں گا۔ اور یہاں تک کہ ملک آزاد ہو۔ انگریز گورنمنٹ کا وجود ہندوستان میں باقی نہ رہے۔ اور دارالعلوم کی پالیسی یہ ہے کہ کسی تحریک میں کوئی ملازم حصہ نہ لے اس کے جواب میں حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زبان ہوکر فرمایا۔ کہ آپ دارالعلوم کے تمام قوانین سے مستثنیٰ رہیں گے۔ چنانچہ یہ طے ہوگیا۔ کہ حضرت شیخ الاسلام سیاسی تحریکات میں حسب دلخواہ حصہ لیں گے۔ اور دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے تجویز کی شکل میں پاس کردیا۔ تب حضرت شیخ الاسلام دارالعلوم کی صدر مدرسی کے لئے راضی ہوگئے

سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق سنہ ۱۹۲۷ء میں سلہٹ چھوڑنے پر مجبور کئے گئے۔ جب سلہٹ آسام والوں کو معلوم ہوا۔ کہ شیخ سلہٹ کو خیرباد فرمارہے ہیں۔ تو ان کی طرف سے اصرار۔ کہ آپ کو کسی طرح نہ جانے

دیں گئے۔ سلہٹ والوں کی عقیدت اور محبت نے حضرت شیخ الاسلام کو مجبور کر دیا۔ کہ وعدہ فرمالیں کہ سلہٹ آسام سے میں تعلق اس طرح رکھوں گا۔ کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہمیشہ سلہٹ گذارا کروں گا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل ہمیشہ رہا۔ ہر سال سلہٹ رمضان المبارک گذارتے تھے تقسیم ہند تک برابر یہی عمل رہا۔ اور سلہٹ والے حضرات بھی رمضان المبارک کی آمد کا بڑی بے چینی سے انتظار فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت والا ۲۶-۲۷-۲۸ شعبان کو بخاری شریف ختم کرا کر دیوبند سے روانہ ہوتے تھے۔ راستہ میں عقیدت مند مریدین کی جماعتیں اسٹیشنوں پر پہونچ کر استقبال کرتی تھیں۔ سینکڑوں کا مجمع حضرت کے ساتھ سلہٹ میں قیام کرتا تھا۔ اور عبادت الٰہی کا جشن تمام رمضان رہتا تھا۔ دیوبند میں ۱۹۲۷ء میں صدر مدرس دار العلوم کی حیثیت سے تشریف فرما تھے۔ اور پورے ہندوستان میں سیاسی قیادت فرماتے تھے۔ تبلیغی اور سیاسی جلسوں میں شرکت کے لئے اکثر سفر فرماتے تھے۔ ہر جگہ ہر مجلس اور ہر جلسہ میں فرماتے تھے۔ کہ مکمل آزادی کے بغیر ہندوستانیوں کے مصائب کا حل ناممکن ہے۔ نہرو رپورٹ جو ملک کے دستور کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس کی ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے۔ ۱۹۳۰ء میں کانگریس کا سالانہ اجلاس لاہور میں ہوا۔ فیڈریشن۔ ہوم رول اور دوسرے دستوروں پر کافی بحث ہوئی۔ کانگریس بھی اس پر مجبور ہوئی۔ کہ مکمل آزادی کا ریزولیوشن پاس کرے۔ چنانچہ اسی اجلاس میں مکمل آزادی کی تجویز پاس کر کے آزادی کی جدوجہد کا فیصلہ کیا گیا۔ اس نازک وقت بھی شیخ مدنی کی ذات گرامی تھی جو آگے بڑھی اور تمام مسلمانوں کو للکار کر فرمایا۔ کہ جو جماعت انقلاب لاتی ہے وہی برسر اقتدار آتی ہے مسلمانوں کو اپنے دوسرے بھائیوں سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ اور مسلمانوں کو جنگ آزادی کے لئے کانگریس کی شرکت کا مشورہ دیا۔ چنانچہ جمعیۃ علماء کا سالانہ اجلاس امروہہ ضلع مراد آباد کیا گیا۔ جس میں جنگ آزادی کی شرکت کا فیصلہ کیا گیا۔ اور جمعیت العلماء ہند نے ایک مستقل دائرہ حربیہ قائم کیا۔ ۱۹۳۰ء ۱۹۳۲ء ۱۹۳۳ء تک اس ملک میں جنگ آزادی پورے زوروں سے لڑی گئی۔ جس میں علماء حق اور قوم پرور مسلمانوں نے ناقابل فراموش جانی و مالی قربانیاں پیش کیں حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دن رات انتہائی جانفشانی سے ملک کو

سفر کیا۔ اور جگہ جگہ جلسوں میں تقریر فرماکر اس جدوجہد میں جان ڈالتے رہے۔

شیخ مدنی و مخالفین کے فتاویٰ

یہ وقت کتنا سخت وقت تھا۔ اس کا اندازہ اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ ملک بھر میں تھوڑے سے لوگوں کی ایک جماعت انگریز سے برسرپیکار تھی۔ ملک کی تمام جماعتیں بڑے بڑے لیڈر انگریز کی گود میں نظر آرہے تھے۔ کچھ علماء ان حضرات مجاہدین کو ہندوؤں کا غلام بتا رہے تھے۔ میرے پاس کچھ فتوے کچھ بیانات موجود ہیں۔ جن میں حضرت شیخ مدنی اور ان کے خدام جمعیۃ العلماء کو ہندوؤں کا غلام ملک کے غدار کے نام سے پکارا گیا۔ اس تحریک میں شرکت ناجائز بتائی گئی۔ مگر حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خدام سر پر کفن باندھے میدان میں تھے۔ اور بلا کسی کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ کہ ملک میں پھر کتابیں شائع کی گئیں۔ جس میں یہ بتایا گیا۔ کہ کانگریس چونکہ ہندوؤں کی جماعت ہے اس لئے اس کی شرکت مسلمانوں کے لئے جائز نہیں مگر اس مرد مجاہد سے جب سوال کیا۔ کہ حضرت فلاں نے یوں لکھا۔ تو مسکرا کر فرمایا۔ کہ یہ لوگ تو پہلے سے لکھتے آئے ہیں۔ تم اپنا کام کرو۔ ان کی طرف نہ دیکھو۔

مخالفت کیوں؟

کچھ اصرار کیا۔ تو فرمایا کہ ترک موالات کے زمانہ میں بھی یہ حضرات اسی طرح بہک گئے تھے۔ ان سے یہ امید کہ انگریز کے خلاف کچھ کہہ سکیں۔ غلط ہے۔ خاموش رہ کر مورد الزام نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے اس لئے اپنی جان بچانے کو ایسی باتیں کرتے ہیں۔ ان کو چھوڑو۔ اپنا کام کرو۔ اس وقت اس تحریک کے روح رواں حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے یہ تحریک آزادی یا سول نافرمانی ۱۹۳۱ء میں گاندھی اردن پیکٹ پر ختم ہوئی مگر ۱۹۳۲ء میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی ناکامی پر ۱۹۳۲ء میں پھر شروع ہو گئی۔ اب انگریز گورنمنٹ نے بوکھلا کر آرڈیننس جاری کئے۔ اور کانگریس خلاف قانون جماعت قرار دی گئی۔ کانگریس کے ذمہ داران کی گرفتاریاں عمل میں آنے لگیں۔ کانگریس نے مختلف طریقوں سے سول نافرمانی کو جاری رکھا۔ چنانچہ جمعیت العلماء ہند نے اپنی مجلس عاملہ کو توڑ کر ڈکٹیٹر شپ کا طریقہ اختیار کیا۔

چنانچہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت ڈکٹیٹر جمعیت العلماء ہند نے اعلان فرمایا۔ کہ میں فلاں دن دہلی پہونچ کر جامع مسجد میں تقریر کروں گا۔ اس خبر کو ملک میں کتنی اہمیت تھی۔ اس کا اندازہ آج نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت پورے ملک میں تہلکہ تھا۔ برطانیہ عظمیٰ بھی دہل رہی تھی۔ کہ اب شیخ الاسلام اپنے آپ کو جیل کے لئے پیش کرنے دہلی تشریف لا رہے ہیں۔ یہ بات گورنمنٹ کے لئے انتہائی تکلیف دہ اور پریشان کن اس لئے تھی۔ کہ برطانیہ نے پوری دنیا میں یہ پروپیگنڈہ کیا تھا۔ کہ اس سول نافرمانی میں صرف ہندو ہی ہندو ہیں۔ مسلمانوں کا اس سول نافرمانی سے کوئی تعلق نہیں۔ اب شیخ الاسلام کو گرفتار کریں تو دنیا کہے گی۔ کہ تمام مسلمانان ہند کا نہیں۔ بلکہ شیخ العرب۔ شیخ العجم۔ شیخ الہند گرفتار ہوا۔ انگریز کے جھوٹ کا پول کھل جائے گا۔ الحاصل یہ مرد مجاہد اللہ کا پیارا اپنی گرفتاری کے لئے جمعہ کے دن صبح کی گاڑی سے دیوبند سے روانہ ہوا۔ پروگرام یہ تھا۔ کہ جمعہ کی نماز کے بعد دہلی کی جامع مسجد میں تقریر فرمائیں گے مگر گورنمنٹ نے مظفر نگر اسٹیشن پر آپ کی گاڑی کا محاصرہ کر لیا۔ اور آنجناب کو گرفتار کر کے ریل سے اتار لیا گیا۔ آپ کی گرفتاری کا پہلے سے یقین تھا۔ مگر یہ گمان کسی کو نہ تھا کہ مظفر نگر ہی پر اتار لئے جائیں گے۔ حضرت والا کو بھی یہ گمان تھا۔ کہ دہلی جامع مسجد میں پہونچنے سے پہلے دفتر میں یا شہر دہلی میں گرفتاری عمل میں آئے گی۔ اور تقریر کی نوبت شاید نہ آئے۔ اس لئے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا بیان لکھ کر کسی دوسرے کو دے دیا تھا اور ہدایت فرما دی تھی۔ کہ اگر میں گرفتار کر لیا جاؤں۔ تو یہ بیان دفتر جمعیۃ العلماء دہلی تک پہونچا دینا چنانچہ حضرت کو گرفتار کر کے مظفر نگر جیل پہونچا دیا گیا۔ اور شیخ الاسلام کا بیان جامع مسجد میں سنایا گیا۔

جمعیۃ العلماء کا اختلاف اور شیخ کی راہ نمائی

سنہ ۱۹۲۶ء لغایت ۱۹۳۲ء یہ پانچ چھ سال اسی طرح سیاسی کش مکش اور جنگ آزادی میں گزرے اور حضرت شیخ الاسلام ملک کی قیادت فرماتے رہے۔ سخت سے سخت وقت میں بھی حضرت والا مسکراتے نظر آئے سنہ ۳۲ء سنہ ۳۳ء ملک میں کافی سیاسی دوڑ کے سن ہیں ایک حادثہ جمعیت العلماء ہند کو پیش آیا جمعیت العلماء ہند کا اجلاس مراد آباد میں ہوا۔ بعض بزرگوں نے آئندہ سالانہ اجلاس کی

صدارت کیلئے مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا نام پیش کیا۔ اس پر اختلاف کی وجہ قانونی یہ تھی ۔ کہ جمیت العلماء ہند کا قانون تھا۔ کہ صدر عالم سند یافتہ ہوگا۔ مولانا محمد علی صاحب مرحوم عالم نہیں تھے۔ مگر ان کی خواہش یہ تھی کہ جمیت العلماء کے پلیٹ فارم پر قبضہ کر کے کھویا ہوا اقتدار حاصل کر دیں۔ کچھ علماء میدان میں آئے اور انتہائی بےضابطگی سے آل انڈیا جمعیۃ علماء ہند کی ایک ورکنگ کمیٹی بنا کر سالانہ اجلاس کے لئے مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا نام طے کر دیا۔ یہ وہ وقت تھا۔ کہ لوگوں کو گمان ہوا۔ کہ اب جمیت کی خیر نہیں۔ مگر مجاہد اعظم ملک کے اصلی بہی خواہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے للکارا اور فرمایا۔ کہ یہ بے ضابطگی کسی طرح برداشت نہیں کی جا سکتی۔ انتہائی جرأت اور ہمت سے میدان میں مقابل کھڑے ہو گئے۔ اور جمیت العلماء کو بچا لیا۔ اور طے پایا۔ کہ سالانہ اجلاس امروہہ ضلع مراد آباد میں کیا جائے۔ مقابل بھی کافی بڑے بڑے حضرات تھے۔ ایک جمیت العلماء بنی۔ جس کا نام جمیت العلماء کانپور تھا۔ جمیت علماء ہند کا اجلاس جن تاریخوں میں ہونے والا تھا۔ انہی تاریخوں میں جمیت العلماء کانپور نے بھی امروہہ ضلع مراد آباد میں اپنا اجلاس کیا۔ اور صدارت مولانا محمد علی مرحوم نے کی۔ ایک ہی وقت میں ایک ہی قصبہ امروہہ میں دو اجلاس جمیت العلماء ہند کے نام سے ہوئے۔ مگر ایک اجلاس جس کی رہنمائی حضرت شیخ الاسلام فرما رہے ہیں۔ وہ اجلاس تھا۔ اس میں ملکی اور سیاسی ضروریات پر بحث تھی۔ دوسرا اجلاس سوائے جمیت العلماء ہند اور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو کوسنے کے کچھ نہ تھا یہ شہسوار اعظم اور ان کے خادم ملک کے خادم تھے۔ ان کا اجلاس انتہائی کامیاب ہوا۔ اور تحریکات ۱۹۳۲ء کے اخیر تک چلتی رہیں اور مجاہد اعظم شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دن یا ایک رات بھی آرام نہ ملا۔

شیخ الاسلامؒ اور مسلم لیگ کا اتحاد عمل

۱۹۳۶ء حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو پنجاب سے بذریعہ تار دہلی بلایا گیا۔ کارکنان جمیت العلماء اور مسٹر محمد علی جناح مولانا شوکت علی صاحب مرحوم چودھری نواب اسماعیل علی خاں وغیرہ کی گفتگوئیں پہلے ہو چکی تھیں۔ یہ تمام گفتگو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی گئی۔ یہ اتحاد عمل کا شیدا چونک کر بولا۔ کہ یہ رجعت پسندوں کی ٹولی۔ برطانیہ کے اشاروں پر چلنے والی ٹوڈی ۔ گفتگو کا سلسلہ جاری تھا۔

مسٹر محمد علی جناح اور لیگ کے ہائی کمانڈر نے وعدے کئے۔ مسٹر محمد علی جناح نے خود یہ فرمایا۔ اور یقین دلایا۔ کہ میں رجعت پسندوں اور خود غرض لوگوں سے تنگ آگیا ہوں۔ اگر آپ جیسے قوم پرور حضرات ہمارے ساتھ تعاون فرماویں۔ تو ان ٹوڈیوں کو آہستہ آہستہ میدان میں سے نکالا جا سکتا ہے۔ الحاصل حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ قوم اور ملک کے فدائی نیک دل صرف اس خیال سے کہ اتحاد اچھی بات ہے۔ اب یہ لوگ ہمارے ساتھ لگیں گے۔ ہم ملک کی زیادہ خدمت کر سکیں گے۔ ان لیگیوں کے ساتھ ہو گئے اور ۱۹۳۶ء کے الکشن کی باگ مسٹر جناح کے ہاتھ میں دیدی۔ اس وقت کانگریس اور لیگ کا پورا پورا اشتراک عمل تھا۔ حضرت مجاہد اعظم شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خدام نے لیگ کی حمایت میں پورا ملک چھان ڈالا۔ دن اور رات ایک کر کے لیگی امیدواروں کو کامیاب بنایا مسٹر جناح کو قائد اعظم اور لیگ کو مسلم نمائندہ جماعت کی حیثیت میرے شیخ کے صدقہ میں ملی۔ میرے شیخ نے دن رات ایک کر کے پورے ملک کو ہلا دیا۔ اس سن میں بھی ایک دن یا ایک رات حضرت کو کامل آرام نصیب نہیں ہوا اتنی محنت شاقہ کے بعد لیگ کو کامیاب بنا کر امید تھی۔ کہ اب لیگ ملک اور قوم کی خدمت کرے گی .... ۔

ملک میں فرقہ واریت کا زور

ملک کے حالات ملکی تحریکات تیزی سے ملک کو آزادی کی طرف لے جا رہے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام اور حضرت کی محبوب جماعت جمعیۃ العلماء اور کانگریس انگریز سے برسر پیکار تھیں۔ اور بہت بڑے بڑے لیڈر انگریز کی گود میں پرورش پا رہے تھے حکومت برطانیہ نے اپنے پروردہ لوگوں کو باہر نکالا۔ ہندو ہندوؤں میں مسلمان مسلمانوں میں فرقہ واریت پھیلانے لگے۔ اخبارات اسٹیج والے ہر وقت فرقہ واریت کا علم لئے کھڑے تھے۔ ملک میں پورا ہنگامہ تھا۔ ہندو مسلمانوں میں فرقہ واریت۔ بنیادوں پر جھگڑے باقاعدہ سازشوں کے ماتحت کرائے جا رہے تھے۔ انگریز کے بہی خواہ بہت خوش تھے۔ اور دو قوم کی اور ایک قوم کی بحث چلی۔ ہر ہر لیڈر ہندو مسلمان دو قومیں ہیں۔ ان کی تہذیب الگ۔ ان کا کلچر الگ ۔ مذہب رہن سہن الگ کے نعرے لگا رہا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام کی بروقت تنبیہ اور اعلان حق کی صدا

مگر یہ اللہ کے شیر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ میدان میں نکلے اور پورے ملک والوں کو پکارا۔ اور فرمایا۔ کہ ملک والو! مذہب الگ ہے مگر قوم ایک ہے دو قوموں کا تصور ملک کو تباہ کر دیگا۔ برباد کردے گا۔ یہ غلطی نہ کرو۔ اس غلطی سے انگریز کو فائدہ اور تم کو نقصان ہوگا۔ گر داہ ری قوم۔ تمام قوم ایک زبان ہو کر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کرنے لگی۔ اب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ انتہائی رنجیدہ اور پریشان کہ اس قوم اور ملک کو نقصان سے کیسے بچائیں اس ملک کے باشندوں کو کیسے سمجھائیں۔ خدا کا نام لے کر اٹھے اور پورے ملک کو یہ بتا دیا۔ کہ اللہ والے کی رائے یہ ہے مانو یا نہ مانو۔ ملک کا بھلا اس میں ہے کہ سمجھو یا نہ سمجھو۔ میرٹھ کی ایک تقریر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ ہمارا فرض ہے کہ حق بات لوگوں تک پہنچا دیں۔ یہ ہماری ذمہ داری نہیں کہ لوگ بھی۔ ہماری بات پر عمل کرتے ہیں یا نہیں۔ مسئلہ قومیت کے سلسلے میں بالآخر علامہ اقبال مرحوم نے اخبار احسان میں رجوع فرما کر بحث کو ختم فرمایا۔ اور قائد اعظم نے پاکستان میں اسمبلی کے پہلے اجلاس میں شیخ الاسلام کے نظریے کے مطابق ہی فیصلہ فرمایا۔ انشاء اللہ اس مسئلہ پر ایک مبسوط مقالہ عنقریب شائع ہو جائے گا۔

۳۹ء کی جنگ عظیم اور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا اعلان حق

۳ ستمبر ۱۹۳۹ء کو برطانیہ اور جرمنی کی جنگ باقاعدہ شروع ہو گئی۔ برطانیہ نے اپنے غلام ملک ہندوستان کی طرف سے بھی اعلان جنگ کر دیا۔ اور ہندوستان کے کسی فرد سے مشورہ تک نہ کیا۔ ہمارے شیخ معظم اور ان کی محبوب جماعت جمعیت العلماء نے ۱۶ ستمبر ۳۹ء کو شہر میرٹھ میں مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا۔ ان نیک دل حضرات نے مسلم لیگ۔ احرار، مسلم نیشنلسٹوں اور تمام ملک کی جماعتوں کو دعوت نامے بھیجے۔ تاکہ اس نازک وقت میں تمام اہل الرائے حضرات جمع ہو کر سوچیں۔ کہ

اب اس جنگ میں ہندوستانیوں کو کیا کرنا ہے۔ مگر مسلم لیگ نے شرکت نہ کی۔ جمیعتہ العلماء کے بہادر علماء حق نے صاف صاف کہا۔ کہ اس جنگ سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہم ہرگز برطانیہ کی مدد نہ کریں گے اور نہ ملک کے لوگوں کو کرنی چاہیئے۔

پاکستان اور اس کے متعلق رائے

بزرگو! اس وقت پاکستان کی تحریک زبان زد عوام ہے۔ اگر اس کا مطلب اسلامی حکومت ہے (جس میں تمام احکام اسلامی حدود و قصاص وغیرہ جاری ہوں) مسلم اکثریت والے صوبوں میں قائم کرنا ہے۔ تو ماشاء اللہ نہایت مبارک اسکیم ہے۔ کوئی بھی مسلمان اس میں گفتگو نہیں کر سکتا۔ اور اگر پاکستان کا مقصد انگریزی حکومت کے ماتحت کوئی ایسی حکومت قائم کرنا ہے جس کو مسلم حکومت کا نام دیا جائے تو یہ اور بات ہے۔ یہ برطانیہ کی وہ چال ہے۔ کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔ اور یہی عمل برطانیہ نے ہر جگہ جاری کر رکھا ہے۔ ٹرکی کو اس طرح تقسیم کیا گیا۔ عرب ممالک کو اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹا گیا اور برطانیہ یہی عمل اب ہندوستان میں کرنا چاہتی ہے

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف برطانیہ کا اعلان جنگ

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف گورنمنٹ برطانیہ کا اعلانِ جنگ ہونا لازم تھا۔ برطانیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرنا مصالحہ وقتی کے خلاف سمجھا۔ بلکہ حکومت کی پوری مشین کو حضرت کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لئے حکم دیا گیا۔ پھر کیا تھا۔ پوری مشین پورے ملک کے اخبارات۔ پورے ملک کے خود غرض لیڈران اور ان کے ساتھی۔ پورے ملک کی پولیس اور فوج اور قیادت کی بھوکی قوم میدان میں اتر گئی۔ یہ سزا حکومت برطانیہ کی طرف سے تجویز کی گئی۔ اس میں سیاسی نکتہ تھا۔ وہ یہ کہ حسین احمد مدنی جیسے شیر دل مجاہد کو بار بار مصیبتوں میں مبتلا کر کے سخت سے سخت سزائیں دے کر دیکھ لیا۔ مگر اس شیر دل مجاہد اعظم کے ارادہ اور استقامت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بلکہ ہر مصیبت کے بعد پہلے سے زیادہ بہادر بن کر سامنے آتا ہے۔ اور ملک میں اس کی عزت

بڑھتی جارہی ہے آج ملک کا یہ حال ہوگیا ہے کہ پورا ملک اس حسین احمد مدنی کے پیچھے نظر آتا ہے۔ لہٰذا اسکی شخصیت برطانیہ کے لئے خطرۂ عظیم ہے۔ چنانچہ جیل بھیجنے کے بجائے اس کی شخصیت کو فنا کیا جائے الحاصل پھر پورے ملک کے در و دیوار سے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف نعرے بلند ہونے لگے۔ ہائے اب میرے شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے کتنا سخت وقت تھا۔ کہ جس قوم کی خاطر جس ملک کی وجہ سے جس مذہب کی بقا کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کردیا۔ وہی ملک وہی قوم۔ وہی مذہب اس شہسوار اعظم کی دشمن نظر آنے لگی۔ مگر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کوہ ہمالیہ سے زیادہ مستقل مزاج۔ جونپور سے نکل کر شاہجہان پور کی جامع مسجد میں آکر للکارے اور فرمایا۔ کہ اس وقت برطانیہ اور برطانیہ کے آوردہ اس کوشش میں ہیں۔ کہ ملک کی آزادی میں جس طرح ممکن ہو روڑے اٹکائے جائیں۔ اور سب سے زیادہ آسان طریقہ ہندو مسلمانوں میں جنگ ہے خبردار ہوشیار رہو۔ مگر فرقہ وارانہ جنگ نہ ہونے پائے۔ ایک صاحب نے سوال کیا۔ کہ حضرت آپ فلاں جماعت کے خلاف کیوں ہیں۔ حضرت والا کا جواب میری کسی سے دشمنی نہیں۔ میں اس کی پالیسی کو اس کے لئے پسند نہیں کرتا۔ کہ وہ ہر وقت ہر زمانہ میں برطانیہ کی حمایت کرتی رہی۔ اور اب بھی کر رہی ہے۔ سوال:۔ یہ برطانیہ کی کیا حمایت کر رہی ہے جواب:۔ پہلی جنگِ عظیم میں برطانیہ کی حمایت کی۔ مسلمان سپاہ بھرتی کرائے۔ مالی امداد دی۔ اور ان مسلمان فوجوں نے حجاز مقدس۔ بیت المقدس۔ وغیرہ وغیرہ کو محصور رکھا۔ اور گولہ باری کی۔ اس نے احتجاج تک نہ کیا۔ اب موجودہ جنگ میں انگریزوں کی امداد کر رہی ہیں اور جو اشارہ برطانیہ کا ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ سوال کرنے والے صاحب کچھ اچھے لہجہ سے بات نہیں کر رہے تھے۔ اس لئے بات کو ختم کرا دیا گیا۔

مجاہد اعظم کا اعلان حق اور برطانیہ کی پریشانی

اس کے بعد حضرت والا مسلسل سفر فرماتے رہے اور ہر جگہ پہونچ کر اس نجم قوم کو سمجھاتے تھے دن رات تمام اوقات ملک کے غم میں گذرتا تھا۔ اب حکومت برطانیہ تنگ تھی۔ بالآخر گورنمنٹ برطانیہ کو اپنی معاندانہ وقتی والی پالیسی بدلنی پڑی۔ سر اسٹیفورڈ کرپس

لارڈ ٹلن لتھگو۔ وائسرائے ہند مسٹر چرچل۔ مسٹر ایمری وزیر ہند یہ طے کرنے مجبور ہو گئے۔ کہ ہندوستان کی جدوجہد آزادی کو بزورِ بازو دبا دیا جائے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری مقدمہ۔ اور مقدمہ میں بے انصافی

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو ۲۴ر جون ۱۹۴۲ء کی شب میں حضرت والا پنجاب اتحاد کانفرنس کی شرکت کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ کہ اسٹیشن دیوبند سے اگلے اسٹیشن ٹپرّی پر سب انسپکٹر پولیس حضرت والا کے ڈبہ میں آیا۔ اس چوڑی گورنمنٹ کے ذلیل انسپکٹر نے وارنٹ گرفتاری پیش کر دیا اس مجاہد اعظم نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ شکریہ۔ رات کو سہارنپور حوالات میں رکھا گیا۔ تمام سہارنپور میں تہلکہ مچ گیا۔ لوگ جوق در جوق حضرت والا کی زیارت کے لئے پہونچے۔ ہر ہر مخلص کا تقاضا۔ کہ حضرت کو ضمانت پر رہا کرایا جائے۔ مگر یہ اللہ کے شیر کسی طرح ضمانت کی درخواست پر دستخط کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ رات ہی میں دیوبند اطلاع پہونچ گئی۔ دیوبند سے ہزاروں کا مجمع سہارنپور پہونچا۔ معلوم ہوا۔ کہ حضرت والا کی گرفتاری بجھر ائیوں ضلع مرادآباد کی کسی تقریر پر عمل میں آئی ہے۔ اس لئے مرادآباد لے جایا جائے گا۔ چنانچہ صبح کو مرادآباد کے لئے روانہ کر دیا گیا۔

شیخ الاسلام کے خلاف گواہ

پولس کی انتہائی کوششوں کے باوجود شیخ مدنی کے خلاف ایک بدمعاش چور کے سوا پولیس کو کوئی گواہ نہ ملا۔ جس کا پولیس کئی مرتبہ چالان کر چکی تھی۔

حضرت شیخ الاسلام کے مقدمہ کی پیروی اور گورنمنٹ برطانیہ کی بوکھلاہٹ

حافظ ابراہیم صاحب وزیر حکومت یوپی کی قیادت میں بہت اچھے اچھے وکیل اس مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے بحث کے وقت بڑا مجمع ہوتا تھا۔ دیکھا گیا۔ کہ سری والتوا اسپیشل مجسٹریٹ لاجواب ہوتا تھا۔ مگر

چونکہ یہ گرفتاری کسی طے شدہ اسکیم کے تحت تھی۔ اس لئے مجسٹریٹ صاحب نے حکم سنایا کہ ۱۸ ماہ قید بامشقت اور پانچ سو روپیہ جرمانہ۔ خدام کا رنج اور غصہ میں برا حال تھا۔ اور خدام کے شیخ معظم تبسم فرمارہے تھے۔ خدام اور دفاع کمیٹی کو انتہائی تکلیف تھی۔ کہ ثبوت نہ ہونے کے باوجود شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو اتنی طویل مدت کے لئے قید کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ طے ہوا۔ کہ جس طرح بھی ہو اس وقت حضرت والا کو ضمانت پر رہا کرایا جائے چنانچہ ضمانت کی درخواست لے کر ڈسٹرکٹ جج کے پاس گئے درخواست پیش کی گئی۔ جج صاحب نے درخواست منظور کرلی صرف پانچ پانچ سو کے دو مچلکے طلب کئے۔ مگر جب مجسٹریٹ سری واستو کے سامنے منظور شدہ درخواست لے کر گئے۔ تو مجسٹریٹ صاحب نے حیلے بہانے شروع کر دئے۔ ادھر حضرت والا کے خدام نے اصرار کیا۔ وکیلوں نے قانونی بحث کی تو اٹھ کر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ میگ کے پاس چلے گئے۔ مسٹر میگ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ جو حضرت شیخ الاسلام کی گرفتاری کو اپنی ذاتی بڑی کامیابی سمجھ رہا تھا۔ گھبرایا ہوا جج صاحب کی عدالت میں آیا۔ اور ڈسٹرکٹ جج کو چیلنج کر دیا۔ کہ آپ اگر اس قانون سے ان کو ضمانت پر رہا کرسکتے ہیں تو میں فوراً دفعہ ۱۲۹ ڈیفنس آف انڈیا رول کے ماتحت گرفتار کر دونگا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اس عمل نے تمام خدام کو بے چین کر دیا۔ اور مایوس سب لوگ واپس ہوئے۔ اور ڈسٹرکٹ جج نے انتہائی کمزوری کا ثبوت دیا۔ ضمانت کی منظوری کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

حضرت شیخ الاسلام کے مقدمہ کا فیصلہ اور اس کی اپیل

دفاع کمیٹی نے اپیل دائر کیا۔ مسٹر آصف علی کو دہلی سے بلوایا۔ ۲۹ رجولائی ۴۲ء کو تقریباً تین چار گھنٹے اپیل پر بحث کی۔ جج نے ۱۳ راگست ۴۲ء کی تاریخ فیصلہ کے لئے مقرر کی۔ ابھی فیصلہ کی تاریخ نہیں آئی تھی۔ کہ حکومت برطانیہ کے خلاف ۴۲ء والی تحریک ۹ راگست ۴۲ء کو شروع ہوگئی۔ مرادآباد میں عام گرفتاریاں ہوئیں ۱۱ راگست ۴۲ء کو بازار چوک میں گولی چلی جس سے کچھ ہلاک اور کچھ زخمی ہوئے۔ بلا وجہ ستے ہندو مسلمانوں کو مجروح کیا گیا۔ شہر میں انتہائی بے چینی تھی۔ کہ ۱۳ راگست آگیا۔ حضرت کے مقدمہ کی پیروی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ مگر اپیل

کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سزا صرف چھ ماہ کی رہ گئی۔ مراد آباد جیل میں حضرت کو اس کال کوٹھری میں رکھا گیا جس میں پھانسی والے قیدیوں کو رکھا جاتا ہے۔ اور ستم بالائے ستم کہ اخبار یا کوئی کتاب رکھنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی

حضرت شیخ الاسلام مراد آباد جیل سے نینی جیل الہ آباد کو اور سپرنٹنڈنٹ جیل کی بدتمیزی اور ملک میں احتجاج

حضرت والا ۲۵ جون ۱۹۴۲ء سے ۲۳ جنوری ۱۹۴۳ء تک مراد آباد جیل میں رکھے گئے۔ ۲۴ جنوری ۱۹۴۳ء کو نینی تال الہ آباد کے لئے روانہ کر دیا گیا اور نینی تال جیل میں تقریباً بیس ماہ قید رہے۔ اور تمام برطانیہ کے ستم خوشی خوشی برداشت کرتے رہے۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ پر یکم نومبر ۱۹۴۳ء کو سپرنٹنڈنٹ جیل نے یہ ظلم کیا۔ کہ نماز مغرب کے وقت گستاخانہ حرکت کی صرف اتنی سی بات پر کہ گنتی کے وقت حضرت کو دیر کیوں ہوئی۔ لین میں فوراً تشریف کیوں نہیں لائے۔ چنانچہ دھکا دیا گیا۔ جس سے حضرت کو سخت تکلیف پہونچی۔ پگڑی بھی گر پڑی۔ سپرنٹنڈنٹ کی ذلیل حرکت پر تمام قیدی سیاسی و غیر سیاسی انتہائی مشتعل ہوئے رفتہ رفتہ یہ خبر جیل سے باہر پہونچی کہ پورے ملک میں شور تھا۔ اضطراب تھا۔ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جلسے اور احتجاج ہوئے۔ چنانچہ سپرنٹنڈنٹ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور اس نے حضرت سے معافی مانگی۔ اور حضرت نے جو اللہ کے پیارے بندے تھے انتہائی شفقت کا ثبوت دیا۔ اور معاف کر دیا اب جیل میں کچھ سکون ہوا۔ مگر باہر پورے ملک میں ایجی ٹیشن بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ ۲۶ نومبر ۱۹۴۳ء کو تمام ہندوستان میں احتجاجی جلسے ہوئے۔ بالآخر ۲۷ نومبر ۱۹۴۳ء کو ہندوستان ٹائمز میں گورنر یوپی کا ایک بیان شائع ہوا جس میں حضرت والا کے ساتھ گستاخی کے قصہ کو نقل کرتے ہوئے کہا گیا۔ کہ سپرنٹنڈنٹ جیل نے حضرت والا سے معافی مانگی۔ حضرت نے معاف کر دیا۔ اب حضرت شیخ جیل کے افسران سے مطمئن ہیں۔ مگر حضرت کے غلاموں کے لئے اتنی سی بات اطمینان بخش نہیں ہو سکتی تھی۔ مطالبہ یہ تھا۔ کہ سپرنٹنڈنٹ کو برخاست کر وا سکے خلاف کیس چلاؤ۔ چنانچہ حضرت کے خدام

نے کیس کی تیاری مکمل کرلی۔ لیکن شیخ الاسلام سراپا ایثار سلطان القلوب رحم دل خدا پرست شیخ کا پیغام پہونچا۔ کہ ہم نے سپرنٹنڈنٹ جیل کو معاف کر دیا ہے اب اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے اسوقت خدام۔متوسلین۔معتقدین کی حالت عجیب۔ ایک طرف سپرنٹنڈنٹ پر غصہ۔ قبضہ کی بات ہو تو اس کی بوٹیاں چبا جائیں۔ دوسری طرف شیخ مکرم کا حکم۔ بس تلملا کر رہ گئے۔

ایک خط

مولانا وحید احمد قاسمی نے ایک خط حضرت شیخ السلام کے نام نینی جیل روانہ فرمایا جس میں لکھا تھا۔ کہ جیل کے حکام نے اعلیٰ حضرت دامت برکاتہم کے ساتھ گستاخانہ سلوک کیا۔ تو خدام بے تاب ہو گئے۔ اور کچھ اپنے کرب و بے چینی کا اظہار فرمایا۔ حضرت شیخ الاسلام نے حسب ذیل جواب مرحمت فرمایا۔

محترم المقام زیدت معالیکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والا نامہ باعث عزت افزائی ہوا۔ یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں ؎

عشق میں ان کے کو وہ غم سر لیا جو ہو سو ہو عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

آپ کے اور غلام محمد صاحب کے خط کو پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ آپ کے اس واقعہ کو سن کر والے تعجب ہوا۔ میرے محترم یہ نانے جی کا گھر نہیں ہے جن ہے۔ اور ایک ایسی قوم کا۔ جو سات ہزار میل سے یہاں آئی ہے جس سے نہ مذہبی اتحاد ہے۔ نہ لسانی نہ نسلی۔ نہ معاشرتی۔ نہ قومی۔ نہ وطنی کسی قسم کا اتحاد نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قوم کو ہم سے کسی قسم کی کوئی ہمدردی کس طرح ہوسکتی ہے وہ قوم کسی ہندوستانی کی عزت و وقعت کس طرح پہچان سکتی ہے۔ صرف انسانیت کا اتحاد ہے مگر آج یورپین قومیں آپس میں کونسی انسانیت عمل میں لارہی ہیں۔ جرمن کو روس سے اور روس کو جرمن سے کس قسم کی شکایت ہے۔ ہم ایشائی و ہندوستانی تو ان کی نظر میں نیم وحشی ہیں۔ جو کچھ رعایات وہ کردیتے ہیں صرف اپنی مصلحتوں کی خاطر۔ پھر ایسی قوم سے کوئی امید ایسی ہی ہے جیسی آگ سے پیاس بجھانے کی اور پانی سے جلانے کی۔ بہرحال ہمارا اس میدان میں اترنا اسی نصب العین کی بنا پر ہے دعوات صالحہ اور خدمات لائقہ سے فراموش نہ فرمادیں واقفین اور پرسان حال حضرات کی خدمت میں

سلام مسنون عرض کردیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی نینی جیل سے رہائی

مختصر یہ کہ حضرت شیخ الاسلام ۲۶ راگست ۴۶ءکو بلا شرط رہا کردیئے گئے اس دفعہ حضرت والا دو سال جیل میں رہے۔

رہائی سے پہلے ہی حضور والا کی طبیعت کافی دنوں سے خراب چل رہی تھی۔ بخار۔ نزلہ کی شکایت تھی اور چالیس پونڈ وزن کم ہوگیا تھا جب جناب والا رہا ہوئے۔ تو کافی کمزور تھے۔ ۱۴ ر رمضان المبارک کو آپ دیوبند تشریف لائے۔ دیوبند والوں نے آپ کا بڑا استقبال کیا۔ ابھی ملاقاتوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا۔ کہ فرمایا پرسوں سلہٹ آسام کے لئے روانگی ہے۔ خدام نے عرض کیا کہ حضور والا بہت کمزور ہیں۔ طبیعت بھی اچھی نہیں۔ کچھ آرام فرمادیں اور اس وقت سلہٹ کا سفر ملتوی فرمادیں۔ مگر حضرت والا نے فرمایا۔ کہ سلہٹ والوں سے وعدہ ہے کہ رمضان المبارک سلہٹ ہی میں گذاروں گا۔ الحاصل اس مجاہد اعظم نے کسی کی درخواست کو شرفِ قبولیت نہ بخشا۔ اور ۱۶ ر رمضان المبارک کو سلہٹ کے لئے روانہ ہوگئے۔ اور سلہٹ پہونچ کر حسب معمول مجاہدہ میں مصروف ہوگئے لوگوں کا بیان ہے کہ رات میں صرف دو گھنٹہ آرام فرماتے تھے اللہ اللہ اس مجاہد جلیل کی زندگی میں ایک دن کا آرام نظر نہیں آتا۔ مگر کبھی ہراس، پریشانی، تکلیف کا اظہار کسی نے نہ سنا۔

۳۱ جنوری ۴۵ءکو سہارنپور کے اجلاس میں برطانیہ کو پھر للکارا

ابھی جیل سے رہا ہوئے چند ماہ نہ گذرے تھے۔ علالت اور جیل کی تکالیف کا اثر زائل نہ ہوا تھا۔ کہ یہ دور حاضر کا حسین نے ۳۱ رجنوری ۴۵ءکو مجلس عاملہ جمعیت العلماء ہند کے اجلاس سہارنپور میں پھر للکارا اور کہا۔ کہ مرکزی حکومت میں اگر کسی بل یا تجویز کو مسلم ارکان کی ۲/۳ اکثریت اپنے مذہب یا اپنی

سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب وثقافت پر مخالفانہ اثر انداز قرار دے تو وہ بل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہوسکے گی۔ ایک ایسا سپریم کورٹ قائم کیا جائے جس میں مسلم وغیر مسلم ججوں کی تعداد نکے ارکان کی کمیٹی کرے وغیرہ وغیرہ۔ اب بھی خدام کا اصرار تھا۔ کہ حضرت والا آرام فرماویں۔ بعض بے تکلف حضرات نے اصرار کیا تو کچھ راضی ہوئے۔ مگر اللہ کے اس پیارے بندے کو لوگوں نے آرام نہ کرنے دیا کسی کے لڑکے کی شادی۔ کسی کی لڑکی کی شادی غرض بہت معمولی معمولی باتوں پر حضرت سے درخواست کہ حضرت کے تشریف لانے سے برکت ہوگی۔ غرض یہ شیخ مکرم سراپا اخلاق ایک دو دفعہ انکار فرماتے۔ جب درخواست کنندہ ذرا اپنے رنج یا مایوسی کا اظہار کرتا راضی ہوجاتے اور سفر کرتے تھے۔ معمولی معمولی جلسہ والے آتے اور ہر ہر طرح منع کرنے کے باوجود اصرار کرتے۔ حضرت والا منظوری فرمادیتے الحاصل حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کوئی وقت کوئی دن آرام کا نہ تھا۔ میرا یہ یقین ہے کہ حضرت والا کی اسی سالہ زندگی میں شاید اسی دن بھی مسلسل راحت وآرام کے نہ ملیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ

کا خطبۂ صدارت اجلاس سہارنپور

خطبۂ صدارت اجلاس سہارنپور ۴-۵-۶-۷ مئی میں حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے حکومت برطانیہ پر تنقید کی وہ حیرت انگیز ہے حضرت والا عرصہ تک قید وبند کے مصائب میں مبتلا رہے۔ گویا کہ ملکی سیاسیات اور ملکی حالات سے بالکل ہی بے تعلق تھے۔ قید وبند کے زمانہ کے واقعات کو جس طرح اور جس خوبی کے ساتھ جمع کیا گیا وہ حضرت شیخ الاسلام کی بیدار مغزی کی اعلیٰ دلیل ہے دل چاہتا ہے کہ اس خطبۂ صدارت کے کچھ ٹکڑے لکھ دوں۔

خطبۂ صدارت

محترم حضرات۔ باوجودیکہ انتہائی خود غرض اور بے رحم آقاؤں کی انسانیت کش پالیسی کی وجہ سے تقریباً دو سو سال سے ہندوستان کو (ان کے) ہاتھوں چلتے

جاں بلب اور نیم مردہ ہوچکا تھا۔ جیسا کہ مسٹر میگڈ انلڈ ریمزے۔ ویکننگ آف انڈیا صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں کوئی اس ملک میں دورہ کرے تو سوائے دبلے پتلے ناتواں اجسام کے اور کچھ نہ دیکھے گا جن کی زندگی سراپا محنت محنت محنت مشقت، مشقت مشقت ہے۔ ہندوستان فلاکت زدوں کی بستی ہوکر رہ گئی ہے اور ان غریبوں کی مصیبت اور بھی میرے دل میں گڑ گئی۔ جبکہ میں نے غور کیا۔ اور دیکھا۔ کہ کس طرح ان کی فلاکت اور افلاس کے نمایاں آثار ان کی پرسکون اور پرعظمت خاموشیوں میں مستور ہیں۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ ہندوستان کا افلاس ایک مسئلہ یا کلیہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک امر واقع ہے وغیرہ وغیرہ۔

محترم حضرات! آپ حضرات نے دیکھا۔ کہ ایسے ناتواں اور نیم مردہ جاں بلب ملک کو ان سخت دل بے رحم آقاؤں نے ۱۹۳۹ء کی جنگ عمومی میں بغیر اس کی مرضی کے اور بغیر اس سے پوچھے جنگ میں دھکیل دیا۔ اور پروپیگنڈ کیا۔ کہ ہندوستان ہمارے ساتھ شریک جنگ ہے ہندوستان نے شور مچایا۔ کہ میں خود غلامی کی زنجیروں میں اس طرح جکڑا ہوا ہوں۔ کہ میری جان نکل رہی ہے۔ مجھ کو تو آزادی کی سانس چاہئے۔ مجھ کو کسی کی دشمنی اور دوستی۔ کسی کی لڑائی اور صلح سے کیا غرض ہے میں نہ جرمن کا دشمن یا دوست ہوں۔ نہ امریکہ کا دوست یا دشمن۔ مجھ کو تو صرف ایک چیز کی اور صرف ایک چیز کی سخت تشنگی ہے اور وہ آزادی ہے۔ مگر انگریز درندوں نے ایک نہ سنی اور ہندوستان کی طرف سے اعلان جنگ کر دیا گیا۔ نیشنلسٹ اداروں کانگریس۔ جمعیۃ العلماء وغیرہ نے پروٹیسٹ کیا بسدائے احتجاج بلند کی۔ اپنی کمزوری اور عدم استطاعت اور اپنی ناراضی کا اعلان کیا۔ مگر لارڈ ہیلی فیکس اور دوسرے برطانوی ایجنٹوں نے پروپیگنڈہ کے وہ طومار تصنیف کئے۔ کہ الاماں الحفیظ۔ آرڈی ننسوں کی بوچھاڑ کی گئی۔ روزانہ کئی کئی آرڈی ننس جاری کئے جانے لگے۔ اور اس قدیمی دعوے کو بالکل بھلا دیا گیا۔ آرڈی ننس سے بڑھ کر انگریزیت کے منافی دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ مگر ہندوستان کو بری طرح پامال کیا گیا۔ جنگ کی مخالفت کرنے والوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ جرمانہ کئے گئے۔ مقدمات چلائے گئے۔ ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ پاس کیا گیا۔ اور اس کو اس قدر

وسعت دی گئی۔ کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا باقی نہیں۔ جس پر یہ ایکٹ لاگو نہ ہو سکتا ہو۔ چنانچہ لاکھوں بے قصور غریب اس تیر کا نشانہ بنے۔ ہر ہر بات پر ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کا استعمال ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ہائیکورٹ کے جج چلا اٹھے۔ کہ ڈیفنس رولز نے ہمیں مفلوج بنا دیا۔ آرمی بل پاس کیا گیا۔ جس کی بنا پر آزاد انسانوں کو غلام بنانے والی غیر مسلم حکومت کے لئے خون بہانے سے منع کرنا جرم ہو گیا۔ اور اس کی سزا ایک سال قید مقرر کی گئی۔ ڈاک و تار پر سنسر بٹھا دیا گیا۔ ادنیٰ ادنیٰ شبہوں پر قید و بند اور جرمانوں کی بوچھار کی گئی خطوط کو معدوم کیا گیا۔ ڈاک کو اپنے وقت پر پہونچنے سے روکا گیا۔ غیر ملکی ڈاک تقریباً بند ہو گئی۔ پریس اور اخباروں کی آزادی بالکل چھین لی گئی۔ ان پر مقدمہ چلائے گئے۔ ضمانتیں ضبط کی گئیں۔ جرمانے کئے گئے۔ صرف ان چیزوں کی اشاعت کی اجازت دی گئی۔ جو حکومت کا محکمہ اطلاعات شائع کرے۔ ملوں اور کارخانوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اور ان کو پبلک کی ضروری چیزوں سے روک کر نام نہاد فوجی ضرورتوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ اور ملک کی تمام پیداوار پر کنٹرول کر دیا گیا۔ غلہ کے گوداموں اور دیگر ضروریات کے مخزنوں پر قبضہ کیا گیا۔ اور ان کو من مانے طریقوں اور مقاصد میں خرچ کیا گیا۔ اناج کے کھیتوں پر تیار ہوتے ہی قبضہ کر لیا گیا کاشت کاروں اور زمینداروں کو ان سے محروم کر دیا گیا۔ اور ہندوستان کا غلہ۔ کپڑا و دیگر اشیاء دوسرے ممالک کو روانہ کر دی گئیں۔ ہندوستان میں ہر ہر چیز کا قحط ہو گیا۔ اس کا اثر بنگال میں اتنا سخت ہوا۔ کہ ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خدام کی بے کسی

شہسوار اعظم نے باہر نکل کر دیکھا۔ تو ان کی جماعت کا شیرازہ منتشر تھا۔ ان کے پاس اخبار تھا نہ پریس۔ نہ پروپیگنڈہ کا کوئی اور ذریعہ تھا۔ تقاریر پر پابندی تھی۔ نقل و حرکت پر نگرانی تھی۔ ہر وقت سی آئی ڈی گھیرے ہوئے تھے۔ کاغذ پر کنٹرول تھا۔ حکومت اپنے وفاداروں کو کاغذ دیتی تھی۔ اسٹاک کے خزانے دوسروں کے لئے کھلے تھے۔ یہ حضرات کاغذ کی ضرورت کا اظہار

فرماتے تو جواب ملتا۔ کہ کاغذ کا اسٹاک جنگ کی حمایت کرنے والوں کا حق ہے۔ غرض یہ کہ آزاد خیال حضرات کے لئے کاغذ کا ایک شیٹ بھی ملنا محال تھا۔ الحاصل پروپیگنڈہ کی جو سہولتیں گورنمنٹ اور حامیانِ گورنمنٹ کو حاصل تھیں۔ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا۔ اور برطانیہ نے یہ یقین کر لیا۔ کہ اب ہم نے شیخ الاسلام اور اس آزاد خیال مسلم کو دفنا دیا۔ اب لوگ چوں بھی نہ کر سکیں گے

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا استقلالِ عظیم اور ملک میں غنڈہ گردی

مگر شہسوارِ اعظم نے سہارنپور کے اجلاس میں گورنمنٹ کو یہ بتا دیا۔ کہ ہم زندہ ہیں۔ اور تیری کلائی موڑنے کیلئے زندہ ہیں۔ سہارنپور کے اجلاس کی کامیابی نے انگریز اور انگریز کے خوشہ چین حضرات کو چراغ پا کر دیا اب کیا تھا۔ پورے ملک کے غنڈوں کو منظم کیا گیا۔ تنخواہ پر آوارہ گرد لوگ لگائے گئے۔ اخبارات میں وہ گندگی اچھالی۔ کہ جس کی مثال اس سے پہلے کبھی کسی کے لئے نہیں مل سکتی۔ دیکھو اخبارات کے فائل شہادت کے لئے کافی ہیں۔ اسی اثناء میں لارڈ ویول نے اپنی سکیم پیش کر دی۔ اور شملہ کانفرنس کا کھیل ہندوستانیوں کے سامنے آیا۔ شملہ کانفرنس کی ناکامی ہوئی۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ملک بھر میں غنڈہ گردی

اب ایک طرف تمام اخبارات اپنے اپنے مورچوں سے گولہ باری کر رہے تھے تو ملک کے غنڈے اپنے اپنے ہتھیار لے کر میدان میں تھے۔ قوم پرور مسلمانوں کا ناک میں دم تھا۔ گمنام خطوط جن میں قتل کی دھمکیاں تھیں۔ ان کی ہر طرف سے بارش ہوتی۔ مختصر یہ کہ خطرات کی ایک آندھی تھی۔ کہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پورے ملک میں پھیل گئی۔ مجاہدِ اعظم حضرت شیخ الاسلام دیانت داری کے ساتھ مخالف کی پالیسی کو مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے تھے۔ اس کے خلاف جدوجہد اپنا فرض مذہبی اور ملی جانتے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی سیاسی سربلندی کا تصور تک نہ آیا۔ کبھی اقتدار کی بھوک نہ ہوئی۔ مگر حضرت والا نے ہمیشہ فرمایا۔ کہ میری دلچسپی ملک کی فلاح و بہبود اور ملک کی آزادی سے ہے۔ میں اس وقت

اسی کو جہاد سمجھتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ کہ میں مفاد ملت کی خاطر یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ سیاسیات پر مذہب اور مذہبی حضرات کا اقتدار ہو۔ قانون ساز اسمبلیوں میں وہ لیگ جائیں جو جمعیۃ العلماء ہند کے مینوفسٹو کو تسلیم کرتے ہوں اور اس کی تکمیل کا عہد کریں۔ صرف اسی صورت میں جمعیۃ العلماء ہند اپنے مذہبی مقاصد انجام دے سکتی ہے اور حسب ضرورت شرعی امور کے متعلق قانون مرتب کرا سکتی ہے۔ صرف اسی ضرورت نے جمعیۃ العلماء ہند کو الکشن میں حصہ لینے پر مجبور کیا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۶ء کے الکشن میں

الحاصل شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور انکی محبوب جماعت جمعیت العلماء ہند سینہ سپر ہو کر میدان میں کود پڑی۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ حضرت شیخ الاسلام کی ہی عالی ہمتی۔ اور اولو العزمی تھی۔ جرأت اور پامردی تھی۔ کہ آزاد خیال مسلمان خدام یا جمعیت العلماء ہند کے اندر اس بھیانک دور میں یہ ہمت ہوئی۔ مختصر یہ کہ آزاد مسلم پارلیمنٹری بورڈ بنا جس کا صدر شیخ الاسلام۔ مجاہد اعظم۔ صداقت کیش۔ جفاکیش۔ سرگرم عمل مخلص کو بنایا گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کافی انکار فرمایا۔ مگر انتہائی اصرار ہوا۔ حضرت نے ناچار منظور فرمالیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس جانفشانی سے اپنا مذہبی۔ ملی۔ ملکی فرض انجام دیا اس پیرانہ سالی میں صرف آپ کا ہی حصہ تھا۔ حضرت والا نے دن رات سفر کر کے جگہ جگہ خود بنفس نفیس پہونچ کر لوگوں کو بتایا۔ کہ حق یہ ہے اور باطل یہ۔ اس پر بس نہیں بلکہ بہت سے رسائل لکھے۔ جس میں گراں قدر معلومات کا خزانہ ہے جس کو کارکنان پارلیمنٹری بورڈ۔ خدام جمعیت العلماء ہند دلائل کا ذخیرہ سمجھ کر ہر جگہ استعمال کیا۔ مقابل حضرات نے جو کچھ لکھا۔ وہ صرف جذبات تھے۔ اب مرد مجاہد میدان میں تھے۔ اور طوفان عظیم سامنے تھا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کے ارادے

ملک کی غنڈہ پارٹی حضرت والا کی جان لینا چاہتی تھی۔ چنانچہ سید پور بھاگل پور۔ سلہٹ۔ آسام۔ بنگال

پنجاب میں جو کچھ ہوا۔ سب نے دیکھا جب کبھی خدام نے عرض کیا۔ کہ حضرت اسفار میں تن تنہا نہ جایا کریں خطرہ ہے تو فرمایا۔ کہ (اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا) اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ میں تنہا نہیں ہوں محمد طیب صاحب کا مکتوب مطبوعہ میرے سامنے ہے مولانا کفیل صاحب کا بیان میں نے پڑھا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو جو شرارتیں اور مظالم کئے گئے۔ وہ میں تحریر بھی نہیں کر سکتا۔ میرا دل رو رہا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جیسی فنا فی الاسلام ہستی کے ساتھ مسلمانوں کا یہ سلوک اور حکومت وقت روکنے کے بجائے پشت پناہی کر رہی تھی۔ مگر حکومت کا کوئی شکوہ یوں نہیں کہ حضرت والا حکومت کے خلاف۔ حکومت حضرت والا کی دشمن۔ افسوس اپنوں کا ہے

خدا اور رسول کے راستہ میں جو بھی توہین کیجائے میرے لئے عین عزت ہے

یہ حالات دیکھ کر خدام نے عرض کیا کہ حضرت والا کم از کم الکشن تک سفر نہ فرماویں۔ کیونکہ ان کی اشتعال انگیزی انتہا پر ہے۔ خطرہ ہے کہ مخالفین حضور کی جان لینے کے درپے ہیں حضرت کو بہت زیادہ اذیتیں دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس لئے عزت اور جان کا خطرہ ہے اس فنا فی الاسلام نے انتہائی متانت سے فرمایا۔ کہ بھائی تم کہتے ہو اس میں بڑی اذیتیں اور تکالیف ہیں۔ لیکن یہ اذیتیں و مصائب جو دیجاتی ہیں یا اٹھانی پڑتی ہیں۔ میرے لئے عین راحت ہیں۔ باقی رہا۔ عزت تو خدا اور رسول کے راستہ میں جو بھی توہین کی جائے یا اذیت دیجائے میرے لئے عین عزت ہے اگر حق گوئی کی پاداش میں ہماری توہین کیجاتی ہے۔ تو میں اس کو ذلت نہیں۔ عزت تصور کرتا ہوں۔ باقی رہا مرنا۔ تو مرنا ایک ہی دفعہ ہے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جس وقت اور جس طرح مقدر کر دیا ہے وہ بالکل اٹل ہے اور میں اس پر بالکل راضی ہوں جمعیت مرکزیہ نے جب یہ فیصلہ کر دیا۔ مجھے پارلیمنٹری بورڈ کا صدر بنا دیا تو میں قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔ میں جمعیۃ علماء کا ایک معمولی حقیر خادم ہوں۔ اطاعت ضروری ہے۔ سب حضرات اور خدام یہ جواب سن کر ششدر رہ گئے۔ حضرت کی حقانیت۔ عزم۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور للٰہیت پر حیران تھے

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا استقلال

حضرت والا دن بھر تقریریں فرماتے۔ دن رات

سفر میں رہتے۔ مخالفوں کی ہنگامہ آرائیوں کا مقابلہ سکوت وسکون عدم تشدد سے فرماتے۔ ہر ہر جگہ اصلاح۔ وعظ۔ تقویٰ کی تلقین۔ مریدوں کی روحانی تعلیمات بیعت۔ ارشاد۔ تبلیغ۔ ہر حرکت و سکون پر کمال اتباع سنت۔ مخالفوں کی گالی و دشنام پر۔ توہین پر۔ گھبراہٹ کا نام ونشان نہیں وہی بشاشت وہی خندہ پیشانی سے باتیں اور چہرہ پر مسکراہٹ۔ یہ فنا فی الاسلام شیخ الاسلام۔ مرد مومن پورے ملک میں شیر ببر کی طرح گرجا اور معمولات تک میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ ٹھیک وقت پر نماز باجماعت انتہائی پابندی سے ہر جگہ تہجد۔ مراقبہ۔ رات رات بھر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنا۔ اور حیران کن شب بیداری۔ یہ تمام امور ہر انسان کو حیرانی میں ڈالنے والے ہیں۔ ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہے کہ حضرت والا انسان تھے یا انسان سے بالا کوئی ہستی۔ کہیں چائے نہ ملی۔ کہیں روٹی نہیں ملی تیل کا سالن ملا۔ مگر کچھ پرواہ نہ کی۔ جو کچھ سامنے آگیا خوش ہو کر کھایا۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ کبھی نہیں ملا بھوکے ہیں مجال کیا کہ پتہ چل جلئے سا اللہ اللہ ایسی ہستی کو اسلام کا دشمن، مسلمانوں کا دشمن، ملک کا دشمن۔ غدار قوم کا خطاب۔ ہندوؤں کا ایجنٹ کہا گیا۔ مگر حضرت شیخ الاسلام کا صبر اور دشمنان دین کے مظالم جس صاحب دل نے شیخ الاسلام کی اس بے کسی کو دیکھا۔ وہ خون کے آنسو بہانے پر مجبور ہوا۔ مگر اللہ اللہ شیخ الاسلام کی استقامت۔ کبھی پیشانی پر بل نہ آیا۔ مسکراہٹ جو حضرت کی عادت تھی اس میں کوئی فرق کبھی نہ آیا۔ مختصر یہ کہ حضرت والا نے ایک دن آرام نہ فرمایا۔ مسلسل دورے فرماتے رہے الکشن جس شان کا لڑا۔ وہ سب ہی جانتے ہیں۔ مارنے والوں نے حضرت شیخ الاسلام کو مارنے کا ارادہ کیا اور بچانے والے نے اپنے پیارے حسین احمد کو بچا لیا۔ اس طرح کی غنڈہ گردی میں الکشن کا ہونا ناممکن تھا۔ مگر یہ ناممکن ممکن ہوگیا۔ اور الکشن میں تنہا حضرت والا کی ذات گرامی نے چالیس فیصد ووٹ حاصل کئے۔ اور مجموعی حیثیت سے صوبائی اسمبلیوں ۱۶ فیصدی نشستیں جمعیۃ العلماء ہند کو حاصل ہوئیں۔ ہندوستان کی سیاست میں جمعیۃ العلماء ہند نے ایک آئینی حیثیت حاصل کرلی

وزارتی مشن اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

ابھی صوبجاتی اسمبلیوں کے انتخابات پورے ہندوستان میں مکمل نہ ہوئے تھے

کہ وزارتی مشن لندن سے ہندوستان پہونچا۔ ہندوستانی کی مختلف پارٹیوں کو ملاقات کی دعوت دی۔ ہمارے شیخ الاسلام شہسوار اعظم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب کو بھی ملاقات کی دعوت دی گئی چنانچہ ۱۶ اپریل ۱۹۴۶ء کو ۴ بجے شام کے حضرت والا۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب۔ خواجہ عبدالمجید صاحب شیخ حسام الدین صاحب شیخ ظہیر الدین صاحب وزارتی مشن سے ملے۔ اور جمعیتہ علماء کا فارمولا پیش کیا۔ وزارتی مشن نے اس فارمولے کو اتنا پسند کیا۔ کہ ۱۶ مئی کو وزارتی مشن نے جو سفارشات پیش کیں۔ وہ جمعیتہ العلماء کے فارمولے کی تقریباً مؤید تھیں۔ ہندوستان اور لندن کے سیاست دان متعجب تھے۔ کہ بوریا نشین ملا جو انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتے۔ جن کے متعلق عام پروپیگنڈہ ہے۔ کہ مولوی سیاست کیا جانیں۔ مگر مولویوں کا فارمولا ہندوستان کی مشکلات کا صحیح حل ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کا وزارتی مشن سے ملنا فارمولا پیش کرنا اور فارمولے کی پسندیدگی نے مسٹروں کو۔ مخالفین کو بے چین کر دیا۔ مگر کوئی معقول فارمولہ نہ پیش کیا گیا ملک نے تالیاں بجائیں۔ سمجھدار لوگوں نے مطالبہ کیا۔ کہ لیگ بھی کوئی فارمولہ پیش کرے۔

دہلی میں مسلم لیگ کنونشن

چنانچہ مسٹر محمد علی جناح کی دعوت پر شان و شوکت کے ساتھ دہلی میں کنونشن بلایا گیا۔ بہت بڑا پنڈال بنایا گیا۔ کافی پروپیگنڈہ کیا گیا۔ جب جلسہ کا وقت آیا۔ تو مسٹر محمد علی جناح کو پنڈال میں جلوس کی شکل میں لایا گیا۔ مسٹر محمد علی جناح جب پنڈال کے اندر داخل ہوئے تو شہنشاہِ پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے گئے اور رضا کاروں نے سلامی پیش کی۔ اس اجلاس میں سر فیروز خاں نون نے تقریر کی۔ مسٹر جناح اور دوسرے حضرات بھی بولے۔ مگر فارمولہ یہ تھا۔ کہ ہندوستان کے مشرق میں بنگال۔ آسام۔ شمال مغرب میں پنجاب سرحد سندھ۔ جہاں مسلمانوں کی بھاری اکثریت ہے۔ ایک آزاد خود مختار ریاست کی بنیاد ڈالی جائے۔ اور پاکستان کے قیام کی فوری گارنٹی دی جائے۔ مگر افسوس اس اجلاس نے نہ وزارتی مشن کے سامنے کوئی روشنی پیش کی۔ اور نہ ان سنجیدہ مسلمانوں کو جو ہندو۔ ہندوستان کے باشندے ہیں۔ یہ بات ایسی تھی۔ کہ نظر انداز کی جا سکتی۔ چنانچہ اس قسم کے سوالات لیگ کے لیڈران سے بار بار کئے گئے

کہ مسلم اقلیت کے صوبوں میں مسلم کا کیا ہوگا۔ تو مسٹر محمد علی صاحب جناح نے ایک نمائندہ پریس کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ان کے لئے تین صورتیں ہیں ۱۔ غریب الوطن غیر ملکی کی طرح سے زندگی بسر کریں۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ ہندو ذہنیت اختیار کرلیں۔ یعنی ہندو مذہب۔ تیسری صورت یہ ہے کہ آپ ترک کریں۔ پاکستان تشریف لائیں۔ میں آپ کا استقبال کروں گا۔ مذکورہ بالا واقعات نے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو انتہائی بے چین کر رکھا تھا۔ آپ اکثر مغموم اور متفکر رہتے۔

ملکی تقسیم کا سوال اور ۱۹۴۷ء کا سیاسی بحران

۱۹۴۷ء میں سیاسی بحثیں کتنی ہوئیں وہ طویل داستان ہے۔ گورنمنٹ کے بیانات عہدے داروں کا بدلنا پالیسی کا ردو بدل۔ لیگ کی تجاویز کانگریس کے ریزولیوشن۔ جمعیۃ العلماء کی تجویز۔ قوم پرور مسلمانوں کے بیانات۔ غرض ملک میں عام بے چینی تھی۔ برطانیہ کو یقین ہوگیا تھا۔ کہ اب ہندوستان کو آزادی دئے بغیر چارہ نہیں۔ مگر برطانیہ ہندوستان چھوڑنے سے پہلے ہندوستان کو کوہ آتش فشاں بنا چکا تھا۔ اور ملک کی تقسیم کا اعلان کر دیا۔ ملک کی تقسیم اس طرح پر ہورہی تھی۔ کہ جس صوبہ میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں پاکستان بنے گا۔ اور جہاں ہندو اکثریت ہے وہاں ہندوستان۔ مگر فوراً صوبہ جات کی تقسیم کا سوال برطانیہ بہادر نے اٹھایا۔ جس سے ملک میں ایک نئی پریشانی پھیلی۔ اور پاکستان کی کمر بالکل ٹوٹ گئی۔ لیگ ایسے پاکستان سے انکار نہ کرسکی اور صوبہ جات کی تقسیم پر راضی ہوگئی۔ چنانچہ بنگال۔ آسام۔ پنجاب کے ٹکڑے کرکے کچھ پاکستان کو کچھ ہندوستان کو دے دئے گئے۔ سو برس کی مسلسل جدو جہد اور قربانیوں کا نتیجہ آزادی آج ہمارے سامنے تھا۔ مگر دوسری طرف وہ تمام حضرات جو برطانیہ کے پروردہ اور صاحب اقتدار تھے ان کو یقین تھا۔ کہ برطانیہ کے ساتھ ساتھ ہمارا اقتدار بھی دفن ہورہا ہے۔ یہ سب میدان میں پوری طاقت سے آئے اور ملک میں ایسی فضا پیدا کردی۔ کہ ملک میں آزادی کا تصور تک باقی نہ رہے مگر جو بات مقرر ہوچکی تھی۔ یعنی ملک کی آزادی۔ وہ سامنے آکر رہی۔ چنانچہ ۳؍ جون ۱۹۴۷ء کو ملک کی

تقسیم کا اعلان کیا گیا۔ مسٹر محمد علی جناح یا لیگ کو وہ پاکستان دے دیا گیا۔ جو ۱۹۴۴ء میں مسٹر راجگوپال اچاریہ خود پیش کر رہے تھے۔ جس کو نامنظور کر دیا گیا تھا۔ افسوس ۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۷ء تک لاکھوں انسانوں کا مال و جان تباہ اور برباد ہوا۔

مسٹر جینکلس خفیہ پولیس کمشنر صوبہ پنجاب کا خط!

چنانچہ ابھی کچھ ہی دن گذرے تھے کہ پنجاب خفیہ پولیس کے کمشنر مسٹر جینکلس نے برطانیہ کے خفیہ پولیس افسر اعلیٰ کو ایک خفیہ خط لکھا جو ۲ اگست ۱۹۴۷ء کو کسی صورت سے یہ خط لندن میں پکڑا گیا۔ اور متعدد اخبارات میں شائع ہوا مسٹر جینکلس کے خط کا مضمون یہ تھا۔ کہ امید بھی ہے کہ حد بندی کمیشن کے فیصلہ سے مسلمانوں میں بے چینی بڑھ جائے گی۔ اگر ایسا ہوا۔ تو میرے خیال میں مسلمان برطانیہ کے زیر سایہ رہنا پسند کریں گے۔

ملک کی آزادی یا خونی داستان

مختصر یہ کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء آگیا۔ پاکستان میں کروڑوں انسان جشن آزادی میں مشغول تھے تو ہندوستان میں بھی کروڑوں ہندو مسلمان جشن آزادی منا رہے تھے۔ لیکن ۱۵ اگست کی صبح کو جو آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔ تو ہزاروں لاوارث لاشوں۔ ستم رسیدہ عورتوں اور یتیم بچوں۔ بیواؤں کو خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا۔ ابھی پندرہ اگست کی شام نہیں ہوئی تھی۔ کہ زخمیوں مقتولین کا شمار کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اب آپ شیخ معظم۔ مبصر اعظم کی مرادآباد والی تقریر یاد کیجئے۔ میں نے سمجھا۔ کہ فسادات کی ظاہری حیثیت فرقہ وارانہ ہے۔ مگر اندر جو چور ہے۔ وہ برطانیہ ہے انقلاب کے دشمن۔ ملوکیت پرست۔ سنگ دل۔ ظالم۔ ٹوڈی برطانیہ کے ساتھ ہیں۔ اور فرقہ پرستی کے پردے میں کام کر رہے ہیں۔ ابھی کچھ زیادہ وقت نہیں گذرا تھا۔ کہ حقیقت سامنے آنے لگی۔ لائل پور میں جو کچھ ہوا۔ اس کا تنہا ذمہ دار کرنل فینچ ہے۔ راولپنڈی کے فسادات مسٹر سی ایل کوٹس۔ ڈپٹی کمشنر اور ہوم سیکریٹری مسٹر میکڈانلڈ پر ہے۔ لاہور کی تباہی کا ذمہ دار تنہا مسٹر جینکلس ہے۔

ستمبر ۱۹۴۷ء فسادات کا شباب کا مہینہ ہے۔ دہلی۔ پنجاب۔ بنگال یوپی ہر ہر جگہ پر فسادات

کی ذمہ داری انگریز یا انگریز کے خاص خاص ٹوڈیوں پر ہیں۔ بہت سے شواہد سامنے ہیں۔ مگر میں مختصر کرتا ہوں۔ اب یہ بات سب کو معلوم ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمان کا کیا حال ہوا۔ اور پاکستان میں ہندو اور سکھ پر کیا گذری۔

انقلاب کے امام انقلاب کے بعد

مگر بتانا یہ ہے۔ کہ اس شیخ مکرم فنا فی الاسلام۔ فنا فی القوم پر کیا گذری۔ اس شیخ الاسلام پر رنج کا پہاڑ گرا۔ ایسا صدمہ پہنچا۔ کہ مسکراہٹ جاتی رہی۔ کمر ٹوٹ گئی۔ گھٹنوں میں درد رہنے لگا۔ ہر وقت ٹھنڈے ٹھنڈے سانس لیتے تھے۔ اور بے قرار تھے۔ کہ کسی طرح ظالموں کا پنجہ مروڑ دیں۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود ہراس نہ تھے۔ مایوسی نہ تھی۔ چنانچہ ملک کے سفر کئے ہر مشکل سے مشکل مقام پر پہونچ کر قوم کو سمجھایا۔ خدام کو آمادہ کیا۔ اور گھروں سے نکال نکال کر موقع بموقع خدام کو لگا کر ستم رسیدہ انسانوں کی مدد کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس مجاہد اعظم کی پیرانہ سالی اور یہ سخت سے سخت مشقت دیکھ کر شاگرد۔ مرید۔ متوسلین۔ معتقدین سب ہی میدان میں آئے اور سروں کو کفن باندھ باندھ کر حسب حیثیت سب نے ملک کے امن کی بحالی کی فکر کی۔ اور الحمدللہ بڑی حد تک کامیابی ہوئی۔ ہندوستان کا بسنے والا بڑے سے بڑا تیگی۔ بڑے سے بڑا دہریہ پکار اٹھا کہ شیخ الاسلام اور اس کی محبوب جماعت جمعیت نے ملک کو اس آگ سے بچالیا۔ ورنہ ملک جل کر خاک ہو چکا تھا

حضرت شیخ الاسلام کی دیوبند جامع مسجد کی تقریر کے کچھ نوٹ

میرے بھائیو! اور بزرگو! ۱۵ ار اگست ۴۷ء کے بعد سے ہم بہت بڑی حد تک غیر ملکی غلامی کے جوئے سے آزاد ہو چکے ہیں۔ اپنے دیس کی ترقی اور عام لوگوں کی بھلائی اور خوش حالی کے لئے کام کرنے کی آزادی ہم کو حاصل ہو گئی ہے۔ اب ہمارا ملک بھی آزاد ہے۔ مرکز اور صوبوں میں آزاد حکومتیں قائم ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ابھی ہم کو مکمل آزادی حاصل نہیں ہوئی۔ انگریزی سیاست بھی ہمارے اندر کام کر رہی ہے حکومت برطانیہ کی پرانی مشین اسی طرح موجود ہے۔ بڑے بڑے راجہ، نواب، جاگیر دار اور سرمایہ دار

اب بھی ہمارے اندر فساد اور انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ جب تک یہ عناصر ہماری اجتماعی اور سیاسی زندگی میں دخیل ہیں۔ اس وقت تک یہ سمجھنا۔ کہ ہم کو مکمل آزادی حاصل ہوگئی ہے بالکل غلط ہے، انگریزی ایجنٹوں۔ پرانی حکومت کے کارندوں۔ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی ریشہ دوانیوں نے ہمارے ملک کو فساد اور قتل و غارت گری کے جہنم میں جھونک دیا ہے اور اس ملک کے بسنے والوں کی پرامن زندگی کو تباہ کر کے ان کو حقیقی آزادی کی نعمت اور اس کی برکتوں سے محروم کر دیا ہے۔ ان کی سازشوں کے سامنے حکومتیں مفلوج اور ملک کے حقیقی خیر خواہ بے بس ہو گئے ہیں

حضرت مجاہد اعظم نے بہت جوش کے ساتھ فرمایا۔ کہ اب یہ تمہاری ہی طاقت ہے جو ان فسادیوں پر فتح پا سکتی ہے۔ اگر تم حالات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لو۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے فسادیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ تو تم اپنے وطن اور عوام کے امن کو تباہی کے اس جہنم سے نکال سکتے ہو۔ عوام کی طاقت ان کی سازشوں کو ملیا میٹ کر سکتی ہے۔

مذہب کے نام پر غنڈہ گردی

مذہب کے نام پر درندگی سب سے زیادہ شرم ناک بات یہ ہے کہ جو کچھ کیا گیا۔ دھرم مذہب کے نام پر کیا گیا۔ حالانکہ جو کچھ کیا گیا ہے اس کو مذہب اور انسانیت سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ دنیا کے پردے پر وہ کونسا مذہب ہے جس نے اس وحشت و بربریت کی تعلیم دی ہو۔ انسانیت اور اخلاق کا کونسا وہ ضابطہ ہے جس نے اس حیوانیت اور درندگی کو جائز قرار دیا ہو اگر ایسا کوئی مذہب ہے۔ جو ضعیف بوڑھوں۔ معصوم بچوں بے گناہ عورتوں اور مریضوں کے اس بزدلانہ اور ظالمانہ قتل کی اجازت دیتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں وہ مذہب نہیں۔ لعنت ہے۔ اس لعنت کو جلد سے جلد مٹا دینا چاہئے۔

اسلام کی براءت

اسلام کی براءت دوسرے مذاہب کے متعلق میں کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ میرا خیال ہے کہ کسی مذہب نے بھی اس وحشت اور بربریت کو پسند نہیں کیا۔ لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے۔ میں صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں

کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس درندگی کو برداشت نہیں کرتا۔ اسلام محبت۔ رحمت۔ امن اور سلامتی کا پیغام ہے۔ ایمان اور فسادات ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتے۔ اللہ اس پر رحم نہیں فرماتے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے۔ زمین والوں پر تم رحم کرو۔ آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ حضرت اور تمام حاضرین پر ایک خاص کیفیت تھی۔ حضرت والا نے بڑے جوش اور درد بھرے الفاظ میں فرمایا۔ کہ دشمنوں کے ساتھ جنگ کی صورت میں بھی اسلام نے عورتوں۔ بچوں اور ضعیفوں کے قتل کی اجازت نہیں دی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو رخصت کرتے ہوئے ہدایت فرمائی تھی کہ نہ مریل بوڑھوں کو قتل کرنا اور نہ چھوٹے بچوں کو اور نہ عورتوں کو۔ ظلم کے جواب میں بھی آپ نے ظلم نہیں پسند فرمایا۔ تلون مزاج بن کر یہ نہ کہو۔ کہ اگر لوگوں نے بھلائی کی۔ تو ہم بھی بھلائی کریں گے۔ اگر انہوں نے ظلم کیا تو ہم بھی ظلم کریں گے۔ بلکہ اپنے آپ کو اس عزم پر مستقل رکھو۔ کہ لوگ بھلائی کریں تو بھلائی کرو اگر برائی کریں تو تم ظلم ہرگز مت کرو۔

مولانا مدنی اخلاق کے آئینے میں

میں سب کو معاف کر چکا ہوں میرے بھائی۔ میرے ساتھ جس کسی نے جو کچھ کیا ہے یا کوئی کرے گا۔ میں سب کو معاف کر چکا ہوں۔ آپ میری وجہ سے کسی کو برا نہ کہیں۔ نہ کسی کے لئے بد دعا کریں۔ (سبحان اللہ)

لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى ۔ حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائپوری کو ایک شخص کو ملا اور رو کر بتایا۔ کہ شیخ مدنی پر مشرقی پنجاب کے ایک ریلوے سٹیشن پر مخالفین کے ایک مجمع نے آپ پر سنگ باری کی۔ ان میں سے ایک میں بھی تھا۔ تشفی غیظ کے لئے میں شیخ مدنی کے سامنے ناچا تھا۔ کچھ عرصہ بعد جب پنجاب میں ہولناک فسادات ہوئے۔ سکھوں نے اس کے ساتھ یہ طریقہ برتا۔ کہ اسے ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اور گھر کی بہو بیٹیوں کو اس پر مجبور کیا گیا۔ کہ وہ برہنہ ہو کر اس کے اور مجمع کے سامنے ناچیں۔ اس نے کہا کہ اس وقت میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا۔ کہ آج کا یہ ناچ

اس برہنہ ناچ کا قدرتی انتقام ہے۔ جو حضرت مدنی کی اہانت کے لئے میں نے کیا تھا کسی ایسے کی

میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحبؒ کے صاحب زادے مولانا حبیب اللہ صاحب جو برسوں تک مسجد نبوی میں درس دیتے رہے۔ دورہ حدیث میں شریک تھے۔ کسی گستاخ نے ایک رقعہ بھیجا۔ جس کا جواب حضرت نے دوسری نشست میں نہایت نرمی و شائستگی سے دیا۔ اور فرمایا۔ کہ کسی دوست نے مجھے یہ رقعہ لکھا ہے۔ کہ تو اپنے باپ سے نہیں۔ تمام مجلس میں ہیجان برپا ہو گیا۔ اور ہر طالب علم غیظ و غضب میں بھر گیا۔ آپ نے فرمایا۔ خبردار کسی کو غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا حق ہے کہ میں اس کی تسلی کردوں۔ فرمایا۔ میں ضلع فیض آباد قصبہ کا رہنے والا ہوں۔ اس وقت بھی میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں۔ خط بھیج کر یا جا کر سمجھ لیا جائے العظمة لله۔ یہ بردباری صبر و تحمل کی انتہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے اور اپنے نفس کو مغلوب کردے (او کما قال)

عہد کرو کہ آئندہ حسین احمد کا جوتا نہ اٹھاؤ گے

مولانا عبداللہ فاروقی نے مسجد نبوی میں آپ کا جوتا خادم کی حیثیت سے اٹھایا۔ شیخ مدنی اس وقت خاموش رہے۔ دوسرے وقت میں شیخ مدنی نے مولانا عبداللہ فاروقی کا جوتا اٹھالیا۔ اور سر پہ رکھ لیا۔ وہ پیچھے دوڑے مولانا نے تیز چلنا شروع کردیا انہوں نے کوشش کی۔ کہ جوتا لے لوں لیکن نہ دیا۔ انہوں نے کہا۔ خدا کے لئے سر پر تو نہ رکھئے آپ نے فرمایا۔ عہد کرو۔ کہ آئندہ حسین احمد کا جوتا نہ اٹھاؤ گے تب جوتا اتار کر نیچے رکھا۔

تحریک ترک موالات و شیخ مدنی

اپنے ذبح کرنے کے لئے اپنا ہتھیار تمہیں دوں

ایک مرتبہ دیوبند سے اگلے سٹیشن پر سپرنٹنڈنٹ نے وارنٹ گرفتاری پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں انگریزی نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ قلم مجھے دو میں ترجمہ

کردوں۔ حضرت نے فرمایا۔ خوب؟ اپنے ذبح کرنے کے لئے اپنا ہتھیار تمہیں دوں

دیوبند سے ملتان تک کا کرایہ کھدڑ کا

مولانا خدا بخش صاحب نے کھدر پیش فرمایا تھا جو عمدہ تھا۔ اب دیسی کھدر کی مشین اس کا سوت انگریزی مشین کا کتا ہوا تھا۔ وہ کھدر نہیں تھا۔

میں تنہا نہیں کھا سکتا۔

تقسیم ہند کے بعد شیخ مدنی سلہٹ کی بجائے ٹانڈہ میں مقیم تھے مئی اور جون کا رمضان۔ گرمی شباب پر تھی۔ لو چل رہی تھی۔ اوسطاً ستر مہمان روزانہ آتے تھے اہل خانہ نے آپ کی پیرانہ سالی اور موسم کے تقاضا کے بموجب مطالبہ کیا کہ آپ سحر کے وقت کوئی میٹھی چیز نوش فرمالیا کریں۔ تاکہ تشنگی کا غلبہ نہ ہو۔ مگر پیکر سنت نے برجستہ فرمایا کہ میرے مہمان صرف روٹی اور سالن کھائیں اور میں میٹھی چیز کھاؤں۔ اگر مہمانوں کے لئے انتظام ہو سکتا ہے تو میں بھی کھا سکتا ہوں۔ ورنہ میں تنہا نہیں کھا سکتا۔ بدرجہ مجبوری گھر والوں نے سب کیلئے کبھی میٹھے چاول کسی دن شیر، اور کسی دن سویوں کا انتظام کیا۔ اور سب سے حیرت ناک بات تو یہ ہے کہ بخار اور کسی مرض میں مبتلا ہونے پر حکیم، ڈاکٹر نے پرہیز بتلایا بہیم اصرار پر چند دن تو پرہیزی کھانا کھاتے رہے اس کے بعد اگر پرہیزی کھانا دستر خوان پر آتا تو اس کو دوسرے کھانوں میں ملا دیتے۔ اور وہی کھانا نوش فرماتے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو دنیا میں انوکھی ہے اگر اتباع سنت کا نام ولایت ہے تو حضرت مدنی اس دور کے سب سے بڑے ولی تھے۔

ساری رات عبا اوڑھ کر گذاری

شیخ مدنی کا معمول تھا۔ کہ عشاء کے بعد سے بارہ بجے تک بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ اس کے بعد مہمانوں کو دیکھتے ایک روز ایک مہمان کو دیکھا۔ کہ خستہ حال بوسیدہ کپڑے میں ملبوس چارپائی پر بیٹھے ہیں اپنا بستر رضائی وغیرہ اسے لاکر دے دیا۔ اور خود ساری رات عبا اوڑھ کر گذاری یُؤْثِرُونَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

مخدوم خود خادم بنا ہوا تھا۔ مخدوم خود خادم بنا ہوا تھا جس کا منصب آمر ہونے کا

تھا۔ وہ فخر و مسرت اپنی ماموریت میں محسوس کرتا تھا۔ دیوبند جائیے۔ تو شیخ اسٹیشن پر پیشوائی کے لئے موجود۔ چلنے لگے تو اسٹیشن تک مشایعت پر آمادہ۔ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے۔ تو لوٹا لئے ہاتھ دھلانے کو کھڑے۔ پانی مانگئے تو گلاس لئے حاضر۔ سفر میں ساتھ ہوں تو تانگہ کا کرایہ اپنے پاس سے دیں۔ ریل کا ٹکٹ وہ دوڑ کر لے آئیں۔ کھانا کھائیں تو بل وہ خود ادا کریں۔ آپ کا ہاتھ اپنی جیب میں رقم ٹٹولتا ہی رہ جائے۔ بستر بھی وہ کھول کر بچھا دیویں۔ غرضیکہ مالی اور بدنی۔ چھوٹی اور بڑی خدمت کی جتنی صورتیں ہو سکتی تھیں۔ ان سب آپ کو پیش پیش دیکھا۔

ان کا کرم ہی ان کی کرامت ہے ورنہ کرتا ہے کوئی پیر بھی خدمت مرید کی

مسافر مریض کو کون کہتا ہے لاہور سے بریلی تک مجھے دباتے رہے۔ دوسروں کو شاید خدمت لینے میں وہ لطف نہ آتا ہو۔ جو شیخ مدنی کو دوسروں کا کام کرنے میں آتا تھا۔ چالیس ہزار روپے نقد اور پانچ صد روپے ماہوار ڈھاکہ یونیورسٹی کے لئے پروفیسری کو ۱۹۲۳ء میں کراچی جیل سے رہائی کے بعد افلاس کی حالت میں بھی ٹھکرا دیا۔ مگر شیخ الہند کی تحریک پر آنچ نہ آنے دی۔

یہ خرچ جماعت کے مالیہ پر نہیں پڑ سکتا پیڈ ولیٹر فارم جماعت کے کام کے لئے بھی اپنا ذاتی ہی استعمال کرتے تھے ؎

یا بارشتہ سب سے توڑ یا بارشتہ رب سے جوڑ یا بارشتہ حق سے جوڑ

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم در حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

تدابیر صحت و شیخ مدنی ۔ علمی و عملی جہاد کے لئے صحت کا ہونا لازمی ہے اور پھر ہر مسلمان کو تو ہمیشہ جہاد اور موت شہادت کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ آپ نے دار العلوم دیوبند میں دوسری تبدیلیوں کے علاوہ تین انگلش تعلیم کے لئے ایک معلم ۔ ۲۔ ہندی تعلیم کے لئے ایک معلم جسمانی ورزش اور جسمانی تدابیر صحت کے لئے بہتر

اطاعت والدین بسا اوقات میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا کتاب پڑھاتا ہوتا تھا۔ اور آدمی آتا۔ کہ والد صاحب بلا رہے ہیں۔ طلبہ کو رخصت کر کے حاضر ہوتا۔ تو

فرماتے۔ کہ مٹی اٹھانے والا یا اینٹ اٹھانے والا مزدور نہیں آیا۔ تم اس کام کو انجام دو۔ بمجبوری تمام دن یہ کام کرنا پڑتا۔ اور تمام اسباق کو معطل کرنا پڑتا۔ بسا اوقات ایک ایک دو ہفتے اسباق کو معطل کرکے تمام اوقات اس تعمیری خدمات میں صرف کرنے پڑتے سبحان اللہ۔ ان کی اطاعت۔ اخلاص وانکساری کا حال عجیب ہے کتابوں سے فطری تعلق اور دلی رابطہ تھا۔ مگر والد صاحب کی اطاعت میں حکم کی تعمیل فوراً کی۔ نقش حیات صفحہ ۱۷/۱-۵

تصانیف اسیر مالٹا۔ نقش حیات۔ متحدہ قومیت۔ الشہاب الثاقب۔ ہمارا ہندوستان دیگر بیسیوں رسائل بندہ نے پڑھے ہیں۔ مکتوبات کی چار ضخیم جلدیں ہیں جن کے بارہ میں حضرت جناب قاری محمد طیب صاحب کا تاثر نقش کردینا کافی سمجھتا ہوں۔ ان کے مکاتیب اور ان کے مکنون علوم واحوال کی فہرست پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے ہی سے ان جامعیت کا اندازہ لگالینا مشکل نہیں رہتا۔ جو حضرت ممدوح کی ذات میں ودیعت کی گئی تھی۔ جو تمام ہی دینی ذہنوں کے لئے یکساں شفا بخش ہے۔ حال وقال والے حضرات ہوں یا براہین واستدلال والے ہوں۔ طالبانِ مسائل ہوں یا عاشقان دلائل۔ سب ہی کے لئے اس مختصر مگر جامع ذخیرہ میں سامان سیرابی موجود ہے۔ ان جامع ہدایات سے اگر ایک طرف طریقت۔ معرفت کے مسائل حل ہوتے ہیں تو دوسری طرف شریعت کے حکمیات پر بھی روشنی پڑتی ہے اور جہاں شریعت وطریقت کے کھلتے ہیں وہیں سیاسیات و امارات اور قومی معاملات کے دقائق بھی وانشگاف ہوتے ہیں۔ غرضیکہ بیک وقت شریعت وطریقت اور سیاست کے دقیق اور حیات بخش نکتے اس طرح زیب قرطاس ہو گئے ہیں۔ کہ ایک جویائے حقیقت ومعرفت ایک متلاشی احوال طریقت اور طلبگار شریعت وسیاست کے لئے یکساں شفا وسکون روح کا سامان بہم پہنچا سکتے ہیں۔

شیخ الاسلام کی روحانیت کیطرف توجہ اور وصال پرملال

۱۹۴۸ء سے ذکر اللہ میں مشغول تھے اور ہزاروں بندگان خدا کو ذکر فکر میں لگا دیا۔ مگر اسفار اب بھی فرماتے تھے۔ پہلے اسفار سیاسی جدوجہد کے لئے تھے جدھر کو رخ کیا۔ ہزاروں

مجاہد پیدا کر دیئے۔ اب بعد میں تشریف لے گئے ہزاروں مرید بنائے اور لوگوں کو ذکر شغل کی تعلیم کی۔ آخر ۵۷ئ
تک یہی عمل رہا۔ حضرت والا مدارس کے سفر میں تھے کہ طبیعت علیل ہوئی۔ اطبا کی رائے تھی۔ کہ قلب پر ریاح
کا حملہ ہوا۔ سفر سے واپس دیوبند تشریف لائے مرض میں اضافہ ہوتا رہا۔ ڈاکٹروں نے آرام کا مشورہ دیا مگر
حضرت والا نے اپنی پوری زندگی میں کبھی آرام کا تصور تک نہیں فرمایا۔ اس وقت بھی آرام کے مشورے پر
عمل نہیں فرماتے تھے۔ خدام اور خاندان کے لوگ بے حد اصرار فرماتے تھے مگر حضرت والا اپنے معمولات کے اتنے
پابند تھے کہ کسی کے کہنے سے نہ رکے اور پوری پابندی سے معمولات میں مشغول رہے مرض کا حملہ شدید ہوا۔
ڈاکٹروں نے اصرار کیا۔ کہ حضرت والا حرکت تک نہ فرماویں۔ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھیں۔ مطالعہ نہ فرماویں۔
غرض خدام اور خاندان کے اصرار پر زنان خانہ میں مقیم رہے باہر تشریف لانا بند کر دیا۔ مگر ہر کھانے کے وقت بے چین
ہوتے تھے کہ کھانا مہمانوں کے ساتھ کھاؤں۔ ہر نماز کے وقت پریشانی کا اظہار ہوتا تھا۔ کہ باہر جماعت کی
نماز کو مسجد میں جاؤں۔ گھر کے لوگ اصرار سے روکتے رہے۔ حضرت والا رکے مگر حضرت کو جماعت کی نماز
ترک ہونے کا بڑا صدمہ تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا جس کو طائف میں گولیوں کی بوچھاڑ جماعت سے نہ روک سکی آج
یہ مرض جماعت کے ترک کا باعث بنا ہوا ہے چند دن اسی کیفیت میں گذرے خدا کے فضل سے طبیعت
کچھ ٹھیک ہوئی تھی۔ کہ فوراً مسجد میں جانے لگے مہمانوں کی دیکھ بھال شروع کر دی۔ حضرت مولانا اسعد صاحب
سلمہٗ چاہتے تھے کہ حضرت والا سے پورا پورا پرہیز کرائیں حرکت نہ کرنے دیں دوا کے اوقات پر پابندی کی
جا رہی تھی۔ حضرت والا کی آزاد متوکل طبیعت کو یہ پابندیاں اور یہ چیزیں کہاں قبول تھیں ایک مرتبہ
ارشاد فرمایا۔ کہاں تک دوا استعمال کروں۔ اس وقت یہ دوا اس وقت وہ دوا۔ دوسرے حضرت قدس سرہٗ
کے قلب منور کو یہ احساس ہو چکا تھا۔ کہ یہ مرض مرض وصال ہے اسی لئے زبانِ مبارک سے یہ بھی ارشاد
فرمایا۔ کہ اسعد کیا تم مجھکو تقدیر خداوندی سے بچا سکو گے یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ کہ معلوم ہوا۔ کہ حضرت
کی حالت کچھ بہتر ہے دورے پڑتے ہیں۔ مگر گذشتہ کے ساتھ نہیں اس خبر کے سننے سے قلب کو کچھ سکون ہوا۔
مگر یہ حالت بھی دیرپا نہ ہوئی۔ حضرت والا کا تمام وقت بیٹھ کر گذرتا تھا۔ اگر لیٹنا چاہتے تھے تو تنفس کا
دورہ شروع ہو جاتا تھا۔ اسی حالت میں آٹھ نو راتیں گذر گئیں۔ اس درمیان میں ڈاکٹر برکت علی صاحب کا

کئی مرتبہ آنا جانا ہوا۔ انہوں نے معائنہ کیا۔ اور فرمایا۔ بظاہر عالم اسباب میں زندہ رہنے کی کوئی وجہ نہیں مگر حضرت صرف اپنی قوت روحانی اور قوت ارادی سے زندہ ہیں۔ یہ بھی سنا قلوب میں ایک دم تشنگی پیدا ہوئی۔ مگر خدا کے فضل سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ شب و روز دعائیں ہو رہی تھیں۔ حق تعالیٰ سے تنہائیوں میں، لوگ رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ کہ اے ارحم الراحمین ہمارے حال پر رحم فرما۔ اور اپنے اس سایۂ رحمت کو ہمارے سروں پر قائم رکھ۔ کئی مرتبہ بخاری شریف کا بھی مدرسہ کی جانب سے ختم ہوا۔ اور اس میں بھی دعا کی گئی۔ یکم دسمبر سے امراض میں ایک دم سکون ہوا۔ دل کے دورے پڑنے بند ہو گئے یہ بات عام مسلمانوں اور خدام کے لئے باعثِ تسکین تھی۔ مگر ضعف برابر بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ جمعرات کا دن ۵ دسمبر کی تاریخ آگئی۔ اس دن حضرت والا ۱۰ بجے کے قریب باہر دولتکدہ کے صحن میں تشریف لائے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ دھوپ میں بیٹھے رہے۔ گھر کے لوگوں کو نصائح فرمائیں اور فرمایا۔ کہ اپنے بڑوں کی عزت کرنی چاہئے اور چھوٹوں پر شفقت رکھنی چاہئے۔ اور بڑی سے بڑی مصیبت میں گھبرانا نہیں چاہئے اور صبر سے کام لینا چاہئے۔ اس کے بعد اندر تشریف لے گئے۔ ۱۱-۱۱½ بجے کے قریب معمولی غذا تناول فرمائی۔ اور آرام فرمانے کی نیت سے لیٹ گئے۔ صاحبزادہ مولانا اسعد سلمہٗ پیر دبانے لگے۔ تو صرف اتنا فرمایا۔ کہ آج کچھ دھندلا نظر آتا ہے۔ صاحبزادہ صاحب ظہر کی نماز کے لئے اٹھانے گئے۔ تب معلوم ہوا کہ سانس کی رفتار حسب معمول نہیں خیال آیا۔ کہ قلب کا دورہ پڑ گیا ہے فوراً ڈاکٹر کو بلوایا گیا ڈاکٹر آیا اس نے آلہ لگا کر دیکھا۔ اور کہا روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے اور مسلمانانِ عالم کا یہ شفیق رہبر اس عالم سے رخصت ہو چکا ہے۔ آہ انا للہ وانا الیہ راجعون

شیر کا بیٹا شیر ہوتا ہے۔ بڑے صاحبزادہ سلمہٗ نے نہایت ضبط سے کام لیا۔ اور سب کو صبر کی تلقین کی۔ یہ اندوہناک خبر بجلی کی طرح پورے شہر ہی میں نہیں۔ بلکہ چند گھنٹوں میں دہلی مرادآباد۔ میرٹھ مظفرنگر، سہارنپور بلکہ پورے ہندوستان ہی کیا۔ بلکہ پورے عالم میں پھیل گئی موت العالِم موت العالَم آہ عجیب افسردگی کا عالم تھا جس کو دیکھو آبدیدہ۔ رنجیدہ۔ پریشانی کے عالم اور بدحواسی کی حالت میں حضرت کے مکان کی طرف دوڑ رہا ہے۔ سو سو برس کے بوڑھے تک زار زار روتے چلے آ رہے ہیں

طلبائے دارالعلوم کا ایک ہجوم مکان پر گریہ و زاری میں لگا ہوا ہے کہ آج ہمارا شفیق باپ اٹھ گیا تھوڑی ہی دیر میں ہزاروں کا مجمع حضرت کے مکان اور سڑک پر اکٹھا ہوگیا ہے مدرسہ ہی پر نہیں۔ بلکہ پورے شہر پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کوئی آہیں بھر رہا ہے کوئی سسکیاں لے رہا ہے کسی کی آنکھیں سرخ ہیں کسی پر پاگلوں کی سی کیفیت طاری ہے آہ آج وہ دن ہے کہ رضا و صبر و استقامت کا پہاڑ دنیا سے اٹھ چکا ہے۔ اکابر اولیاء کی روحیں عالم ارواح میں حسین احمد کا استقبال کر رہی ہیں بڑی بڑی پردہ نشین عورتیں جو بغیر سواری کے گھر سے نہیں نکلتی تھیں آج برقعہ اوڑھے قطار در قطار حضرت اقدس کے دولتکدہ کی جانب چلی آرہی ہیں۔ موٹر کاروں اور لاریوں کا ایک سلسلہ ہے غم زدہ مسلمان میرٹھ۔ مظفر نگر۔ سہارنپور۔ مرادآباد۔ دہلی اور مضافات دیوبند سے حالت پریشانی میں ریل اور مختلف سواریوں کے ذریعہ دیوبند کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔ مغرب کے بعد ہی قطب عالم کے غسل اور کفن کی تیاری ہے غسل کا انتظام مکان کے اندرونی حصہ میں ہورہا ہے۔ حضرت مولانا ذکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم اور حضرت مولانا قاری طیب صاحب افسردگی کی حالت میں سر جھکائے چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ اور بڑے صاحبزادہ اسم بامسمّٰی حضرت مولانا اسعد سلمہٗ اور مولانا عبد الاحد صاحب مدرس دارالعلوم اور راشد حسن عثمانی اور مولانا شوکت خاں صاحب مولانا مولوی عثمان صاحب اور مولوی محمدؐ اظہر صاحب سلمہٗ اور بھنگوی نجار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اور چند طلبا غسل دینے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں ٹھیک ۹ بجے جنازہ مقدس دولتکدہ عالی سے روانہ ہوا۔ اس وقت حضرت اقدس کی ڈیوڑھی پر ہزاروں آدمی جنازہ کی شرکت کے لئے جمع ہوچکے ہیں اندازاً بیس پچیس ہزار کا مجمع ہے اور ہر شخص کی یہ تمنا ہے کہ وہ کندھا دینے کی سعادت کو حاصل کرنے آج دیوبند کا بڑے سے بڑا گناہگار۔ شرابی کبابی کی بھی یہ آرزو ہے کہ اسے کاندھا دینے کی سعادت نصیب ہوجائے۔ اور تمنا رکھتا ہے کہ وہ بھی اس سعادت عظمیٰ سے محروم نہ رہے اور خدا تعالیٰ کی نکتہ نوازی کی بارگاہ سے اس کو بھی یہ امید ہے کہ اس کا یہی عمل شاید اس کی نجات اخروی کا باعث بن جائے گا۔ اسی پروانوں کی بھیڑ کے ساتھ جسد اطہر کو مدرسہ کے صدر دروازہ کے راستے سے احاطہ مولسری میں لیجایا جارہا ہے وہاں

پہونچ کر پروانگان شیخ کے والہانہ جذبہ کا یہ عالم کہ اب جنازۂ مقدس کو نیچے نہیں اتارنا چاہتے۔ کافی جدوجہد اور مولانا اسعد سلمہٗ کے اس وعدہ پر کہ ایک ایک آدمی کو زیارت کرائی جائے گی۔ لوگوں نے جنازۂ مبارک کو نیچے اتارا۔ اس کے بعد جنازہ دارالحدیث کے ہال میں رکھ دیا گیا۔ اور ہال کے تمام دروازے بند کر کے صرف ایک دروازہ سے دو دو تین تین آدمیوں کو لے کر زیارت کرائی گئی یہ سلسلہ تقریباً تین گھنٹے تک جاری رہا۔ مجمع کا یہ عالم تھا۔ کہ اس مجمع میں کسی کی جان ضائع نہ ہونا بھی شیخ کی کرامت ہی ہے ورنہ کوئی تعجب نہیں کہ چند جانیں ضائع ہو جاتیں۔ چہرۂ انور کی تابانی کی کیفیت نہ پوچھو۔ آج ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجاہدات اور ریاضات شاقہ کی برکتوں اور فضل خداوندی سے جسم پر روح کی کیفیت طاری ہوگئی ہے چہرۂ انور مثل آئینہ ہے جس میں علمی تجلی کی شعاعیں منعکس ہو رہی ہیں۔ لبوں پر مسکراہٹ ہے دیدار پُرانوار کا سلسلہ تقریباً ساڑھے ۱۲ بجے تک جاری رہا۔ ۱۲ بجکر ۲۵ منٹ پر مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہال۔ نو برہ احاطہ مولسری۔ دفتر وغیرہ سب بھرے ہوئے تھے اتنے انتظار کے بعد بھی ہزاروں افراد نماز کی شرکت سے محروم رہ گئے۔ مجمع کی کثرت کی وجہ سے جنازہ اقدس دو گھنٹہ میں تمامی دروازہ سے ہوتا ہوا قبرستان تک پہونچا۔ جو حضرات جسم اطہر کو مزار مبارک میں آرام سے لٹانے کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور سعادت دارین حاصل کر رہے ہیں وہ حضرات یہ ہیں (۱) بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حاجی سید اسعد صاحب سلمہٗ (۲) حضرت مولانا عبدالاحد صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند (۳) راشد حسن عثمانی (۴) مولانا حاجی شوکت علی خانصاحب ان جانگزا کیفیات میں حضرت نانوتوی صاحب بانیٔ دارالعلوم کے قدموں اور حضرت شیخ الہند کی گود میں ان کے محبوب ترین شاگرد اور خلیفہ اعظم کو دے دیا گیا۔ آہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان خاص حسب ذیل ہیں

۱۔ ہم خدام کی روحانی ماں یعنی اہلیہ حضرت شیخ الاسلام
۲۔ حضرت مولانا سید محمد اسعد صاحب خلف اکبر جو چار ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔
۳۔ عزیزہ ریحانہ سلمہا جو شعبان ۱۳۵۰ھ میں پیدا ہوئیں۔

۴۔ عزیزم میاں حافظ محمد ارشد سلمہٗ جو رجب ۱۳۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔
۵۔ عزیزہ عمرانہ سلمہا جو ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ میں پیدا ہوئیں
۶۔ عزیزہ صفوانہ سلمہا جو ربیع الاول ۱۳۷۰ھ میں پیدا ہوئیں۔
۷۔ عزیزہ فرحانہ سلمہا جو صفر ۱۳۷۲ھ میں پیدا ہوئیں۔
۸۔ عزیزم میاں اسجد سلمہٗ جو شوال ۱۳۷۵ھ میں پیدا ہوئے۔

حضرات خلفاء مجازین!

وہ خوش نصیب منتسبین جنھیں مرشد عالم شیخ الاسلام حضرت مولینا سید حسین احمد صاحب قدس سرہٗ العزیز نے چشتیہ صابریہ امدادیہ نقشبندیہ مجددیہ۔ قادریہ، سہروردیہ چاروں سلسلوں میں بیعت کرنے کی اجازت دی۔ (صوبہ وار فہرست درج ذیل ہے)

صوبہ مشرقی پاکستان

۱۔ مولوی تخلیص حسین صاحب	سید پور	ڈاکخانہ سید پور	ضلع سلہٹ
۲۔ حاجی عبد الباری صاحب	جھنگا باڑی	ڈاکخانہ چھور کھائی	〃 〃
۳ حاجی ابرو میاں صاحب	تال باڑی	〃 〃	〃 〃
۴۔ مولانا بشیر احمد صاحب	باگا	ڈاکخانہ باگا	〃 〃
۵۔ مولوی مقدس علی صاحب	محلہ شیخ	ڈاکخانہ جنیا چنگ	〃 〃
۶۔ مولوی سید عبد الخالق صاحب مرحوم	سید پور	ڈاکخانہ سید پور	〃 〃
۷۔ ڈاکٹر علی اصغر نوری صاحب	عفر گاؤں	ڈاکخانہ کمار گاؤں	〃 〃
۸۔ مولوی حبیب الرحمان صاحب	موضع رائے پور	ڈاکخانہ ڈرلب پور	〃 〃
۹۔ سلیمان صاحب مولوی بازاری خال			
۱۰۔ مولوی عبد الرحیم صاحب	جری پاڑہ	ڈاکخانہ کنائی گھاٹ	〃 〃
۱۱۔ مولوی مجاہد علی صاحب	گنگا جل	ڈاکخانہ گنگا جل	〃 〃

۱۲- مولوی عبدالرحمٰن صاحب	موضع دھنولیا	ڈاکخانہ فیاکاوڑا	ضلع سلہٹ
۱۳- مولوی عبدالرحمٰن صاحب	〃	〃 〃	〃 〃
۱۴- مولانا تجمل علی صاحب	انگورا محمد پور	ڈاکخانہ کوڑا بازار	〃 〃
۱۵- مولوی علاؤالدین صاحب	بنیاچنگ	ڈاکخانہ بنیاچنگ	〃 〃
۱۶- مولوی عبدالمنان صاحب	موضع اٹھالیا	ڈاکخانہ شٹیاجوڑی	〃 〃
۱۷- مولوی عبداللطیف صاحب مولوی بازاری	موضع نالی ہوری	ڈاکخانہ اکھاٹلی کوڑا	〃 〃
۱۸- مولوی سراج الحق صاحب	موضع پُران گاؤں	ڈاکخانہ کلیر بھنگا	〃 〃
۱۹- مولوی عبدالحق صاحب	موضع غازی نگر	ڈاکخانہ بیتھاریا	〃 〃
۲۰- مولوی عبدالمؤمن صاحب	موضع پُران گاؤں	ڈاکخانہ کلیر بھنگا	〃 〃
۲۱- مولوی یونس علی صاحب	موضع رائے گڈھ	ڈاکخانہ ڈھاکہ دکھن	〃 〃
۲۲- مولوی عبدالمنان صاحب	موضع گنوئی	ڈاکخانہ بنیاچنگ	〃 〃
۲۳- مولوی عبدالغفار صاحب	موضع ممروخانی	ڈاکخانہ فنشی پاڑہ	〃 〃
۲۴- مولوی محمد علی صاحب	موضع برام پور	ڈاکخانہ فنشی بازار	〃 〃
۲۵- مولوی ریاض الرب صاحب	ڈھاکہ دکھن	ڈاکخانہ ڈھاکہ دکھن	〃 〃
۲۶- مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم	ساکن چونڈکھائی		〃 〃
۲۷- مولانا حسن علی صاحب مرحوم	گورٹن گھاٹ		〃 〃
۲۸- مولانا لطف الرحمٰن صاحب	حامد نگر	ڈاکخانہ بروننہ	〃 〃
۲۹- مولانا حافظ عبدالکریم صاحب	موضع اسلام آباد	ڈاکخانہ لکھی باشا	〃 〃
۳۰- مولانا بدیع عالم صاحب	مغل بازار مدرسہ	ڈاکخانہ مغل بازار	〃 〃
۳۱- مولانا مسعود الحق صاحب حال شیخ الحدیث پٹیا		ڈاکخانہ پٹیا	ضلع چاٹگام

.... مدرسہ مظاہر العلوم پوسٹ صدر چاٹگام ٹاؤن

۳۲۔ مولانا مفتی احمد الحق صاحب — مدرسہ معین الاسلام — ڈاکخانہ ہاٹ ہزاری — ضلع چاٹگام

۳۳۔ مولوی عبد الستار صاحب — فتح پور — ڈاکخانہ مدن ہاٹ — " "

۳۴۔ مولوی احمد شفیع صاحب — مدرسہ معین الاسلام — ڈاکخانہ ہاٹ ہزاری — " "

۳۵۔ مولوی عبید الرحمٰن صاحب — موضع امام نگر — ڈاکخانہ نظیر ہاٹ — " "

۳۶۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب — موضع گچی — ڈاکخانہ دہامئی — " "

۳۷۔ مولوی محمد نعمان صاحب — موضع اندھیر پارہ — ڈاکخانہ بھاٹی کھن — " "

۳۸۔ مولوی محمد ادریس صاحب معرفت ایمان علی صاحب موضع سارنگ سنتوش پور ڈاکخانہ امان اللہ — " "

۳۹۔ مولوی عبد الحلیم صاحب — پیر کھن — " "

۴۰۔ مولوی شمس الدین صاحب معرفت وکیل باڑی کنچن نگر — ڈاکخانہ کنچن پور — " "

۴۱۔ مولوی عبد الغنی صاحب — بادل سینبیر مدرسہ — ڈاکخانہ مارشور ڈانگا — ضلع بانیہ

۴۲۔ مولوی ریحان الدین صاحب — موضع فرید پور — ڈاکخانہ لکھی پور — ضلع نواکھالی

۴۳۔ مولانا داؤد حسین صاحب چاندپوری — فینی — ڈاکخانہ فینی — " "

۴۴۔ مولوی عزیز الحق صاحب — عدیل پور — ڈاکخانہ چنگاکی — " "

۴۵۔ مولوی کلیم اللہ صاحب — (مدرسہ افسر العلوم ننگل کوٹ) — ضلع پٹرہ

۴۶۔ مولوی محب الرحمٰن صاحب — فینوا — ڈاکخانہ فینوا — " "

۴۷۔ مولوی علی اشرف صاحب — سیرام پور — ڈاکخانہ منشی بازار — " "

۴۸ مولانا امین الحق صاحب مہین سنگی جامعہ قرآنیہ۔ محلہ لال باغ — ڈھاکہ

۴۹۔ مولوی محمد یونس صاحب۔ باقر گنجی — موضع چر خلیفہ — ڈاکخانہ رادھا ایلب — ضلع باقر گنج

۵۰۔ حافظ طیب علی صاحب مرحوم

صوبہ آسام

۵۱۔ مولوی عبد الواحد صاحب — موضع ملاگرام — ڈاکخانہ موہیشا — ضلع کچھاڑ

۵۲۔ مولوی سعید علی صاحب امام مسجد درگاہ بٹرشی — ڈاکخانہ کریم گنج — " "

۵۳ - مولانا مقدس علی صاحب موضع بوڑی بانل ڈاکخانہ غنیر گرام ضلع کچھاڑ
۵۴ مولانا عبد الجلیل صاحب شیخ الحدیث دار الحدیث بدرپور " "
۵۵ مولانا مصدر علی صاحب دار العلوم بانسکندی " "
۵۶ مولوی بشارت علی صاحب " " " "
۵۷ - مولانا احمد علی صاحب بدرپوری شیخ الحدیث بانسکندی " "
۵۸ - مقبول علی صاحب بانسکندی " "
۵۹ - ماسٹر غلام احمد صاحب بانسکندی " "
۶۰ - مولوی معین الدین صاحب مدرس دار العلوم بانسکندی " "
۶۱ - مولوی جواد علی صاحب مدرس دار العلوم بانسکندی " "
۶۲ - ہرمز علی صاحب موضع تاراپور ڈاکخانہ توپ خانہ سلچر " "
۶۳ حافظ محمد مستقیم صاحب محلہ بیرنگا سلچر " "
۶۴ - حافظ کرم علی صاحب مرحوم بانسکندی " "
۶۵ - مولوی محمد اسمٰعیل صاحب موضع جلال پور ڈاکخانہ سری گوری " "
۶۶ - حافظ شفیق الرحمٰن صاحب بانسکندی " "
۶۷ - مولوی قاری عبد المطہر صاحب ساکن بھگاڈر ڈاکخانہ بیرنگا سلچر " "
۶۸ مولوی قاری عبد الصمد صاحب موضع بوڑی ڈاکخانہ غنیر گرام " "
۶۹ - مولوی عبد المصور صاحب ساکن جہاقل - ڈاکخانہ بینگا بازار ضلع کچھاڑ حال مقیم دار الحدیث بدرپور " "
۷۰ - مولوی معتصم علی صاحب موضع محمد پور ڈاکخانہ دکھن رنگ پور - ساؤتھ لالہ " "
۷۱ - مولوی مظفر علی صاحب مدرسہ اسلامیہ الگا پور ڈاکخانہ الگاپور بازار " "
۷۲ - مولوی عبد الحق صاحب موضع محمد پور ڈاکخانہ دکھن رنگ پور ساؤتھ لالہ " "
۷۳ - مولوی عبد الحق صاحب عاصم گنجی موضع ہاتھ کھری ڈاکخانہ موہینا " "

۷۴۔ حافظ عبدالنور صاحب کریم گنجی موضع گندمبائی ڈاکخانہ باڑی گرام ضلع کچھاڑ
۷۵۔ مولوی جلال الدین صاحب سوناتولی ساکن کھودرا کندی ڈاکخانہ کالی گنج بازار " "

(حال مقیم گفٹ ہائی اسکول۔ شیلانگ)

۷۶۔ حافظ ابراہیم صاحب ساکن ملاگرام ڈاکخانہ موہینا " "
۷۷۔ محمد نجابت علی صاحب ساکن کھدرا کندی ڈاکخانہ کالی گنج " "
۷۸۔ حاجی عبدالمالک صاحب ساکن بٹرشی ڈاکخانہ کریم گنج " "
۷۹۔ حاجی شمس الحق صاحب ساکن بٹرشی ڈاکخانہ کریم گنج " "
۸۰۔ حاجی محبت علی صاحب ساکن سوناباری گھاٹ " " " " "
۸۱۔ مولوی رحیم الدین صاحب امام مسجد جامع بانسکنڈی " "
۸۲۔ مولوی محسن علی صاحب مدرس دارالعلوم بانسکنڈی " "
۸۳۔ فرمان علی صاحب بانسکنڈی " "
۸۴۔ مولوی احمد علی صاحب ساکن رہ پائی بالی " "
۸۵۔ مولوی عبدالرزاق صاحب الگاپور " "
۸۶ مولوی منظور علی صاحب تاراپور " "
۸۷۔ مولوی امان جناب مرحوم کریم گنجی ساکن شوتڑی کنڈی ڈاکخانہ واشر بازار " "
۸۸۔ مولوی کریم الدین صاحب ساکن بانسکنڈی " "
۸۹۔ مولوی سید احمد صاحب موضع رنگ پور دکن رنگپور ساد تھولالہ " "
۹۰۔ مولوی عبدالباری صاحب ساکن نیتائی نگر ڈاکخانہ نیتائی نگر " "
۹۱۔ مولوی محمد اسحاق صاحب مدرس عربیہ اسلامیہ مسجد ڈھاکا ئی پٹی ساکن گڈی باری ڈاکخانہ دوگاؤں ضلع نوگاؤں
۹۲۔ مولوی ضمیر الدین صاحب گورنمنٹ ہائی اسکول ڈھوبری ضلع گوالپارہ

صوبہ بہار
۹۳۔ مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب مرحوم مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ

٩٤- اطہر حسین صاحب موضع پوراین ڈاکخانہ بونسی ضلع بھاگل پور

٩٥- حاجی محمد ایوب صاحب موضع چلبل ڈاکخانہ بارہ باٹ ″ ″

٩٦- خلیل الرحمٰن صاحب ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

٩٧ مولوی محمد یعقوب صاحب ″ بھورا ″ سنہولاباٹ ″ ″

٩٨- اشرف علی صاحب ″ عظمت پور ″ نرائن پور ″ ″

٩٩- عبدالرحمٰن صاحب ″ ″ ″ ″ ″

١٠٠- حاجی مظہر الحق صاحب سمریا ″ ″

١٠١- مولوی محمد انور صاحب ساکن کیتھاٹیکر ڈاکخانہ کوپلاپرسا ″ ″

١٠٢- حکیم فدا حسین صاحب موضع سمریا۔

١٠٣- مولانا عبدالسلام صاحب کوردوڈیہہ ڈاکخانہ پوریبنی ″ ″

١٠٤- حاجی احمد حسن صاحب موضع ستہولی ڈاکخانہ پوریبنی ″ ″

١٠٥ مولانا قاری فخرالدین صاحب جامعہ قاسمیہ شہر گیا ضلع گیا

١٠٦- مولانا نبیہہ حسن صاحب موضع کودمرئی ڈاکخانہ پنجرالواں ″ ″

١٠٧- حاجی منہاج الدین صاحب تمباکو مرچنٹ۔ دھامی ٹولہ شہر گیا ″ ″

١٠٨- مولوی عبداللہ صاحب چھپروی موضع وڈاکخانہ مانجھا اسٹیٹ ضلع سارن

١٠٩- حاجی محمد عاقل صاحب حیاگھاٹ بلاسپور ضلع دربھنگہ

١١٠- مولوی محمد اظہر صاحب موضع وڈاکخانہ رتھوس براہ کمتول ″ ″

١١١- مولوی عبدالرشید صاحب موضع مبارک پور ڈاکخانہ سلکھوابازار ″ مونگیر

١١٢- قاری مہدی بخاری صاحب مدرسہ تجوید القرآن جامع مسجد شہر مونگیر

١١٣- مولوی ادریس صاحب۔ موضع نوکٹہ ڈاکخانہ اسلام پور ضلع پورنیہ

١١٤- مولوی اظہر صاحب موضع اورنگ آباد ضلع گیا مقیم حال بڑواڈیہہ۔ گرڈیہہ ضلع ہزاری باغ

صوبہ یوپی

۱۱۵- مولانا نعیم اللہ صاحب موضع بھیلے پور ڈاکخانہ ہنسور ضلع فیض آباد

۱۱۶- مولوی عبدالجبار صاحب ہنسور " " "

۱۱۷- مولوی حافظ محمد طیب صاحب (نابینا) قصبہ بھدرسہ محلہ آمنہ بی بی کا احاطہ " "

۱۱۸- مولوی فیض اللہ صاحب گونڈوی مدرسہ احمدیہ مغلپورہ شہر فیض آباد

۱۱۹- مولانا اویس صاحب استاذ ندوۃ العلماء قصبہ نگرام ضلع لکھنؤ

۱۲۰- مولانا محمد یونس صاحب مرحوم قصبہ بگھرہ ضلع مظفر نگر

۱۲۱- حافظ عبداللطیف صاحب مرحوم امام جامع مسجد گڑھی پختہ " "

۱۲۲- حکیم محمد سلیمان صاحب مرحوم ومغفور موضع وڈاکخانہ لونی ضلع غازی پور

۱۲۳- مولینا قاری اصغر علی صاحب سہس پوری مدنی منزل دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور

۱۲۴- مولینا سید محمود حسن صاحب موضع پٹھیڑ پرگنہ کانستہ عرف پٹھیڑ کلاں " "

۱۲۵- مولوی ہدایت علی صاحب۔ مدرسہ ہدایت المسلمین کرہی۔ ڈاکخانہ دودھارا ضلع بستی

۱۲۶- مولوی قطب اللہ صاحب موضع جھکھیا ڈاکخانہ خان کوٹ سری "

۱۲۷- مولوی سید محمد احمد صاحب مرحوم نگینہ ضلع بجنور

۱۲۸- مولوی عزیز الرحمن صاحب مہتمم یتیم خانہ شہر بجنور

۱۲۹- مولوی سید احمد شاہ صاحب مرادآبادی انٹر کالج " "

۱۳۰- مولوی عبدالحی صاحب موضع انجان شہید ضلع اعظم گڈھ

۱۳۱- مولوی صفات اللہ صاحب محلہ بلائی پورہ مئوناتھ بھنجن " " "

۱۳۲- مولوی مشتاق احمد صاحب مدرسہ دارالعلوم قاضی داموں پورہ " " " " "

۱۳۳- حاجی محمد احمد صاحب قصبہ مہگاؤں ضلع الہ آباد

۱۳۴- کریم بخش صاحب آزاد۔ دوکان جناب اکبر حسین صاحب چھپائی والی گلی کرنیل گنج والی کانپور

۱۳۵- مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی مدرس مدرسہ جلیہ امروہہ ضلع مرادآباد

۱۳۶- مولوی محمود احمد صاحب　جامع مسجد حسن پور　ضلع مراد آباد

صوبہ مغربی بنگال

۱۳۷- مولوی احمد اللہ صاحب۔ برن پور مسلم ہائی اسکول　ڈاک خانہ برن پور　ضلع بردوان

۱۳۸- مولوی عبدالخالق صاحب شانتی باغ　ڈاکخانہ شیر ورائے　" "

۱۳۹- غلام محی الدین صاحب　رحمت نگر　" برن پور　" "

۱۴۰- مولوی عبداللہ صاحب کوارٹر ۳　لائن ۵۷　" برن پور　" "

۱۴۱- مولانا محمد طاہر صاحب کریم گنجی مدرس مدرسہ عالیہ　کلکتہ　شہر کلکتہ

صوبہ مدھیہ پردیش

۱۴۲- حافظ عبداللطیف صاحب (نابینا) مدرسہ عربیہ اسلامیہ بیجناتھ پارا　ضلع رائے پور

صوبہ مدراس

۱۴۳- جناب سی بشیر احمد صاحب ۳ محمد رضا اسٹریٹ　پیرنام بٹ　ضلع شمالی ارکاٹ

۱۴۴- جناب مولانا شیخ حسن صاحب مالاباری۔ شیخ الحدیث مدرسہ باقیات الصالحات ویلور　" " "

مشرقی پنجاب

۱۴۵- مولانا نیاز محمد صاحب مدرسہ عربیہ اسلامیہ۔ قصبہ نوح　ضلع گوڑگاؤں

۱۴۶- مولوی جمیل احمد صاحب معرفت مولانا نیاز محمد صاحب قصبہ نوح　" "

۱۴۷- میاں جی محمد رمضان صاحب　موضع مالب　" "

دلی

۱۴۸- جناب منشی اللہ دتہ صاحب　تبلیغی مرکز نظام الدین　نئی دہلی

۱۴۹- قاری عبدالشکور صاحب ہنس پوری امام حوض والی مسجد نئی سڑک　دہلی

مغربی پاکستان

۱۵۰- مولوی خورشید احمد صاحب　قصبہ عبدالحکیم　ضلع ملتان

۱۵۱- مولوی حامد میاں صاحب دیوبندی۔ مسلم مسجد　چوک انار کلی　لاہور

۱۵۲- مولینا حکیم عبدالحکیم صاحب سلیمانی دواخانہ　فیض باغ　لاہور

۱۵۳- مولوی منظر حسین صاحب بمقام بھین　تحصیل چکوال　ضلع جہلم

۱۵۴- مولوی رحمت اللہ صاحب مدرسہ عربیہ موتب چک 1/D.N.B ڈاکخانہ ہیڈ راز قان ریاست بہاولپور

۱۵۵- مولوی عبدالحق صاحب دامانی۔ موضع تیر وکہنہ۔ ڈاکخانہ کولاچی　ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں

بمبئی

۱۵۶- حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب مرحوم سملک۔ ڈاکخانہ ڈابھیل　ضلع سورت

۱۵۷ - مولانا عبدالصمد صاحب	موضع دالکانیر	ڈاکخانہ باردولی	ضلع سورت
۱۵۸ - مولانا عبدالصمد صاحب کا پھوی مرحوم سملک		ڈاکخانہ ڈابھیل	ضلع سورت
۱۵۹ - مولانا عبدالغفور صاحب قریشی مدرسہ فوقانیہ			شہر عثمان آباد
۱۶۰ - سید سلیمان شاہ صاحب قادری			" " "
۱۶۱ - سید بدیع الدین صاحب			ضلع " "
۱۶۲ - مولانا عبدالحکیم صاحب			" " "
۱۶۳ - سید طالب علی صاحب مہتمم مدرسہ مصباح العلوم شاستور۔ تعلقہ لاتور			" " "
۱۶۴ - مولوی عبدالصمد صاحب	شاستور تعلقہ عمرگہ		" " "
۱۶۵ - مولوی مظفر احمد صاحب موضع مینگزری۔ برما		ڈاکخانہ بوسیڈانگ	ضلع اکیاب
۱۶۶ - مولانا بایزید صاحب شہید۔	رسٹن برگ۔ ٹرانسوال		(جنوبی افریقہ)
۱۶۷ - صاحبزادہ محترم حضرت مولانا سید محمد اسعد صاحب زید مجدہم			(با جازت خلفاء)

تصدیق از مولانا حافظ قاری اصغر علی صاحب خلیفہ و معتمد خصوصی حضرت شیخ الاسلام رح
میں اسکی تصدیق کرتا ہوں کہ یہ فہرست بالکل صحیح ہے۔ اصغر علی غفرلہ مدنی منزل دارالعلوم دیوبند

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ

اس سوانح میں بندہ نے اساتذہ مشائخ کے علاوہ جن کتب و رسائل سے استفادہ کیا ہے ان کے یہ نام ہیں۔
نقش حیات خود نوشت سوانح حیات شیخ مدنی۔ (۱)، تذکرہ شیخ مدنی مرتبہ مولانا راشد عثمانی زید مجدہ
(۳)، الجمعیۃ کا شیخ الاسلام نمبر مرتبہ مولانا محمد میاں صاحب۔ (۴)، عظیم مدنی نمبر ماہ نامہ نئی روشنی۔
مکتوبات شیخ الاسلام مرتبہ مولانا نجم الدین اصلاحی بعض تصانیف شیخ الاسلام۔
خاکپائے شیخ الاسلام محمد مقصود احمد جالندھری خیر المدارس ملتان

ھدایت از صاحبزادہ محترم دامت برکاتہم۔ تربیت پانے والے صاحبان اور جو حضرت شیخ الاسلام کے سلسلہ میں بیعت ہونا چاہیں۔ وہ مذکورہ بالا خلفائے کرام میں سے جن کی طرف قلب کا رجحان پائیں ان سے تعلق قائم کرلیں۔ وفقنا اللہ لما یحبہ و یرضاہ۔ فقط اسعد غفرلہٗ

حیاتِ شیخ الاسلام
مندرجہ ذیل کتب خانوں سے مل سکتی ہے۔
مکتبہ شرکت علمیہ ملتان۔
مکتبہ امدادیہ۔ ملتان۔
مکتبہ ربانیہ نزد خیر المدارس ملتان
مکتبہ قاسمیہ ملتان
مکتبہ صدیقیہ۔ ملتان!
مکتبہ کریمیہ۔ ملتان!
مکتبہ فاروقیہ۔ ملتان!
مکتبہ رشیدیہ۔ ساہیوال
مولانا غلام ربانی صاحب مکی مسجد رحیم یارخان
مکتبہ احباب اسکول بازار رحیم یارخان
چوہدری فتح محمد صاحب زید مجدہ، عزیز آباد۔ رحیم یارخان